تھی

ساتھی

(ناول)

rekhta

رئیس احمد جعفری

س
ا
ت
ھ
ی

۱

"میں کہتی ہوں آپ کو دوسروں کی کیوں پڑی ہے۔؟" ممتاز کی بدمزاج و ناعاقبت اندیش بیوی طاہرہ نے سنی کی ان سنی کرتے ہوئے جواب دیا۔

"تم میرا مطلب نہیں سمجھیں...." متین و بردبار ممتاز نے بیوی کو سمجھایا "میں دوسروں کے معاملات میں کب پڑ رہا ہوں۔"

"پھر آخر یہ کیا ہے۔؟" وہ درمیان میں بول اٹھی۔

"مجھے کچھ دال میں کالا معلوم ہوتا ہے۔ میں سوچتا ہوں کہیں اپنے گھر کی جوان لڑکیاں بھی تو ان باتوں سے باخبر نہیں ہیں۔؟"

"ساری خبریں ہیں ان لوگوں کو بلکہ یوں کہیے کہ ان ہی لوگوں کے ذریعہ سے نامہ و پیغام ہوتے ہیں۔"

"پھر تو بہت برا ہے۔ اس طرح تو اپنی عزت پر آنچ آجانے کا ڈر ہے۔ بری صحبت سے اللہ بچائے۔ تم جانو شریف کی آبرو ملنے کا پسینہ ہے ذرا سا بھی ایک بوند گری اور بنی بنائی بات بگڑ گئی۔"

"مگر آپ اس سلسلے میں کر بھی کیا سکتے ہیں۔ وہ لوگ ایک جان دو قالب ہیں۔"

"ہوا کریں....." ممتاز کے تیور بگڑ گئے...... "یہ بتاؤ بھابی اماں کو بھی حالات کا علم ہے.....؟"

"وہ تو کانوں میں تیل ڈالے پڑی رہتی ہیں انہیں کیا خبر ہو گی خاک ....."

"پھر تو مجھے فوراً کوئی قدم اٹھانا پڑ گیا ....."

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ماں باپ کے رہتے آپ بھلا ہو کر کیوں اتنے پریشان ہو گئے؟"

"بھابی کی رہتی بھی اتنی ہی اچھی ہوتی ہے طاہرہ۔ پھر تم جانتی ہو کہ میرے بھائی اللہ میاں کی گائے ہیں۔"

"ہاں زمانے کا رنگ ڈھنگ تو آپ جانتے ہیں ....." طاہرہ نے بڑے معنی خیز انداز سے چٹکی لی۔

"جانتا تو نہیں تھا البتہ تم نے جاننے پر مجبور کر دیا ....."

"اوئی اللہ میں نے کیا کیا۔ کوئی آپ سے کہہ رہا تھا کہ اچھی بھلی راہ چھوڑ کر بھٹکتے پھرئے۔ یہ کہ جن لوگوں کو بازار کے کھانے کی عادت پڑ جاتی ہے وہ گھر کی نعمتوں کو بھی خاطر میں نہیں لاتے۔"

"یہ تمہارا محض وہم ہے۔ بازار کے کھانے کی عادت اسی وقت پڑتی ہے جب گھر میں نعمت میسر نہ ہو۔"

"بیٹھے مجھے سب معلوم ہے۔"

"یہی تو افسوس ہے کہ تمہیں کچھ نہیں معلوم ہے۔"

"مجھے معلوم کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔"

"ضرورت تو بہت ہے۔ البتہ یہ کہو کہ اپنی ضد اور ہٹ میں معلوم کرنا نہیں چاہتیں۔"

"ان کو تو شروع سے گھر میں کیڑے نکالنے کی عادت ہے۔"

"یوں نہ کہو بلکہ یوں کہو کہ میں ابتدا سے اپنی و تمہاری زندگی کو خوشگوار بنانے کی

کوشش کر رہا ہوں۔"

"مگر وہ بھی نہیں۔"

"صرف اس لیے کہ تم نے جاننا نہیں چاہا تالی کبھی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی بیوی کو شوہر کے جذبات کا احترام کرنا چاہئے۔ اس کے رنگ طبیعت کو پہچاننا چاہیے اور جب وہ تھکا ماندہ گھر آئے تو ایسا سلوک کرنا چاہیے جس سے اسے کچھ دیر کیلئے جنت کا مزہ مل جائے۔ میری اچھی طاہرہ تمہیں سمجھنا چاہیے کہ مرد ایک شمع ہے اور عورت اس کا روغن۔"

"بس بس اب چپ بھی رہیے ایسی باتیں سنتے سنتے کان پک گئے ہیں۔"

"تمہاری اسی لاپرواہی اور ہٹ دھرمی نے مجھے ایک بار دوسری عورت کے جال میں پھنسا دیا تھا۔ وہ تو کہو تقدیر اچھی تھی جو وہ پھندا گلے سے نکل گیا اب بھی موقع ہے اپنے کو نئے سانچے میں ڈھال لو ورنہ پیاسا ہر وقت پانی کی طلب میں نکل جا سکتا ہے بہک جائے ....."

"اتنے دنوں سوتاپے کی آگ میں جل چکی تو آج کیوں اس سے ڈر رہی ..... کہیں بوڑھے طوطے بھی قرآن پڑھا کرتے ہیں۔ میں تو جیسی سدا سے ہوں ویسی ہی رہوں گی جی چاہے رکھئے جی چاہے نکال دیجئے ....."

"شریف نکالا نہیں کرتے بیوی کو ....."

"بلکہ بیوی کے سر پر سوکن کو لاکر بٹھا دیتے ہیں ....."

"مجبوریاں انسان سے سب کچھ کرا دیتی ہیں ....."

"مگر عورتیں مجبوریوں کے بعد بھی صبر و شکر سے زندگی کے دن کاٹ دیتی ہیں۔"

"اس لیے کہ دونوں کی طبیعتیں الگ الگ ہیں۔ مرد محبت و پیار کا بھوکا ہے۔"

"ہوا کرے ... فضول کی باتیں نہ کیجئے۔ آپ جس گتھی کو سلجھانے کی فکر میں تھے اسی میں رہیئے ...." طاہرہ ترش روئی سے جواب دیتی ہوئی باورچی خانے کی طرف بڑھ گئی اور ممتاز اسے دیکھتا ہوا اپنا تھیلا بغل میں دبا کر گھر سے باہر نکل گیا ..... اس کی شادی معاشقہ کا نتیجہ تھی۔ لیکن چند ہی دنوں میں کایا پلٹ گئی تھی۔ طاہرہ تھوڑے سے بیچ کر سوتی تھی جب وہ رات کی ڈیوٹی ختم کرکے سردیوں کے دنوں میں کپکپاتا دفتر سے واپس ہوتا تھا تو اسے گرم گرم روٹی اور کنار رکھتے ہوئے پر خلوص برتاؤ بھی میسر نہیں ہوتے تھے۔ وہ بہت عرصہ تک انتظار کرتا رہا تھا اور اچانک ایک گرم گرم آغوش محبت مل گئی مطمئن ہو گیا تھا ... بیوی نے قیامت برپا کر دی تھی اپنی کمزوریوں کو نظر انداز کرکے سارا الزام اسی کے سر پر دھر دیا تھا مگر ایک چپ نے ساری بلا ٹال دی تھی اس نے پھر نہ جانے کیوں اس کی تقدیر نے پلٹا کھایا اور جس شاخ پر اس نے آشیانہ بنایا تھا وہ بھی تیر کی طرح کلیجہ میں چبھ گئی ایک ایسا موقع آیا کہ اس کی عزت خطرے میں پڑ گئی اور وہ اپنی عزت کو خطرے میں پڑتا ہوا نہ دیکھ سکا اس نے بصد حسرت و یاس خود اپنے ہاتھوں نشیمن کو پھونک دیا اور ایک بار پھر یوسف بے کارواں ہو گیا ... طاہرہ کو قدرت نے بہترین موقعہ دیا تھا مگر اس نے اپنی روش میں فرق لانا غیر ضروری سمجھا ممتاز نے شرف پاکر ٹھنڈی سانس بھری۔ اور اپنے خیالات کو تبدیل کرنے کے لئے اسی معاملہ میں الجھ گیا جس کی تحقیق کے سلسلہ میں بیوی سے بات بگڑ گئی تھی۔

قدیم محلے کے مکانات عموماً پاس پاس ہوتے ہیں اور ایک گھر سے دوسرے گھر میں آنا جانا بھی رہتا ہے پھر ممتاز تو ان لوگوں میں تھا جسے چھوٹے بڑے سب عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ وہ دو قدم آگے بڑھ کر رک گیا۔ اور ایک بوسیدہ سے

دروازہ پر آواز لگانے لگا۔

"ناصر صاحب ... ناصر صاحب۔"

"وہ نہیں ہیں۔" پھٹے ہوئے ٹاٹ کے پردے کے پیچھے سے ایک سریلی آواز گونجی اور کسی کے تابناک چہرے کی جھلک دکھائی دی۔ بڑی بڑی توان آنکھیں کمان کی طرح گھنی بھویں ستواں ناک چھوٹا سا دہانہ اور گلاب کی پنکھڑیوں جیسے ہونٹ ممتاز سمجھ گیا۔ اس کی بھتیجی کی چہیتی سہیلی طیبہ ہی ہے ..... بچپن میں اس نے دیکھا بھی تو تھا ..... اسے معاً خیال پیدا ہوا۔

"طیبہ سچ مچ طیبہ ہے ..... یہ بوالہوس زمانہ اسے برباد کرنے پر تلا ہوا ہے۔" اس کے دل میں ایک ہمدردی پیدا ہوئی اور وہ غیر ارادی طور پر پوچھ بیٹھا۔

"تمہاری امی کہاں ہیں۔؟"

"کہیں گئی ہیں۔"

"اور تمہیں ساتھ نہیں لے گئیں۔؟"

"اگر میں ان کے پیٹ سے پیدا ہوئی ہوتی تو ضرور بغل میں لئے پھرتیں بھلا سوتیلی بیٹی کو کون گلے کا ہار بناتا ہے ......"

"یہ تو تم سچ کہتی ہو مگر شام ہو رہی ہے تنہائی مناسب نہیں اچھے برے ہر طرح کے لوگ محلہ میں بستے ہیں ..."

"تو آپ ٹھیک کہتے ہیں مگر اللہ مالک ہے اپنا ....."

"ویسے میں دفتر جا رہا ہوں مگر تم کہو تو تمہارے والد صاحب تک نہ آجائیں میں ڈیوٹی چھوڑ کر تمہاری حفاظت کرتا ہوں ...."

"نہیں نہیں اب آپ اتنی تکلیف نہ کیجیے مرزا کچھ بھی بھلا اپنا ہے اور میں کوئی تماشہ بھی نہیں ہوں۔۔۔" وہ اپنے جملے کے آخری ٹکڑے پر آپ ہی آپ کھلکھلا کر ہنس پڑی اور ممتاز سر جھکائے آگے بڑھ گیا۔۔۔ لیکن اس کے سینے میں گھنگھرو بج رہے تھے۔۔۔ وہ ایک درخت کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔۔۔ شام ہو رہی تھی۔۔۔ تاریکیاں پھیلتی جا رہی تھیں۔۔۔ اور اُجالا غائب ہوتا جا رہا تھا۔

چھن چھن چھن۔۔۔ پھر پائل چھنکی گھنگریاں گریں۔۔۔ اور اس کے کان کھڑے ہو گئے وہ نظر بچا کر طیبہ کے مکان کے پاس آگیا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ نجن کھڑی تھی۔ وہی نجن جو اس کی بھتیجیوں کا رشتہ دار تھا۔ اور جو بہت طیبہ کے معاشقہ کی داستان آشنا تھی۔ گھنگریاں شاید کسی کو بلانے کا اشارہ تھیں۔۔۔ سڈول جسم والی حسینہ اٹھی اور آہستہ سے بولی۔

"اندر آجاؤ۔۔۔"

"کیا آج سنا ملے ہے۔۔۔" نجن نے پوچھا۔

"تمہارے لئے میں نے ابا اماں دونوں کو روز چکر کر دیا ہے۔۔۔"

"مگر بھتیجی ذرا معلوم ہوتا ہے۔۔۔"

"بھتیجی ذرا کا ہے کا۔۔۔" اور پھر دونوں ہاتھوں نے نجن کی کلائی پکڑ کر اندر کی طرف کھینچا وہ گھر کے اندر داخل ہو گیا۔ اور ممتاز کی آنکھوں کے نیچے اندھیرا آگیا۔ اس نے جو کچھ سنا تھا آج کھلا ہوا اسے دیکھ لیا تھا۔ اس کا شک یقین کی حدود میں داخل ہو گیا تھا۔ وہ کانپنے لگا۔ اور بے اختیار اس کا جی چاہا کہ سر موڑ کر پکڑ کر زنا تہمت اندیشیوں کو جھنجھوڑ دے اور چیخ چیخ کر کہے۔

"دیکھو میرا خیال صحیح تھا نا۔۔۔؟"

"میں نے غلط تو ملنے جلنے کو نہیں روکا تھا۔۔۔؟"

"خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہی ہے۔"

"اب بھی ہوش میں آجاؤ۔۔۔"

لیکن وہ سنبھل گیا۔۔۔ طیبہ کنواری کہلاتی تھی۔ اس طرح اس کی رسوائی ہو جاتی۔ اور ممتاز کی غیرت نے یہ قبول نہیں کیا کہ وہ غریب باپ کی بیٹی کو رسوا کرے غصہ کو پی گیا۔۔۔ اور کان لگا کر راز کی باتیں سننے کی کوشش کرنے لگا۔

"میں صرف تمہاری ہوں۔۔۔"

"میں نے تمہاری محبت میں اپنا کنوارا جسم تمہارے حوالے کر دیا ہے۔۔۔"

"تمہاری ذات میری سب سے بڑی کمزوری ہے۔۔۔"

"تمہارے سوا مجھے کوئی بھاتا ہی نہیں۔۔۔"

"تمہیں تو میرے سب کچھ ہو۔۔۔"

"لیکن بھئی یہاں ہم لوگ کھل کر نہیں مل سکتے۔۔۔"

"پھر جہاں تم کہو وہاں چلوں۔"

"اب آج نہیں کل بعد مغرب خاور نواب کے کمرے میں آجانا۔۔۔"

خاور نواب، خاور نواب۔ ممتاز کے دماغ کا وجود نے تکرار کی۔ وہ خاور نواب سے خوب واقف تھا۔ مدتوں ان کا ہم نوالہ و ہم پیالہ رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ وہ کلیوں کا رس چوسنے والے بھونرے ہیں۔ ان کا کمرہ ایک جہنم ہے جہاں گناہ پروان چڑھتے ہیں۔ اور وہ شمع کی آڑ سے شکار کھیلتے ہیں۔ اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اس کا جی

چچا ہاکر نبن کو سمجھائے۔

"اگر سچ مچ تم دونوں میں محبت ہے تو ایک دوسرے کے ہو جاؤ...."

"اس طرح جلتی ہوئی بھٹی میں ایک اچھی بھلی لڑکی کو نہ ڈالو..."

لیکن اسے نبن کے حالات کا علم تھا۔ پڑھا لکھا برسرِ روزگار نوجوان غریب کی لڑکی سے کہاں شادی کر سکتا ہے۔ یہ تو بس وقتی طور پر کاروبارِ شوق ہے...... ممتاز نے سوچا اور چاہا طیبہ کو سمجھائے۔

"خاور نواب کے یہاں کبھی نہ جانا...."

"وہ اچھے آدمی نہیں ہیں۔"

"تم تو جانتی ہو یہ نواب و رئیس کیسے ہوتے ہیں...."

"نبن سے کہو کہ وہ تمہیں دلہن بنا کر اپنے گھر لے جائے...."

ممتاز کے قدم بڑھے۔ دبے دبے ہلکے ہلکے...... نبن آسودہ ہو چکا تھا طیبہ کی آنکھیں خمار آلود تھیں۔ چاند درختوں کی آڑ سے جھانک رہا تھا اور ستارے شرمائے جا رہے تھے....

"اچھا میں چلا...."

"کیسے کہوں کہ تم جاؤ...."

"دل پہ پتھر رکھ کر کہا...."

"مگر دل اپنے پاس رہا کہاں ہے وہ تو تم نے چرا لیا ہے...."

نبن طیبہ کے جواب سے بیتاب ہو گیا اور جاتے جاتے اسے اپنی آغوش میں لیکر چومنے لگا۔ دیوانگی میں وہ لپٹتے ہوئے جسم مجسم محبت ہو گئے۔ لب سے لب مل گئے۔ سینے سے سینہ چسپاں ہو گیا اور ہوس کا دیوتا نشہ میں جھومنے لگا۔

"کل خاور نواب کے کمرے میں آنا نہ بھولنا میں انتظار کروں گا۔" نبن نے طیبہ سے جدا ہوتے ہوئے کہا۔

"بھلا تمہارا حکم کہیں ٹال سکتی ہوں۔"

"تو پھر آؤ گی نا...؟"

"ضرور آؤں گی۔"

نبن کامیاب محبت بنا سیٹی بجاتا تیز تیز قدم اٹھاتا اندھیرے میں غائب ہو گیا۔

ممتاز بڑھا وہ چاہ رہا تھا کہ طیبہ کو سمجھا دے لیکن دروازہ بند ہو چکا تھا اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے حقیقت نہیں بلکہ خواب ہے...... ایک سپنا تھا جو پلک مارتے ہی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا...... اس کی زبان بند ہو گئی۔ ہاتھ پاؤں شل ہو گئے اور وہ اپنے کو گھسیٹتا ہوا دفتر کی طرف چل دیا۔

۲

نبن اور طیبہ کی محبت ممتاز کی بھتیجیوں کے گھر سے پروان چڑھی تھی۔ شاہین، نسرین، جبین اور یاسمین سے اس کی دانت کاٹی روٹی تھی۔ وہ دن میں نہ جانے کتنے پھیرے ان لوگوں کے گھر کے کرتی تھی اور رات گئے تک بیٹھی چٹپٹی باتیں کیا کرتی تھی۔ بڑے کھلکھلاتے ہوئے قہقہے گونجتے تھے۔ ہنسی کے دریا بہا کرتے تھے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی اتنی دلچسپ بات چھڑی ہوئی ہے جو نوجوان لڑکیوں کو گدگدی لگا رہی ہے اور وہ قدم قدم پر لوٹن کبوتر بنی جا رہی ہیں۔

ممتاز کے کان کھڑے ہوئے تھے۔ وہ تجربہ کار انسان تھا اسے معلوم تھا کہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ بدلتا ہے پھر عموماً یہ بھی تجربہ اسے ہوا کہ ڈیوڑھی کا دروازہ کھلا ہے۔ اس نے بیوی سے پوچھا بھی۔ یہ راتوں کو ڈیوڑھی کا دروازہ کون کھلا چھوڑ دیتا ہے۔ اُس نے ہمیشہ جواب دیا۔

"میں تو برابر بند کر دیتی ہوں اللہ ہی جانے کون آتا جاتا ہے۔"

"مگر تمہیں اس کا خیال رکھنا چاہیئے۔ ذرا ہوشیار سویا کرو۔"

طاہرہ کا ہوشیار سونا بالکل ایسا ہی تھا جیسے کوئی سورج سے ہدایت کرتا کہ تو بجائے پورب کے پچھم سے نکلا کر۔ وہ ابتدا سے گھوڑے بیچ کر سونے کی عادی تھی جوانی میں تو یہ کچھ گوارا کر لیا گیا تھا۔

"شباب میں ایسا ہی ہوتا ہے۔"

البتہ اب اس کی یہ روش قابل معافی نہ رہی تھی وہ بزرگوں کی محفل میں شامل ہو چکی تھی۔ اسے ہوش گوش سے کام لینے کی ضرورت تھی۔ مگر ہوش گوش سے کام لینا تو شاید وہ اپنی توہین سمجھتی تھی اسی لئے سب کو گل کھلانے کا موقع مل رہا تھا۔ نبن جو ممتاز کی بھتیجیوں کا کسی ننھیالی رشتے سے بھائی ہوتا تھا آنے جانے لگا تھا۔ پہلے تو طیبہ اسے دیکھ کر شرمائی تھی۔ پردہ کی آڑ میں چھپ گئی تھی لیکن اس کا جذبہ بھی تاڑ گیا تھا۔

"یہ میری ہی خاطر یہاں آتے ہیں۔"

"بہنوں کا تو محض بہانہ ہے۔ آج کل سگے بھائی تو پوچھتے ہی نہیں یہ دور دراز کے ہو کر کیوں بلا وجہ اپنا وقت خراب کرنے لگے۔"

اور پھر اس کے شباب نے تن کر انگڑائی لی تھی۔ چند قہقہے گونج اٹھے تھے۔ اور اس نے "تم مجھے چھیڑو گے" کے قاعدہ پر ایک دن خود سبقت کی تھی۔ چھوٹے سے پرچہ پر لکھا تھا۔

"نبن صاحب آخر آپ کی آنکھیں میری طرف کیوں دیکھا کرتی ہیں۔" وہ مختصر بات ایک سطر کی تھی لیکن اس کے پیچھے پوری دنیا آباد تھی۔ ہمت اور ترغیب دلاتی تھی۔ نوجوانی کے جذبات بھڑک اٹھے تھے اور وہ قریب سے قریب تر ہو گیا تھا۔ ملاقاتیں بڑھنے لگیں تھیں حوصلے بلند ہونے لگے تھے۔ اور شاہین، نسرین وغیرہ رازدار تھیں اس تماشہ میں حصہ لیتیں۔ نبن کھاتا پیتا برسر روزگار نوجوان تھا۔ طیبہ کو گھڑی دلائی اس نے سنہری انگوٹھی دی اس نے اور ہر فرمائش بھی پوری کی اس کی۔ وہ دونوں قریب سے قریب تر ہو گئے گفتگو کیا ممتاز کی ڈیوڑھی میں لطف ہم آغوشی لیا کرتے۔ راہ چلتے سنسان مقام پر بوس و کنار کر لیتے۔

اور موقعہ نکال کر سینما، ہوٹل و پارک کے چکر بھی کاٹا کرتے۔ ان میں اب کوئی اجنبیت باقی نہیں رہی تھی نہ حجاب کا سوال ہی باقی تھا وہ زیادہ کھل کر ملنا چاہتے تھے۔ اور اسی لئے خاور نواب کی بیٹھک تجویز کی گئی تھی۔ یہاں عیش و نشاط کا ہر سامان موجود تھا۔ صوفہ سٹ و میز، قالین، جھاڑ فانوس، اور گدگدے بستر۔ طیبہ سو بچ ٹو دے تبھی لوگوں کی نگاہوں سے بچتی ہوئی وہاں پہنچ گئی۔

"تم آگئیں میں تمہاری راہ ہی دیکھ رہا تھا۔۔۔" خاور نواب نے لپکتے سے دروازہ بند کرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"کیسے نہ آتی، نین کا حکم جو تھا۔۔۔۔" اس نے برقعہ اتارتے ہوئے جواب دیا۔

"تو یوں کہو کہ تم نین کی خاطر سے آئی ہو۔ ورنہ کبھی ادھر کا رخ بھی نہ کرتیں۔" خاور نواب نے صوفہ میں دھنستے ہوئے شکایت کے طور پر کہا۔

"بے بلائے تو کوئی خدا کے یہاں بھی نہیں جاتا ہے میں کیسے آجاتی۔" طیبہ اٹھلائی۔

"مگر یہ باتیں تو غیروں میں ہوا کرتی ہیں ہم تم تو ایک محلے کے ہیں یوں سمجھو کہ اپنے ہی ہیں؟"

"اسی لئے تو کبھی الٹ کر پوچھا بھی نہیں۔۔۔" اس نے تاک کر نشانہ لگایا۔

"اب اس طرح الزام نہ دو جب مجھے معلوم ہو چکا کہ تم نین کی ہو تو بھلا کیسے تمہارے بیچ میں کچھ بوجھ کر اچھی بھلی دوستی میں فرق لاتا۔"

"جیسے کبھی جب دل سے لگی ہوتی ہے تو پہاڑوں میں راستے نکال لے جاتے ہیں۔"

"یہ تو تم سچ کہتی ہو۔۔۔" خاور نواب اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قریب آ گئے۔

"میں غلط تو کبھی کچھ کہتی ہی نہیں ہوں آدمی چاہے تو سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔۔۔"

"بڑی سمجھدار ہو۔" خاور نواب نے مسکرا کر طیبہ کے پکتے ہوئے رخسار پر اپنی انگلی سے ٹھوکر دی۔

"اُف اُف کیسی فولادی انگلیاں ہیں آپ کی۔" اس نے آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔

"اور تمہارا بدن بھی تو سیسہ پلایا ہوا ہے۔" خاور نواب نے اس کے گٹھیلے جسم کو اپنی بھرپور گرفت میں لیتے ہوئے برجستہ کہا۔

"اندھیرا تو کر دیجئے۔" وہ رازدارانہ انداز میں بولی۔

"اُجالے میں بھی ہمارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ شہزادی! ہم کچھ بھی ہیں ہم نواب ہیں اور اس علاقہ میں جتنے بھی لوگ ہیں سب ہماری ہی آراضی پر آباد ہیں۔"

"اس میں کیا شک ہے آپ راجہ ہیں اور ہم سب پرجا۔"

"لیکن تمہارے تو دل پر راج نہیں ہے میرا۔"

"اگر آپ کا راج نہ ہوتا تو اپنے اوپر قبضہ کیسے حاصل ہونے دیتی۔"

"وہ تو نین کا صدقہ ہے۔"

"جی نہیں۔ نین کا تو بس بہانہ ہے میں تو آپ سے ملنے آئی تھی۔"

خاور نواب طیبہ کے منہ سے یہ جواب سن کر باغ و بہار ہو گئے۔ اور کمرے میں ایک ساتھ خاموشی و تاریکی نے اپنے جال پھیلا دئے۔ ممتاز ایک سراغرساں کی طرح کان لگائے سب کچھ سن رہا تھا ہر فقرے پر اس کے پیروں کے نیچے سے زمین کھسکی جا رہی تھی۔ آج پہلی بار اس نے نین کے لئے کتنے دل خوش کن الفاظ طیبہ کی زبان سے سنے تھے اور اس وقت وہ خاور نواب پر جان چھڑک رہی تھی۔ عورت کا تقدس، عورت کی پاکیزگی، اور عورت

کا مرتبہ مشکوک ہوتا جا رہا تھا۔ وہ اندھیرے میں خاموش کھڑا سوچ رہا تھا۔

"طیبہ کسی ایک کے لئے مخصوص نہیں ہے۔۔۔"

"اس کا جذبۂ شوق وسیع ہے۔"

"اس کے دامن کو نہ جانے کتنوں نے داغدار کیا ہوگا۔"

"عورت سچ مچ مستقل دھوکا ہے۔"

ممتاز اپنی جگہ پر کھڑا کانپ رہا تھا۔ وہ خاور نواب سے نا آشنا نہیں تھا۔ انکی صحبت کا خوب جانتا تھا۔ اسے پہلے ہی سے یہ شک تھا کہ طیبہ ضرور ان کے مصرف میں آ جائیگی۔ ویسے وہ طیبہ کے بارے میں بھی بخوبی جان چکا تھا کہ اسے "اچھا ں چھکا" کہنا حق بجانب ہے۔ اس کی سوتیلی ماں اور پڑوس میں رہنے والی بہن نے کئی بار ناصر کی توجہ اس طرف مبذول کرائی تھی اور کھلم کھلا کہہ دیا تھا۔

"طیبہ کے قدم اکھڑ چکے ہیں۔"

"وہ بہک گئی ہے۔"

"اور ہمارے درمیان بیٹھنے کے لائق نہیں ہے۔"

مگر سادہ لوح ناصر کو اپنی شرافت پر یقین کامل تھا۔ وہ کبھی خواب میں بھی نہیں سوچتا تھا کہ اس کے خون کا قطرہ انحراف ہو سکتا ہے۔ اسی لئے سب کو ڈانٹ دیا تھا۔

"تم لوگ ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ گئی ہو۔"

"میری بچی ہرگز ایسی نہیں ہو سکتی ہے۔"

۔۔۔ کہ بات بھی نہیں رہتی۔ ممتاز کے کانوں میں بھی پڑتی تھی۔ اور اس کا کئی بار جی چاہا تھا کہ وہ ناصر صاحب کو سمجھائے محترم پانچوں انگلیاں یکساں نہیں

ہوتیں ہیں۔ قدم بہکنے کا بڑا تعلق جسم و جسمانیات کی ساخت پر منحصر ہے اور اسے ماہر جنسیات بڑی اچھی طرح بتا چکے ہیں۔ آپ ذرا غور سے اپنی صاحبزادی کو دیکھیے تو سہی۔ ان کی جوانی کس شدت سے پھٹی پڑ رہی ہے۔ انکی آنکھوں میں کتنے شراب خانے چھلک رہے ہیں۔ اور ان کی مستی کا کیا عالم ہے۔ ؟ مگر وہ جان کر خاموش ہو جاتا تھا۔ ناصر صاحب بیحد غریب اور نیک انسان تھے ان کے حسن ظن کو چوٹ پہنچانے کی اس میں ہمت نہ ہوتی تھی۔

البتہ اس وقت وہ گہری سوچ میں مبتلا تھا۔ آہستہ سے بٹن دبا اور خاور نواب کا کمرہ پھر بقعۂ نور ہو گیا۔ ساتھ ہی کسی کے پیروں کی چاپ سنائی دی۔

"آ متین تم تو بڑے بے خبر ہو کب سے بیچاری تمہارے یہاں آنے پر انتظار کر رہی ہیں اور تم ہو کہ آ ہی نہیں چکتے۔ ؟ خاور نواب نے چپکے سے بیٹھک کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"انھیں کے لئے پھولوں کا گہنا خرید رہا تھا اس لئے دیر ہو گئی۔" وہ کمرے میں داخل ہوتا ہوا بولا۔

"مگر میں تو پہرہ دیتے دیتے تھک گیا۔ اب تمہارا جانور تمہارے سپرد ہے خدا حافظ۔" خاور نواب پاک دامن بنے گھر کے اندرونی حصہ کی طرف بڑھ گئے اور متین نے طیبہ کے گلے میں پھولوں کا ہار ڈالتے ہوئے کہا۔

"آج تو تم چودھویں کا چاند معلوم ہو رہی ہو۔"

"جائیے میں آپ سے نہیں بات کرتی۔"

"ذرا دیر جو ہو گئی آنے میں تو روٹھ گئیں۔ ؟"

"کیوں نہ ہو، چھو کر دیکھو میرے سینہ پر ہاتھ رکھ کر تو دیکھئے کتنا دھڑک رہا ہے۔"

"لیکن تم کہیں جنگل میں تو نہیں پہنچی تھیں۔"

"اس سے کیا ہوتا ہے خاور نواب پرائے مرد تو تھے۔"

"ساتھ ہی ساتھ یہ بھی تو کہو کہ وہ میرے سچے دوست بھی ہیں۔"

"ہو گیا۔ مجھے تو مارے خوف کے پسینہ چلا آ رہا تھا نواب لوگوں کا کیا ٹھکانہ ہے ذرا سا ہاتھ ہی پکڑ لیتے میرا تو میں کہیں کی نہ رہتی۔"

"وہ تمہارے ساتھ کبھی ایسا نہیں کر سکتے تھے انہیں معلوم ہے کہ تم صرف میری ہو اور میری امانت میں خیانت اُن سے ہو ہی نہیں سکتی۔"

"یہی سمجھ کر تو آپکا دماغ چڑھ گیا ہے کہ میں آپ کی ہوں۔"

"ہاں اس پر فخر تو ضرور ہے مجھے کہ تم میری ہو اور صرف میری....." وہ تمنّے نے فرطِ محبت میں طلیعہ کو اپنی طرف کھینچا اور وہ اس طرح اس کے کلیجے سے چپک گئی جیسے اس کی حیات و کائنات بس وہی ہے۔

ممتاز اچھل پڑا اس نے عورت کا اتنا پُرفریب روپ اب تک نہیں دیکھا تھا بے ساختہ اس کے منہ سے نکل گیا..... "عورت ایک تماشہ ہے اور مرد بھولا شکار۔"

پھر اسکا سر چکرانے لگا۔ آنکھوں میں اندھیرا آنے لگا۔ اور وہ لڑکھڑاتا ہوا بھاگا۔

۴

"غیرت کے مارے بیچارے ناصر کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے۔"

اس کا دم گھٹنے لگا۔ آنکھیں باہر کو نکل پڑیں۔ اور سانس کی رفتار تیز ہو گئی۔ جیسے گھر والوں نے تاک کر نشانہ لگایا تھا۔ اس کے خرمنِ ہوش پر بجلیاں گرائی تھیں اور آج تک جس طرح وہ طلیعہ کے معاملہ میں سب کچھ جھوٹ سمجھ رہا تھا اسے سچ ثابت کر دیا تھا..... طلیعہ کا بھائی بوڑھے باپ کے دفتر بھیجا گیا تھا۔ وہ بال بکھرائے چہرے پر مردنی طاری کئے پریشان حال تیر کی طرح پہنچ گیا تھا اور جا کر یہ روح فرسا خبر سنائی تھی۔

"مجو گھر سے بھاگ گئیں۔"

وہ سچ مچ بھاگ گئی تھی مگر مستقل نہیں۔ البتہ کافی دیر کے لئے چلی گئی تھی اور کیسے نہ کافی دیر کے لئے جاتی۔ اسے ایک نیام میں دو تلواریں جو رکھنی تھیں جبکہ وقت خاور نواب کا بھی لطف لینا تھا اور تمنّے کا فرو بھی چکھنا تھا۔ اس کی جدت پسندی ایک مرکز پر گم ہو کر رہ جانے کی قائل نہ تھی۔ وہ نت نئے گل کھلانے کی شوقین تھی۔ اور نت نئے گل کھلانے میں اسے یہ یاد بھی نہیں رہا تھا کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔؟

اسی لئے تو ناصر کی سوتیلی ماں اور بہن اپنا کام کر گئی تھیں۔ ان لوگوں کا منشا تو تھا ابا جان اپنی چہیتی صاحبزادی کو اب تک تو پاک دامن سمجھتے رہے ہیں لیکن آج محسوس کریں کہ وہ ان کی عزت کی کس طرح دھجیاں اڑا رہی ہے۔ ناصر کے اوسان خطا ہو گئے تھے۔

وہ غصے سے بل کھاتا ہوا اٹھا تھا اور شاید گھر پہنچ کر ہنگامہ برپا کر دیتا۔ لیکن ممتاز آڑے آ گ

"ذرا سوچ سمجھ کر قدم اٹھائیے گا۔"

"آپ اس وقت کیسے مل گئے مجھے۔" ناصر ممتاز کو دیکھ کر پوچھ بیٹھا۔

"آخر آپ کا ہم محلہ ہی تو ہوں کیونکر ممکن ہے کہ آپ کا گھر جلے اور میں ہاتھ سینکوں۔"

"مگر میں نے تو طے کر لیا ہے کہ طیبہ کو جان سے مار دوں گا اور خود بھی جان دیدو

"جذبات سے کام نہ لیجئے ناصر صاحب یہ صحیح ہے کہ عزت کا صدقہ جان ہے مگ

اپنے بدن کا کوئی حصہ اگر ناقص ہو جاتا ہے تو اسے کاٹ کر نہیں پھینکتے۔"

"پھر کیا کرتے ہیں۔؟"

"اصلاح کی کوشش۔ میرا مطلب ہے کہ طیبہ کی کہیں جلدی سے شادی کر دیجئے او اس وقت بالکل خاموش ہو جائیے۔ اگر ذرا بھی آپ نے لب ہلایا تو وہ سڑی مچھلی ہو کر رہ جائے گی اور کوئی اسے ہاتھ لگانا بھی گوارا نہ کرے گا۔ ایک باپ کا یہ فرض نہیں ہوتا کہ و اپنی بیٹی کے مستقبل کو تاریک کرے۔" ممتاز نے خلوص قلب سے ناصر کو سمجھانے کی کوشش کی اس کی نظر سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں تھی۔ لیکن وہ ان لوگوں میں سے نہ تھا جو کٹے پر نمک مرچ چھڑکتے ہیں۔ اس کا سینہ انسانیت کے درد سے بھرپور تھا۔ اسے معلوم تھا کہ جوانی مت بہکا ہوا ہے۔ قدم قدم پر لغزشیں ہو رہی ہیں۔ اور پردہ میں زردہ لگ رہا ہے۔ اس کا جی چاہتا تھا کہ ان کا سدھار ہو۔ بھٹکے ہوئے قدم راہ راست پر آجائیں۔ اور انسانیت تباہ ہونے سے بچ جائے۔

اگر ایک طرف وہ طیبہ کی حرکتوں سے نفرت کرتا ہوا اس کی صحبت سے اپنے گھر کی لڑکیوں کو بچانا چاہتا تھا۔ تو دوسری طرف طیبہ سے بھی اسے ہمدردی تھی۔ اور اس کی

کوشش تھی کہ وہ کسی کے گھر کی زینت بن کر شرافت سے زندگی کے دن کاٹے۔ بچوں سے بچوں کی ماں بن کر مامتا کی چھب دکھلائے اور اپنے شوہر کے لئے ایک نیک بیوی ثابت ہو سکے اسی لئے اس نے ناصر کو باتوں میں لگا لیا اس کا غصہ ٹھنڈا کیا اور طیبہ کو موقعہ مل گیا وہ رات کی تاریکی میں فتنہ جگا کر خراماں خراماں گھر لوٹی اسے یقین تھا کہ اس کی امی سو چکی ہوں گی ابا جان فر میں ہوں گے اور گھر کا دروازہ حسب دستور کھلا ہوگا۔

مگر آج تو اس کی سوتیلی ماں نے اس کی چوری پکڑنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اور دروازہ میں چٹخنی لگا دی تھی۔ وہ شپٹائی اور اغل بغل اس نے دیکھا۔

"میرے کندھے پر پیر رکھ کر دیوار پھاند کے گھر میں پہنچ جاؤ۔ ۔ ۔ ۔" ایک نوجوان نے رازدارانہ طور پر مشورہ دیا۔ یہ محلے کے ان اوباش لڑکوں میں سے تھا جو پچھلی رات تک صرف اس لئے چکر کاٹا کرتے ہیں کہ دوسروں کے راز معلوم کریں۔ طیبہ ذرا سہمی۔ مگر وہ خاور نوا کے یہاں سے آ رہی تھی۔ انہیں خاور نواب کے یہاں سے جن کا آج بھی بول بالا تھا محلہ والوں پر رعب طاری تھا اور ان کی پردہ پوشی سب کا ایمان تھا۔

طیبہ نے موقعہ کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے نوجوان کی رائے سے اتفاق کیا اور اس کے شانے پر پیر رکھ کر اپنے گھر میں پھاند پڑی جیسی بھوکے کو ایک طرح کی آسودگی میسر ہو گئی کچھ ویسی ہی ایک جوان عورت کے پیر تو اپنے کندھے سے مس ہو گئے۔ وہ مسرور ہو کر گنگنانے لگا۔ ع

"کیا گل بدنی، گل بدنی، گل بدنی ہے"

اور طیبہ اپنے گھر میں پہنچ کر پسینہ پسینہ ہو گئی۔ اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں سارا معاملہ سمجھ لیا جیسے ہی ناصر گھر میں داخل ہوا ویسے ہی اسے یہ بھی یقین ہو گیا کہ بات دور

تک پہنچ چکی ہے۔ اس نے کسی سے نگاہ نہ ملائی اور جی ہی جی میں آئندہ کے لئے منصوبے بنانے لگی۔

رات بھیگتی گئی۔ ویرانیاں بچھاتی گئیں۔ اور خاموشیاں بڑھتی گئیں۔ جب اس نے دیکھ لیا کہ گھر میں کوئی نہیں جاگ رہا ہے تو اپنے آنچل سے کچھ نکال کر کھا گئی۔۔۔۔ دل میں درد پیدا ہوا۔ رگیں تننے لگیں۔ اور قے پر قے ہونے لگی۔۔۔۔ ناصر گھبرا کر اٹھ بیٹھا مگر بیچاری رات انگڑائیاں لے رہی تھی۔ ستارے سسکیاں لے رہے تھے۔ اور چاند روپوش ہوتا جا رہا تھا۔ ایسے عالم میں وہ کیا کر سکتا تھا۔ البتہ پو پھٹنے سے پہلے ہی اپنے غمگسار کے پاس بھاگا۔

"ذرا چل کر طیبہ کو دیکھ لیجئے۔"

"مجھے گمان غالب تھا کہ شاید آپ کو میری خدمت کی ضرورت پڑے گی اسی لئے میں پوری رات جاگتا رہا ہوں۔" ممتاز جواب دیتا ہوا ناصر کے ساتھ ساتھ قدم بڑھانے لگا۔ اس نے گھر میں داخل ہو کر سب سے پہلے قے کا رنگ دیکھا بھالا اور وہ فوراً سمجھ گیا۔

"ظالم نے تو سنکھیا کھا لیا ہے۔"

معاملہ سنگین تھا ہسپتال بھجانے کے معنی یہ تھے کہ بال کی کھال نکالی جائے بہت سے آگے کے ہاتھ پیچھے بندھ جائیں اور جس عیب پر پردہ ڈالنا چاہتا ہے وہی طشت ازبام ہو جائے۔۔۔ کچھ دیر تک ممتاز سوچتا رہا پھر اس کے چہرے پر چمک پیدا ہوئی۔ ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی حل اس نے نکال لیا ہے۔ اور وہ الٹے پیروں اپنے ایک شناسا ڈاکٹر وحید الدین کے پاس پہنچا تخلیہ میں ان سے کچھ باتیں کیں۔ اور انہیں ساتھ لیکر طیبہ کے گھر آیا۔ انجکشن پر انجکشن دئے جانے لگے۔ معقول و موثر دوائیں فراہم کی جانے لگیں۔ اور اسے جوان موت مرنے سے بچا لیا گیا۔۔۔ مگر صورت حال پریشان کن تھی۔

ور ممتاز نے ناصر کو مشورہ دیا۔

"شادی بیاہ کا مسئلہ چٹکی بجاتے میں تو طے نہیں ہوتا یقیناً کسی قدر وقت لگے گا۔ ور طیبہ کا اب اس جگہ رہنا مناسب نہیں۔"

"یہی تو میں بھی سوچ رہا ہوں مگر بجز آپ کے کون ہے آپ ہی کوئی رائے دیجئے۔؟"

"میرا کہنا مانو تو اسے کہیں دوسری جگہ ہٹا دو۔"

"میں اس کی بہن کے پاس نانوتہ بھیجے دیتا ہوں۔"

"یہ مناسب رہے گا۔"

اور دوسرے ہی دن طیبہ نانوتہ روانہ کر دی گئی۔ خادم نواب نے سوچا پنچھی اڑ گیا۔ کو خیال گزرا راتیں ویران ہو گئیں رسیمیں، شاہین وغیرہ کے دلوں پر چوٹ لگی محفل رونق چلی گئی اور ممتاز نے سکون کی سانس لی فتنۂ ابلیس کو کچل دیا گیا۔ اس نے گھر ں اعلان کر دیا۔

"پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے میں زیادہ کہنا نہیں چاہتا بس اتنا اشارہ کافی ہے طیبہ کی آمد و رفت پر پابندی لگائی جائے لڑکیاں اس سے نہ ملیں۔"

"مگر کیوں۔" ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا اب بھی اس کیوں کا جواب دینے کی ضرورت باقی ہے۔؟" ممتاز کا مطلب تھا ت ڈھکی چھپی نہیں رہی تھی۔ سب کے کانوں میں پڑ چکی ہے مگر تجاہل عارفانہ سے لیا گیا۔ مگر سر پھری عورتیں تو بس بحث کرنا جانتی ہیں ایک ساتھ آوازیں بلند ہوئیں

"اس غریب کو مفت بدنام کیا جا رہا ہے۔"

"جھوٹی بات کہی جا رہی ہے۔"

"تہمت لگائی جا رہی ہے۔"

"بالکل نہیں حقیقت کے چہرے سے نقاب اٹھائی جا رہی ہے۔"

"یا یوں کہیے کہ افسانہ گڑھا جا رہا ہے۔"

"بحث کی ضرورت نہیں ہے۔"

"بحث کی ضرورت نہیں ہے۔"

"بحث کی ضرورت کیوں نہیں ہے۔ مفت میں کسی کو بدنام کرنا کیسے گوارا ہو سکتا ہے

"آخر تم لوگوں کا مقصد کیا ہے۔؟"

"طیبہ جیسے پہلے آتی تھی ویسے ہی آئے گی اور اس سے ہم لوگ ملیں گے بھی۔"

ممتاز یہ جواب سنکر خاموش ہو گیا اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ جڑیں اتنی مضبوط ہو چکی ہیں۔ اسے خیال پیدا ہوا کہ شدت اختیار کرنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا البتہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر کے دکھانا پڑ گیا...... مگر اس کی نوبت آنے بھی نہ پائی تھی کہ ایک دن ناصر نے اسے بتایا۔

"طیبہ کی بات طے ہو گئی۔"

"کہاں۔؟"

"قریب ہی ہیں منو کے ساتھ آپ تو اسے جانتے ہیں۔؟"

"جانتا تو خوب ہوں......" ممتاز کہتے کہتے رک گیا۔

"بولئے بولئے آپ خاموش کیوں ہو گئے۔؟"

"یہ، یہ کہنا چاہتا تھا کہ منو اور اس کے گھر والے اچھے لوگ نہیں ہیں طیبہ کا وہاں گذر نہ ہو سکے گا۔"

"مگر میں تو اب زبان دے چکا ہوں کل نکاح ہے بس آپ اتنی مہربانی کیجیے گا ...ے اناؤں سے لے آئیے۔"

"اچھی بات ہے۔"

ممتاز نے سر تسلیم خم کر دیا۔ مگر دل میں یہ سوچا کہ طیبہ آزاد خیال ہے۔ واپسی پر ...یں وہ اسے سارے حالات بتا کر مشورہ دے گا کہ وہ اس رشتے سے انکار کر دے ...ن فطرت نے اس کا موقع نہ دیا۔ طیبہ واپس تو ہوئی مگر تنہا نہیں اس کے ساتھ اس ...ہن بھی آ گئی۔ اور ممتاز دل ہی دل میں گھٹ کر رہ گیا وہ ایک لفظ بھی زبان سے ...نکال سکا جوان عورت کا معاملہ تو بڑا نازک ہوتا ہے تو ایک جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

"جناب کی نیت بخیر نہیں ہے۔"

"اسی لئے تو آڑے آ رہے ہیں۔"

اسکے ہونٹوں تک آئے ہوئے الفاظ پھر واپس چلے گئے اور اس نے خاموشی ...طیبہ اور اسکی بہن کو ناصر تک پہنچا دیا۔ یہاں تو سامان تیار تھا ہی محض اس کے ...نے کی دیری۔ بات کہتے ہی میں نکاح ہو گیا ایک غیر مرئی طاقت نے اسے ہمیشہ کے لئے ...ر کا بنا دیا۔ عورتوں نے ڈھولک پر تھاپ دی۔ اور ممتاز کا دل نہ جانے کیوں بھر ...ا۔ بے ساختہ اس کے منہ سے نکل گیا۔ "جہاں بجتے ہیں نقارے وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں" مگر فوراً ہی اس نے اغل بغل دیکھا کسی نے سنا تو نہیں۔؟ اور طیبہ کی رخصتی کے ...ت بس اتنا ہی اس کے دولہا سے کہہ سکا۔

"عورت ایک پھول ہے خبردار اسے پامال نہ ہونے دینا۔" اور جب تک نظریں آنکھوں سے اوجھل نہ ہو گئی وہ ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا۔

۴

دن ہفتوں میں، ہفتے مہینوں میں اور مہینے سال میں تبدیل ہو گئے۔ پھر بھی دو دل ایک نہ ہو سکے۔ بات بات میں رنجش، قدم قدم پر اختلاف اور ہر منزل پر ٹکراؤ۔ جب میاں بیوی ہم مزاج نہیں ہوتے ہیں تو ایسی ہی صورت پیدا ہوتی ہے۔ اگر منو غیر مطمئن تھا تو طیبہ بھی اس سے مطمئن نہ ہو سکی تھی بدستور اپنی زندگی میں خلا پا رہی تھی اور کسی کے پیروں کی چاپ پر اس کے کان کھڑے ہو جاتے تھے وہ دوڑ کر جھانکنے لگتی تھی جب کوئی گزرتا تھا۔

"پھر کیسی ہو۔؟"

"بس زندہ درگور ہوں۔"

"مگر یہ تو بڑا ستم ہے۔"

"خدا بھلا کرے ان لوگوں کا جنہوں نے مجھے اس ستم کا شکار بنایا ہے۔"

"تم نکل کیوں نہیں بھاگتیں۔؟"

"کیا بتاؤں۔"

طیبہ اپنی بے بسی پر کف افسوس مل رہی تھی، اور منو اس سے دور ہوتا جا رہا تھا۔ پاپ تو سر چڑھ کر بولتا ہے۔ اسے بخوبی محسوس ہو گیا تھا۔ میری بیگم میرے گھر میں رہ کر بھی باز نہیں آ رہی ہے۔ اس کی گرفت مضبوط ہوتی جا رہی تھی اور آزاد فطرت مینا گھر کے

پنجرے میں پھڑپھڑا رہی تھی۔ ویسے فطرت نے اسے ایک کھلونا بھی دے دیا تھا اور دل بہلانے کیلئے یہ کافی تھا۔ مگر جو دل مردوں کے ہونٹوں کی گرمی سے لذت یاب ہونے کا عادی ہو جاتا ہے وہ فطرت کے عطیے کی قدر نہیں کیا کرتا۔ اسی لئے تو اس کی طبیعت ہر وقت جھلائی رہتی تھی صبح و شام ہنگامہ برپا رہتا تھا۔ اور تین کے پھیروں نے دل کی آگ اور بڑھا دی تھی۔ اس کی ایک رشتہ دار طیبہ کی سسرال کے قریب رہتی تھیں وہ ان کے بہانے بن سنور کر ضرور اس طرف جاتا تھا۔ اور وہ آہٹ پاتے ہی دروازہ پر آ جاتی تھی یا کبھی کبھی پڑوس کے بہانے وہیں پہنچ جاتی تھی اور دونوں [illegible] رنگ رلیاں منایا کرتے تھے۔

ممتاز کو ان باتوں کی اطلاع مل رہی تھی۔ اور اسے یاد آ رہا تھا کہ اسی دن کیلئے اس نے بہن سے کہا تھا۔

"تم کیوں نہیں طیبہ سے شادی کر لیتے۔؟"

"آپ بھی کمال کرتے ہیں بھلا میرا انکا کیا جوڑ ہے۔؟"

سچ مچ ان دونوں کا جوڑ نہیں تھا ایک خوشحال تھا اور دوسرا مفلوک الحال مگر ممتاز کو بہت غصہ آیا تھا۔ اس نے سوچا تھا کسی مفلس کی آبرو سے کھیلا جا سکتا ہے لیکن اسے گلے کا ہار نہیں بنایا جا سکتا۔ اس سے کوئی راز پوشیدہ نہیں تھا ذرا ذرا سی رتی تک اسے خبریں ملتی رہتی تھیں۔

"دونوں برابر چھپ چھپ کر ملتے ہیں۔"

"خوب عشق و عاشقی کا بازار گرم ہے۔"

"آج یہاں ہیں تو کل وہاں۔"

"وکٹوریا گارڈن میں پولیس نے بھی پکڑا تھا۔ مگر وہ تو کچھ رشوت دے کر جان چھڑا لائی تھی۔"

ممتاز کے کان پک گئے تھے۔ اور اس نے ایک دن صاف الفاظ میں کہدیا تھا۔

"ہمارے گھر میں طیبہ کو نہ آنے دیا جائے۔"

"مگر کیوں۔" وہ اس کی بھتیجی یاسمین لہک اٹھی تھی۔

"اس لئے کہ اسکا کردار اچھا نہیں رہا ہے۔"

"جو کہتا ہے وہ خود خراب ہوگا۔" اس کی دوسری بھتیجی پروین چیخ اٹھی۔

"میں کہتا ہوں" ممتاز کا مطلب تھا کہ کیا میرا بھی کردار خراب ہے۔

"آپ کہیں یا عرش سے اتر کر فرشتہ کہے چاند پر جو تھوکے گا اس کے منہ پر آپ پڑے گا۔"

"تم لوگ اپنے ہوش سے گذری جا رہی ہو۔ ذرا حواسوں میں رہ کر بات کرو۔"

"ہم لوگ بالکل حواس میں ہیں۔"

"تم لوگ بدتمیز ہو گئی ہو۔"

"اور آپ ہاتھ دھو کر طیبہ کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔"

"خیر اگر تم لوگ یہی سمجھتی ہو تو یہی سمجھو لیکن میرا حکم ہے کہ وہ اب اس گھر میں نہ آئے"

"مگر کوئی تنہا تمہارا ہی تو یہ مکان نہیں ہے۔ ....." درمیان میں اس کی بڑی بھاوج نے دخل دیا۔

"آپ نہ بولئے بھابی اماں یہ آپ ہی کی غفلتوں کا نتیجہ ہے کہ ابھی [illegible]

ہاتھ سے بے ہاتھ ہوئی جا رہی ہیں۔"

"تم اس کی فکر نہ کرو باپ ماں کے رہتے بچیوں کو تنبیہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔"

"لیکن جب باپ ماں آنکھیں بند کر لیں تو بچیاں کیسے نہ بولیں۔"

"بس بیٹھو سب معلوم ہے۔"

"میں کہتا ہوں اس واہیات [illegible] سے مطلب کیا ہے۔ طیبہ آئے گی اور سو بار آئے گی سمجھ گئے۔" ممتاز کے سادہ لوح بڑے بھائی اعجاز نے سنتے سنتے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"آپ کی آنکھوں پر پٹیاں بندھ گئی ہیں۔"

"آپ ضعیفی میں سٹھیا گئے ہیں۔"

"آپکی عقل گھاس کھا گئی ہے۔"

ممتاز بے قابو ہو کر نہ جانے کیا کیا بکنے لگا تھا۔

"دور ہو جا مردود میرے سامنے سے" اعجاز نے اسے بہت زور سے ڈانٹا تھا۔

لڑکیوں کی جیت ہو گئی تھی حق باطل سے شکست کھا گیا تھا اور وہ ناکام و نامراد اپنی جگہ پر آ گیا تھا دو سال تک اس کی [illegible] بند رہی تھی۔ طیبہ بدستور گھر میں آتی رہی تھی عشق و ہوس کا بازار گرم ہوتا رہا تھا اور وہ مجھے دیکھتا رہا تھا آخر اس نے سوچا تھا کہ جب ذرا بھی تبدیلی نہ ہوئی تو اپنی جگہ پر اڑے رہ کر بڑے بھائی سے تعلقات خراب کرنے کا کیا حاصل ہوگا۔ بہتر ہے کہ ان سے موافق [illegible] کر اپنی [illegible] ندگی کو [illegible] ہونے سے بچا لیا جائے۔ اور اس نے ایک دن یہی قدم اٹھایا تھا۔ کچی تنبیہ طور پر اس کی کوششیں جلدی رنگ لائیں اور جب طیبہ آ [illegible] کی [illegible] تھی تو اس

بڑے مطمئن انداز میں سانس لی تھی۔ اور خاور نواب کے پوچھنے پر فخر سے جواب دیا تھا۔

"اب اس کے خیال سے باز آ جائے وہ تو وہ اس کی ہوا بھی نہ لگ سکے گی۔"

"آپ کا محض حسن ظن ہے۔۔۔ کیا آپ کو یقین ہے کہ وہ اپنے شوہر سے مطمئن رہ سکے گی۔؟"

اس استفہامیہ جملہ میں بڑا گہرا طنز چھپا ہوا تھا۔ اس نے فوری طور پر تو کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ لیکن اپنی جگہ پر گہری سوچ میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اور جب اس کے کانوں میں طیبہ اور اس کے شوہر کے اختلافات کی خبریں آنے لگیں تو اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اس نے چاہا کہ بنی بنائی بات نہ بگڑے مگر حالات روز بروز دگرگوں ہوتے جا رہے تھے۔ طیبہ کا بیان تھا۔

"شوہر گالیاں دیتا ہے۔"

"مارتا ہے۔"

"اور اس کی نند اس کی خوبصورتی کا بازار لگا کر چپکے چپکے گھر بھرنا چاہتی ہے۔"

ممتاز سارے حالات سے باخبر تھا وہ ایک مخلص کی طرح برابر اس کی سسرال جاتا تھا اس کے گھر والوں کو خیریت لا کر دیتا تھا اور چاہ رہا تھا کہ یہ سلسلہ درمیان میں ٹوٹنے نہ پائے۔۔۔ لیکن قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔ طیبہ کے دائم المریض بھائی طویل عرصہ تک دق میں مبتلا ہو کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اسے اس موقع پر سسرال سے گھر آنے کی اجازت ملی۔ بس پھر کیا تھا وہ بپھر گئی۔

"میں اب واپس نہیں جاؤں گی۔" وہ زبردستی میکے میں آ کر تن گئی۔

"چاہے دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے لیکن جو میں نے سوچا ہے وہی ہو گا۔"

بات آگے بڑھ گئی۔ معاملہ عدالت میں پہنچ گیا۔ ممتاز پیروی کرنے لگا۔ صرف اسلئے کہ ناصر کی غربت متحمل نہیں تھی۔ اور اسی کی پیروی کا یہ نتیجہ تھا کہ حاکم نے طیبہ کے حق میں فیصلہ دیدیا۔ اس کے شوہر کو طلاق دینی پڑی۔ مگر ساتھ ہی ساتھ ایک زخم بھی لگا اس کو اور تین مہینہ کی پھول سی بچی ماں کی گود سے چھین کر ہمیشہ کے لئے باپ کے سائے میں چلی گئی۔

یہ حادثہ کچھ کم نہ تھا۔ ممتا پر بجلیاں ٹوٹ پڑیں۔ طیبہ کے ہوش و حواس گم ہو گئے۔ وہ ہر وقت کھوئی کھوئی سی رہنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو چھلکا کرتے۔ ہونٹوں پر آہ کھیلا کرتی۔ اور دل میں طوفان بپا رہتا۔۔۔ وہ بغیر یوسف کے کارواں ہو گئی۔ اس کی سہیلیوں نے اسے سہارا دیا۔ گداختہ قلب بجھکر اس کی دلجوئی میں اور شدت آ گئی۔ وہ صبح سے شام تک انھیں لوگوں کے جھرمٹ میں رہنے لگی۔ لیکن اب اس میں غیر شعوری تبدیلی آ چکی تھی۔ تبھی سے اس کی دلچسپی کم ہو گئی تھی اور وہ کچھ کھو کر سیکھ گئی تھی پھر بھی اس پر انگلیاں اٹھنے لگی تھیں۔ اسے آوارہ کہا جانے لگا تھا۔ فاحشہ کے لقب سے یاد کیا جانے لگا تھا اور طنز کے تیر و نشتر پھینکے جانے لگے تھے۔ وہ اب لڑکی نہیں رہی تھی بلکہ عورت بن چکی تھی اور ماں بھی۔ اس کے چہرے پر ہلکا ہلکا تقدس لہریے مارنے لگا تھا۔۔۔ ممتاز کی نگاہیں بار بار اس کے مقدس چہرے سے ٹکرائیں اور جذبہ ہمدردی نے کروٹ لی۔ وہ اس کی طرف کھنچنے لگا۔ اور زخم پر پھاہا رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ غیروں کے ساتھ ساتھ سوتیلی ماں و بہن بھی اوچھے ہتھیاروں سے وار کرنے پر اتر آئی ہیں۔ حقیقی باپ نے بھی تشدد شروع کر دیا ہے اور زمین آسمان اس کے لئے تنگ ہو گئے ہیں۔

ممتاز کا نرم دل ان باتوں کی تاب نہ لا سکا۔ اس نے سوچا۔ جہاں سے جاگے وہاں سے سویرا۔ لغزش انسان ہی سے ہوتی ہے۔ نیچے بھی وہی گرتا ہے اور اوپر بھی وہی اٹھتا ہے۔ کم از کم اسے ایسی سزا تو نہ دینی چاہیے کہ وہ جینے ہی سے تنگ آ جائے۔ پھر ایسے عالم میں جبکہ ممتا سے بھرپور کلیجہ پاش پاش ہو رہا ہے۔ اس نے ٹھکرائی ہوئی طیبہ کو اپنا سہارا دیا۔ اور اس کے زخموں پر مرہم رکھنے کے لئے اس کے گھر میں آنا جانا شروع کر دیا نا صرف اس کے دیرینہ مراسم تھے پھر وہ ہر دکھ درد میں شریک رہا تھا۔ بھلا کیسے ممکن تھا کہ اس پر کوئی پابندی لگائی جاتی۔ وہ برابر اس کے پاس جا رہا تھا اور سب کو حیرت ہو رہی تھی۔ یہ ہوا کا رخ بدل کیسے گیا۔ جو کل تک نفرت کرتے تھے وہ آج رغبت کیسے کرنے لگے۔ ممتاز کی بھتیجیوں کی باچھیں کھلی ہوئی تھیں، ماحول جگمگا رہا تھا اور وہ طلائی سمندر میں بہتا ہوا دور بہت دور نکلا جا رہا تھا۔

۵

اور طیبہ بھی اپنے حالات کے دھارے میں بہی چلی جا رہی تھی۔

اس کی تمنائیں وسیع تھیں۔ اس کا دامن شوق کشادہ تھا۔ اور اس کے جذبات لپکتے ہوئے تھے۔ اس نے ممتاز کو اپنی بے بسی کی داستانیں سنا سنا کر پتھر سے موم بنا لیا تھا۔ وہ جو کل تک اس کے اعمال و کردار کی وجہ سے پسند نہ کرتا تھا کہ اس کی آمد و رفت گھر میں رہے اب اس کوشش میں مبتلا ہو گیا تھا کہ اسے سہارا دے کر راہ راست پر لگا دے۔ وہ مستقل اس کے سلسلہ میں سوچنے لگا تھا اور یہ سمجھنے لگا تھا۔

"طیبہ بری نہیں ہے۔ بلکہ لوگوں نے اپنا مطلب نکالنے کیلئے اسے برا بنا دیا ہے۔"

"یہ دنیا تو بڑی خود غرض ہے۔"

"اور وہ کم از کم خود غرض نہ بنے۔" مرد جس قدر عقلمند کہلاتا ہے جوان عورت کے معاملہ میں اسی قدر بیوقوف بھی ظاہر ہو جاتا ہے اور ممتاز کی بھی آئی عقل گم ہو گئی تھی۔ اس کی نفرت ہمدردی میں تبدیل ہوتی جا رہی تھی اور وہ صبح و شام طیبہ کے یہاں پہنچنے لگا تھا۔ اس سے وہ پردہ نہیں کرتی تھی اور موقعہ پا کر انتہائی معصومیت کے ساتھ کبھی کبھی آ لپٹتی تھی۔

"مرد ہو تو آپ کے ایسا۔"

"کتنا صحیح اور پاکیزہ دل ہے آپ کے پہلو میں۔"

"یقین جانئے میرا تو جی چاہتا ہے کہ آپ کی پرستش کروں۔"

"کس قدر احسان ہے آپ کا مجھ پہ۔"

"کتنے اچھے آدمی ہیں آپ۔!"

اور پھر وہ لگاوٹ کی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگتی۔ ممتاز کی رگوں میں بجلی سی دوڑنے لگتی تھی۔ اور وہ اس کے پاس سے چلا آتا تھا۔ اسے خیال پیدا ہوتا تھا۔ میری عمر جوانی کی حدوں سے آگے نکل چکی ہے۔ طیبہ میری بھتیجیوں کی سہیلی اور ہم سن ہے بھلا میں اس کے قابل کہاں ہوں۔ مگر وہ اپنے انداز و اطوار سے اس پہ ظاہر کر رہی تھی۔

"تم ہی تو میرے قابل ہو۔"

"میں تمہارے جیسا رحم دل اور قدردان مرد ڈھونڈ رہی تھی۔"

"کاش تم مجھے مل جاتے۔"

"اور میں تمہارے سینہ پہ سر رکھ کر اطمینان کی سانس لے سکتی۔"

ممتاز غیر محسوس طور پہ اس کی طرف کھنچتا جا رہا تھا۔ اور محلہ میں کانا پھوسی ہونے لگی تھی۔

"باسی کڑھی میں ابال آیا ہے۔"

"ممتاز صاحب کو بھی جوش پیدا ہوا ہے۔"

"عورت ہوتی ہی ایسی ہے"

"پھر طیبہ تو غضب کی عورت ہے۔"

وہ سچ مچ غضب کی عورت تھی۔ اس کی آنکھوں میں مستی کا بے پناہ سمندر

ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ اس کی نس نس میں شباب کی برق کوند رہی تھی۔ اس کی بوٹی بوٹی پھڑک رہی تھی۔ اور وہ جس طرف دیکھ لیتی تھی ایک محشر خاموش برپا ہو جاتا تھا۔ اور ممتاز کے دل و دماغ میں بھی محشر خاموش برپا ہو رہا تھا۔ اس کی بیوی طاہرہ کے کان کھڑے ہو رہے تھے اور وہ اکثر کہتی تھی۔

"مجھے تو دال میں کالا دکھائی دیتا ہے۔"

"ان کا کیا اعتبار ہے وہ تو جنم کے حسن پرست ہیں۔"

"اور طیبہ کیلئے بھی کچھ پابندی نہیں ہے سو تیر ترکش میں ایک سو رکھے بیٹھی ہے۔"

"اللہ اللہ کرو بی بی۔ ایسی باتیں زبان سے نکالتے تم کو شرم نہیں آتی۔" اسکے جیٹھ کی بیوی رقیہ کے تیور بگڑ جاتے تھے۔ وہ اپنی بچیوں کی عزیز ترین سہیلی کو سچ مچ طیب و طاہر سمجھتی تھیں۔

"مگر میں نے کہا کیا۔؟"

"بھلا اب اس سے بڑھ کر کیا کہو گی۔ کیا تم نے طیبہ کو بھی آج کل کی آزاد اور بے تکی لڑکیوں میں شمار کر لیا ہے وہ پردہ نشین بچی ہے۔ اس کے قدم کبھی نہیں لڑکھڑائے۔ مفت میں لوگ اسے بدنام کرتے ہیں۔"

اور طاہرہ جو خود پرانے ماحول کی پروردہ تھی یہ سوچ کر اپنی رائے بدلنے پر مجبور ہو جاتی تھی۔

"بھابی غلط نہیں کہتی ہیں۔"

"آوارگی بدچلنی اور منہ کالا کرنا تو فیشن ایبل بے پردہ اور خوشحال گھرانوں کی لڑکیوں کا طریقہ ہو سکتا ہے۔ وہ مرد مار بیباک ہوتی ہیں۔ آنکھوں کا پانی کمبختوں کی ڈھل

جاتا ہے۔ پردہ نشین لڑکیاں کہاں ان باتوں میں پڑ سکتی ہیں محض خیال ہے۔"

اور پھر وہ اپنے اوپر لعنتیں بھیجتی اپنے کو برا بھلا کہتی اور سب کے ساتھ خود بھی طیبہ کی پاکیزگی پر ایمان لے آتی۔ ۔ ۔ اور اس کے لئے کبھی کبھی سوچتی۔

"بین سے بڑا اچھا جوڑ ہے۔"

"نہ جانے وہ کیوں نہیں شادی کر لیتا ہے۔"

"ایسی بے بس اور زمانے کی ستائی ہوئی لڑکی کو گلے لگانے کا تو دونا ثواب ہوگا۔"

مگر بین تو اپنے تنگے پر ہاتھ ہی نہیں رکھنے دے رہا تھا۔ اس کا منہ بہت بڑا تھا۔ وہ دور کی کوڑی لانے کی فکر میں تھا اور اس کا جی چاہ رہا تھا کہ کوئی ایسا شکار پھنسے جس کی بدولت وہ چھلانگ مارتے ہیں اونچا اور بہت اونچا ہو جائے۔ وہ دفتر سے واپسی پر خضر گنج کے چکر کاٹا کرتا تھا۔ کافی ہاؤس کے پھیرے لگایا کرتا تھا اور یہ سوچا کرتا تھا۔

"کیسے مالدار لڑکی دام میں آسکتی ہے۔؟"

اسے صرف لڑکی ہی نہیں چاہیے تھی بلکہ دولت کی بھی خواہش تھی۔ اور اسی لئے وہ طیبہ کو گلے کا ہار بنانے پر تیار نہ تھا۔ وہ صرف عورت تھی مال اسکے پاس نہیں تھا اور جب تک کے ساتھ مال نہ ہو اس وقت تک اس کو منہ لگانا اپنے کو خطرے میں ڈالنا ہوا کرتا ہے۔

اچانک بین کو معلوم ہوا دہلی میں اس کے باپ کے دیرینہ دوست کی بچی بیوہ ہو گئی ہے۔ بڑی دولت ہے۔ بڑی دولت ہے۔ بڑے کروفر ہیں۔ اور بڑی شان و شوکت ہے۔ اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ اور وہ دفتر سے چھٹی لیکر کچھ دنوں کے لئے وہاں امتحان دینے کے بہانے روانہ ہونے لگا۔ ۔ ۔ ۔ ۔

"کہاں چلے۔؟" موقعہ پا کر ایک دن رات کے اندھیرے میں طیبہ نے اسے ٹوکا۔

"ذرا امتحان دینے دہلی جا رہا ہوں۔"

"یا محبت کا کوئی نیا سبق پڑھنے جا رہے ہو۔؟"

"محبت کا سبق تو تم سے لے چکا اب کسی اور سے لیکر کیا کرونگا۔؟"

"اگر میرا دیا ہوا سبق یاد ہوتا تو پھر مرا گن نہ گاتے۔؟"

"تو کیا تمہارے خیال میں میں کسی اور کا گن گا رہا ہوں۔"

"بالکل ورنہ ضرور مجھ سے ابتک نکاح کر چکے ہوتے۔!"

"تم بھی بالکل پاگل ہو۔ محبت کا مزہ پابندی میں نہیں آزادی میں ہے۔"

اور بین نے یہ بات اس کے دل کی کہہ دی۔ پابندی تو جذبات کو کچل دیتی ہے اور وہ پابند رہکر خوب مزے اٹھا چکی ہے بھلا اب کیا کسی کی پابند ہوگی۔ یہ تو محض کہنے کی باتیں ہیں تاکہ کسی کو بدگمانی نہ ہو اور کوئی یہ نہ سمجھ لے۔ طیبہ آزادی ڈھونڈتی ہے۔

وہ کنواری مریم بنکر آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتی تھی۔ اس کی پرانی تربیت نے ہی بنا یا تھا اسے ٹٹی کی آڑ سے شکار کھیلنا ہیٹی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اس نے سوچا چلتے چلتے بین سے ایک بار اور شکار کھیل لیا جائے۔ وہ بھی موقعہ سے فائدہ اٹھانے میں پیش پیش تھا۔ ویسے طیبہ سے اب اس کو کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی۔ اس کی نگاہوں میں اشاد چکر کاٹ رہی تھی۔ اس کا خیال تھا آزاد خیال لڑکیاں اپنے کو خود سپرد کر دیتی ہیں۔ انکی طرف بس ایک بار نگاہ غلط انداز سے دیکھ لینے کی ضرورت ہے۔ پھر تو یہ خود آغوش تمنا میں ہنستی کھیلتی جنت کی طرح آ گرتی ہیں۔ اس نے تعلیم یافتہ لڑکیوں کا دوسرے نظارہ کیا تھا اور ان کے سلسلہ میں ایسے لوگوں سے باتیں سنی تھیں جو کھٹے انگور کو کھا کے کی مثل صادق کیا کرتے ہیں۔ جن کو اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا البتہ دوسروں

کی آنکھوں کا تنکا فوراً دکھائی دے جاتا ہے۔ مین خوش فہمی میں مبتلا تھا وہ طیبہ سے رخصت ہو کر اٹھلاتا ہوا خاور نواب کی بیٹھک میں پہنچ گیا۔

"کہو پیارے اب کیا ارادے ہیں۔؟" انہوں نے اسے دیکھتے ہی پوچھا۔

"سفر کر رہا ہوں۔؟"

"کیوں کیا یہاں سے جی بھر گیا۔؟"

"نہیں۔"

"پھر۔؟"

"ذرا لمبا ہاتھ مارنا چاہتا ہوں۔"

"سچ کہو۔؟"

"میں جھوٹ تو بولتا ہی نہیں۔ ابا کے دوست کی بیٹی نشاط بیوہ ہو گئی ہے موقعہ اچھا ہے سوچتا ہوں عورت اور روپے دونوں پر ساتھ ساتھ قبضہ جما لوں"

"خیال تو بڑا نیک ہے مگر۔۔۔۔۔"

"اگر مگر کچھ نہیں آزاد خیال لوگ ہیں پھر تعلیم یافتہ بھی انکو پھانسنے کتنی دیر لگتی ہے؟"

"تو پھر بسم اللہ کرو نیک کام میں دیر نہیں کرتے۔"

"بس پا بہ رکاب ہوں صرف آپ سے ملنے چلا آیا تھا۔"

"اور اپنی طیبہ سے نہیں ملے۔؟"

"بھلا کہیں ایسا ہو سکتا ہے کہ بغیر اس سے ملے چلا جاتا۔"

"کسی کے سپرد بھی کر دیا اسکو۔"

"آپ میری جگہ ڈیوٹی دیتے رہیے گا۔"

"مگر آج کل تو میاں ممتاز دورے ڈال رہے ہیں۔"

"کہیں کچے دھاگے میں بھی جان ہوتی ہے۔ ان کی تو عقل سٹھیا گئی ہے۔ جو پچھ سمجھتا ہے پھنسنے کی طیبہ اُن سے اور پھر مجنوں بنا کر چھوڑ دیگی۔"

"اس کا اثر تو اُن پر خاصہ ہو چکا ہے اور کل تک جو بڑے مخالف بنے پھرتے تھے اب گُن گاتے پھر رہے ہیں۔"

"یہی تو اس کی کامیابی کی دلیل ہے۔"

"بڑی چونکھی عورت ہے۔"

"اس میں تو کوئی شک نہیں۔ مگر آپ تو کوئی اور دل و دماغ میں چٹکیاں لے رہے؟"

"نشاط۔۔۔۔۔" خاور نواب نے برجستہ کہا اور وہ مسکرا کر سر ہلاتا ہوا چل دیا۔

ٹرین کا وقت قریب تھا اسے دہلی پہنچنے کی بڑی جلدی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ دوسروں کے رنگ جمنے سے پہلے اپنا رنگ جمانا ضروری ہے۔ اُس کے قدم تیزی سے اُٹھنے لگے بیحد تیزی سے۔

۶

راجندرا پارک ۔ بابو

بس کنڈکٹر کی آواز گونجی اور وہ چھلانگ لگاتا ہوا گیٹ پر آ گیا۔ آج اسے پوسا روڈ پہنچنے کی بڑی جلدی تھی۔ اس نے سن رکھا تھا یہ دہلی کا وہ پرسکون علاقہ ہے جہاں پہنچتے ہی اضطراب و ہیجان دور ہو جاتے ہیں طبیعت کو فرحت محسوس ہوتی ہے اور صاف و شفاف سڑک پر ٹہلنے کو جی چاہتا ہے۔ اور وہ بھی اب آنکھ بند کر کے ٹہلنا چاہتا تھا..... طبیعت کو فرحت پہنچانا چاہتا تھا اور اضطراب و ہیجان سے دامن چھڑانا چاہتا تھا۔ اس کی نس نس میں گھٹن سی پیدا ہو گئی تھی۔ دماغ میں ٹیسیں اٹھنے لگی تھیں اور میٹھا میٹھا درد پیدا ہو گیا تھا۔

بس کی رفتار دھیمی ہوئی اور وہ سب سے پہلے کود پڑا۔ دونوں وقت مل رہے تھے۔ مرکری لائٹ کی ٹھنڈی ٹھنڈی کرنیں نگاہوں کو دعوت سرور دے رہی تھیں اور موسم بہار کی البیلی ہواؤں کے جھونکے بار بار اس کے گھنگھریالے بالوں کو بکھیر رہے تھے۔ اس نے ایک دوکان کے آئینہ میں اپنے کو دیکھا۔ چوڑی پیشانی پر ان گنت چھلے بن گئے تھے۔ مانگ کی تراش میں بڑا سلیقہ تھا۔ پتلون کی کریز بدستور تھی اور جوتا خاصہ چمک رہا تھا۔ اس نے اطمینان کی سانس لی ڈبیہ سے سگریٹ نکال کر جلائی اور آہستہ آہستہ قدم بڑھانے لگا۔

وہ دہلی آج سے بہت پہلے بھی آیا تھا۔ پنجاب والے اس وقت بھی یہاں کثرت سے تھے۔ مگر آج کی سی ریل پیل نہ تھی۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ مال روڈ لاہور کے چکر کاٹ رہا ہے۔ ہنستی مسکراتی اور بل کھاتی دوشیزائیں چست شلوار اور جمپر زیب تن کیے گلے میں دوپٹہ ڈالے چہل قدمی کرتی ہوئی اس کے پہلو سے گزر رہی تھیں۔ وہ کنکھیوں سے دیکھ رہا تھا۔ اسے پنجاب کے حسن میں بڑی تازگی و حرارت محسوس ہوتی تھی۔ وہ کبھی کبھی اپنے ہمسنوں میں بیٹھ کر مذاق ہی مذاق میں کہہ جاتا تھا۔

"پنجاب کی عورتیں مستقل پٹاخہ ہوتی ہیں..... تیر کی طرح ستواں ناک، بڑی بڑی رس بھری آنکھیں، شباب و شعر سے بھرپور جسم اور سلگتی ہوئی جوانی....." اس کے منہ میں پانی آنے لگتا تھا اور آج بھی اس کی رال ٹپکی پڑ رہی تھی۔ وہ پنجاب کی عورتوں کا رسیا تھا..... شہر کے اس حصہ میں اونچے درجہ کے پنجابی آباد تھے۔ نئی وضع کی کوٹھیاں سڑک کے کنارے مست شباب لڑکیوں کی طرح سینہ تانے کھڑی تھیں۔ شیشوں کے دروازوں سے بجلی کی روشنی اس طرح پھوٹ رہی تھی جیسے مہین دوپٹہ سے کسی کے گلابی گلابی گالوں کی چمک دمک پھوٹتی ہے..... کہیں لان میں ٹینس اور بیڈمنٹن کھیلا جا رہا تھا کہیں آرکسٹرا کی لہروں میں پرشباب ہستیاں تیر رہی تھیں اور کہیں سے ریڈیو بجنے کی آواز آ رہی تھیں..... اسے پوسا روڈ کی ہوا پیاری معلوم ہو رہی تھی۔ ہر انداز دل کو لبھا رہا تھا اور ہر چیز میں ایک بانکپن نظر آ رہا تھا..... وہ چلتے چلتے ایک کوٹھی کے پاس رک گیا..... نمبر و نام کو غور سے اس نے پڑھا۔ اور آپ ہی آپ اس کے چہرے پر سرخی دوڑ گئی۔ وہ بے تحاشہ اندر داخل ہو گیا..... چاروں طرف سناٹا طاری تھا۔ یہاں نہ ریڈیو بج رہا تھا۔ نہ آرکسٹرا کی لہروں میں کوئی تیر رہا تھا۔ نہ لان میں آؤٹ ڈور

نسیم کی برکت سے چہل پہل تھی۔ ۔ ۔ ۔ اس کے دل پر ایک گھونسہ لگا۔ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی کچھ نہ رہا۔ ۔ ۔ اسے خیال پیدا ہوا۔ اور اس کے قدم مَن بھر کے ہو گئے۔ پاؤں کی آہٹ پا کر چوکنا ہوئے اور چیخ چیخ کر زمین و آسمان ایک کرنے لگے۔

"شٹ اپ پوپ" ایک مترنم آواز گونجی اور اجنبی کی آمد پر ہنگامہ مچانے والے کتے بچے مرمری پیروں پر پیار سے اپنا منہ رگڑنے لگے۔ اس کی نگاہوں میں بجلی سی چمک گئی۔ وہ شعلہ جوالہ کو دوبارہ دیکھنے کی کوشش ہی کر رہا تھا کہ اس سے پوچھا گیا۔

"آپ کس سے ملنا چاہتے ہیں۔۔؟"

"نسیم صاحب سے۔"

"مگر وہ تو ایک ٹی پارٹی میں گئے ہوئے ہیں۔ تھوڑی دیر انتظار کر لیجیے آٹھ بجنے سے پہلے آجائیں گے۔۔۔" اور وہ جو کھڑا تھا برآمدہ میں پڑی ہوئی ایک خوشنما کرسی پر بیٹھ گیا۔

"آپ کی تعریف۔۔۔۔؟"

"میں ان کی لڑکی ہوں۔ نشاط۔"

"نشاط۔۔؟" بالکل غیر ارادی طور پر اُس کے منہ سے نکل گیا۔ اور وہ سامنے سے ہٹ گئی۔۔۔ عورت اُس کی سب سے بڑی کمزوری تھی نہ جانے کیوں اسے دیکھ کر اس کے دل میں ہلچل مچ جاتی تھی۔ وہ اپنے کو بھول جاتا تھا اور پہروں کھویا رہتا تھا۔ اس کے ساتھیوں کا کہنا تھا۔

"تمہارے اعصاب پر عورت سوار ہے۔۔۔۔"

اور وہ سوچتا تھا۔۔۔ برا کیا ہے۔ عورت ہی تو سوار ہے۔ کوئی بھوت تو نہیں سوار ہے۔ لیڈر بننے کا نشہ تو نہیں سوار ہے۔ اور جنت کو لوٹ جانے کے لئے جہاد چھیڑنے کا خبط تو نہیں

سوار ہے۔ عورت تو مرد کے اعصاب پر سوار ہونے کے لئے پیدا ہی کی گئی ہے۔ وہ تو پہلے دن سے سوار ہے اور شاید آخر دن تک سوار رہے گی۔ اس کی فری لائف تھی۔ وہ پارک میں لڑکیوں کا پیچھا بھی کرتا تھا۔ انہیں دیکھ کر خاص انداز سے مسکراتا بھی تھا اور بس اسٹینڈ پر انہیں کھڑا دیکھ کر اپنی سائیکل کو سیکڑوں چکر بھی دیتا تھا۔ مگر نشاط کو دیکھ کر اس طرح کی اسے کوئی ہمت نہ پڑ سکی۔۔۔۔ وہ سفید جوڑے میں جنت کی اپسرا معلوم ہو رہی تھی۔ اس میں ایک خاص قسم کا وقار تھا۔ اس کا شباب جوانی سے ہم آغوش ہو چکا تھا۔ وہ سنجیدہ اور متین عورت دکھائی دے رہی تھی۔

اس نے سوچا شاید یہ متانت اور سنجیدگی غم کا نتیجہ ہو۔ بیچاری پر غم کا پہاڑ بھی تو ٹوٹ پڑا ہے۔۔۔۔ اور پھر اس کی نگاہیں اچانک برآمدے میں لگی ہوئی تصویروں کے چکر کاٹنے لگیں۔۔۔۔ کشمیر کے مناظر کی تصویریں پہلگام کی برف پوش وادیوں کی تصویریں۔۔۔ اور دولہا دلہن کی تصویر۔۔۔۔ اس کی نظر ایک تصویر پر جم کر رہ گئی نشاط دولہن بنی کھڑی مسکرا رہی ہے اور پہلو میں اس کا شوہر فوجی ڈریس میں کھڑا اس کی زندگی کے خلا کو پُر کرنے کا وعدہ کر رہا ہے۔۔۔ اس کے دل پر ایک زبردست گھونسہ لگا۔۔۔ کتنا اچھا جوڑا تھا۔ اسے خیال پیدا ہوا اور وہ گھبرا کر کرسی پر سے اٹھ کھڑا ہوا۔

اسٹوڈیبیکر کار کی ہیڈ لائٹ کوٹھی کے سبزے پر سونا لٹانے لگی۔ اور کار کسی دولہن کی طرح متوالی چال سے پورچ میں آکر رک گئی۔ ڈرائیور نے جلدی سے اتر کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور ایک پچاس پچپن برس کا خوش پوش انسان منہ میں سگار دبائے برآمد ہوا۔ اس نے جھک کر سلام کیا اور جیب سے ایک لفافہ نکال کر پیش کر دیا۔۔۔ ایک لمحے کے لئے فضا پر خاموشی طاری رہی پھر محبت و شفقت میں ڈوبی ہوئی آواز گونجی۔۔۔۔

"تو تم محسن ہو ...... میں تو تمہاری راہ ہی دیکھ رہا تھا۔ سامان کہاں ہے تمہارا؟"

"ریٹائرنگ روم میں......!"

"مگر تمہیں تو یہاں ٹھہرنا تھا پھر وہاں سامان کیوں رکھا۔ عجیب آدمی معلوم ہوتے ہو۔ جاؤ جلدی سے موٹر میں اور فوراً واپس آؤ۔ میں کھانے پر تمہارا انتظار کرونگا۔"

"بہت اچھا......" محسن لپک کر کار میں بیٹھ گیا۔ وہ زناٹے بھرتی ہوئی کوٹھی کے باہر نکل گئی اور نسیم صاحب دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے۔ ڈرائنگ روم کے ایک صوفے میں نشاط دھنسی ہوئی کسی انگریزی رسالہ کا مطالعہ کر رہی تھی۔

"میری بیٹی بھی بڑی بے خبر ہے گھر میں مہمان آیا ہے اور خود پڑھنے میں مشغول ہے۔"

"مہمان۔؟ وہ باپ کو دیکھ کر کھڑی ہو گئی۔

"میں نے تجھے بتایا تھا نا کہ میرے ایک بچپن کے دوست اسلام الدین ہیں جو لکھنؤ میں بال بچوں سمیت رہا کرتے ہیں۔ ان کا لڑکا محسن امتحان دینے کے لئے یہاں آنے والا ہے؟" نسیم صاحب بیٹی کے قریب بیٹھتے ہوئے بولے۔

"وہ تو آپ نے بتایا تھا ڈیڈی۔ مگر وہ ابھی آئے کہاں ہیں۔؟ نشاط باپ کے پہلو میں بیٹھ گئی۔

"ارے بھئی دیر تو باہر بیٹھا میری راہ دیکھ رہا تھا۔"

"مگر انہوں نے تو کچھ بتایا نہیں۔ سامان بھی ان کے ساتھ نہیں دکھائی دیا۔ نہ اپنے آنے سے پہلے انہوں نے کوئی تار ہی دیا۔ پھر میں کیسے سمجھ لیتی کہ آنے والے وہی ہیں مجھے تو خیال ہوا آپ سے لوگ ملنے آیا ہی کرتے ہیں یہ بھی کوئی ملنے والے ہونگے۔" نشاط بولی۔

"وہ بھی پگلا ہے۔ بغیر کوئی اطلاع دئے بے سرو سامان آدھمکا...... خیر اب خدا

اس کے۔ رہنے کے لئے کمرا ٹھیک کر دو میں نے اسے کار پر بھیجا ہے کہ اپنا سامان وغیرہ لے آئے...... یوں سمجھو کہ اپنا ہی بچہ ہے۔ ہر طرح اسے آرام ملنا چاہئے۔ کبھی اپنے جالندھر میں ہمارا اور اس کے باپ کا گھر اغل بغل تھا ہم لوگ ایک جان دو قالب تھے۔ تو تو چھوٹی سی تھی تجھے کیا یاد ہوگا تیری ماں آج زندہ ہوتی تو تجھے بتاتی......"

نسیم صاحب بولتے بولتے اداس ہو گئے ان کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور دبی ہوئی چوٹ ابھر آئی...... نشاط جو اپنے باپ کو حد سے زیادہ چاہتی تھی اور انکی خاطر اپنا غم بھولی رہتی تھی فوراً بات کا رخ بدل بیٹھی۔

"وہ لان کی طرف والا کمرا ٹھیک رہے گا ڈیڈی۔ ہوادار بھی ہے اور روشن بھی۔"

"مجھ سے کیا پوچھنا ہے جہاں تم مناسب سمجھو......" نسیم صاحب نے کہا۔ اور نشاط ایک دو ملازم کو ساتھ لیکر اس طرف بڑھ گئی۔ ویسے تو کوٹھی کا ہر کمرا صاف ستھرا رہتا ہی تھا پھر بھی مہمان کی خاطر دیکھ ریکھ ضروری تھی۔ سلیقہ سے اس نے سنگار میز رکھوائی۔ ایک کونے میں رائٹنگ ٹیبل رکھوایا مسہری پر گدا و چادر بچھوائی ایک ایک چیز کو غور کیا اور پوری دلچسپی کے ساتھ اپنا فرض ادا کرنے لگی......

نسیم صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ ان کے دل کی گہرائیوں سے آہستہ آہستہ آواز آنے لگی۔

"بہت دیر میں آئے محسن میاں۔

"کاش تم کچھ پہلے آ گئے ہوتے۔"

تم تو امر تھے۔ اور مجھے اپنی نشاط کے لئے امر ہی چاہیے تھا...... کیا خبر تھی کہ میں اس کے لئے امر نہیں ڈھونڈ سکوں گا۔ پانی پر اٹھنے والا ایک بلبلا ہاتھ لگے گا اور

دیکھتے دیکھتے ٹوٹ جائے گا.... خدا کی مصلحت کو اس کا بندہ نہیں سمجھ سکتا اور سمجھ ہی لے تو پھر اللہ اور بندے میں بھید ہی کیا رہے — اور یہی بھید تو سب کچھ ہے۔ جہاں بندہ اللہ بننے لگا وہاں ہنگامہ برپا ہوا.... قدرت نہیں چاہتی کہ کوئی اس کی باتیں جان سکے اور میں بھی کچھ نہ جان سکا۔ میں نے تو اپنی اکلوتی بیٹی نشاط کا ہاتھ اس لئے پیلا کیا تھا کہ میرے دل کی پھلواری میں سرسوں پھول اٹھے گی۔ روٹھی ہوئی بہار ایک بار پھر واپس آجائے گی اور سونا سونا گھر جگمگا اٹھے گا.... مگر میرا چاہا کچھ نہ ہوا.... نبین میاں تم پہلے آگئے ہوتے تو ضرور میرا چاہا پورا ہو جاتا۔ مگر تم آ کیسے سکتے تھے ہر کام تو اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے اور اللہ کی یہ مرضی نہ تھی۔"

موٹر کے ہارن کی آواز گونجی.... اور وہ نبین کا خیر مقدم کرنے کے لئے باہر چلے گئے۔ نشاط بھی ان کے پیچھے پیچھے دوڑی اور پھیکے چہرے کچھ دیر کے لئے شاداب ہو گئے.... کچھ دیر کے لئے۔

۷

رات آدھی سے زیادہ بیت چکی تھی.....

مگر نسیم صاحب کی آنکھوں میں نیند کا نام نہیں تھا.... وہ بار بار کروٹیں بدل رہے تھے پھر بھی کسی پہلو انہیں قرار نہیں مل رہا تھا.... بار بار ان کا ضمیر انہیں ٹھوکا دے رہا تھا۔ اندر کا چھپا ہوا انسان چٹکیاں لے رہا تھا اور دو ڈوبتی ہوئی آنکھیں اُن کے تصور میں ناچ رہی تھیں۔ پیار و محبت سے لبریز آنکھیں۔ اور اداس و بے بس آنکھیں.... ایسی ہی کالی رات تھی۔ اسی طرح بارہ بج چکے تھے اور اچانک کوئی ان کا دروازہ پیٹنے لگا تھا.... وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھے تھے بے دھڑک دروازہ کھولنے کی انہیں ہمت نہیں ہوئی تھی.... وقت خراب تھا۔ چاروں طرف آگ لگی ہوئی تھی۔ خون کی ہولی کھیلی جا رہی تھی.... وہ سہمے سہمے شیشے سے جھانکنے لگے تھے.... پُر امید آنکھیں دامن پھیلائے دکھائی دی تھیں اور ان کا دل دردمند تاب نہ لا سکا تھا۔ انہوں نے دروازہ کھول دیا تھا....

"میری یہ امانت ہمیشہ کے لئے آپ کے حوالے ہے...." ننھی سی جان گٹھری میں لپٹی ہوئی ان کی طرف بڑھائی جا رہی تھی...."

"مگر تم کون ہو....؟"

"آپ ہی کے دیس کا رہنے والا پنجابی ہوں جس کے اپنے پاگل ہو گئے ہیں۔

جس کا سب کچھ لٹ گیا ہے۔ بس یہی اب ساری کائنات ہے اسے خدا کے لئے نہ لٹنے دیجئے گا اور آگ کے شعلوں کا رخ اس طرف ہونے سے پہلے اسے لے کر دور بہت دور چلے جائیے گا.....؟"

"مگر.......؟"

"بس کچھ نہیں میرا کام ختم ہو گیا..... میری امانت برباد نہ ہو ورنہ حشر میں خدا کے سامنے میرا ہاتھ ہوگا اور آپ کا گریباں.....؟"

"نہیں تمہاری امانت کبھی برباد نہ ہو گی آج سے یہ میری کائنات ہے....؟"

اور وہ ننھی سی جان سینے سے چپک گئی تھی..... آنے والے کی اداس آنکھیں ایک بار پھر روشن ہو گئی تھیں۔ وہ رات کی تاریکی میں نہ جانے کہاں گم ہو گیا تھا۔ مگر بے نور گھر میں ایک اجالا دے گیا تھا۔

"بن مانگے ملے موتی اور مانگے نہ ملے بھیک....." نسیم صاحب نے اپنی بیوی کی گود میں ننھی سی جان کو دیتے ہوئے کہا تھا۔

"اللہ کتنے مہربان ہیں ہم پر چاند کا ٹکڑا دے دیا ہمیں....." وہ خوش ہو گئی تھیں۔ لاولد جو تھیں۔

"اس کی خاطر تو اب پناہ کی جگہ ڈھونڈنی ہی پڑے گی۔" شوہر نے بیوی کو بتایا تھا۔

اور اس رات نسیم صاحب اور ان کی بیوی ایک پل نہیں سو سکے تھے۔ کچھ تو بن مانگے موتی ملنے کی خوشی میں اور کچھ پناہ کی راہ نکالنے کی فکر میں..... دوسرے روز وہ لوگ بیچ آگ اور خون میں لپٹے ہوئے پنجاب سے چل پڑے تھے..... دہلی آکر انہوں نے اطمینان کی سانس لی تھی نئے سرے سے اپنے کو بسایا تھا اور اونچے

بیاہنے پر کاروبار شروع کیا تھا..... مگر عجیب عورت کے نصیب میں نیا سکھ بھی لکھا نہیں تھا وہ معمولی سی بیماری میں جھٹ پٹ ہو گئی تھی اور نسیم صاحب کی ساری محبتیں سمٹ کر ایک مرکز پر آگئی تھیں۔ وہ ننھی سی جان کو پروان چڑھانے کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک دینے کو تیار ہو گئے تھے۔ انہوں نے بڑی محنت سے کسی کے چمن کی آبیاری کی تھی۔ مذہبی قسم کے آدمی تھے ہر وقت انہیں خیال رہتا تھا امانت میں خیانت نہ ہو جائے۔ ورنہ حشر میں خدا کے سامنے کسی کا ہاتھ میرے گریبان کی طرف بڑھے گا اور پھر کیا ہوگا.....؟ وہ یہ سوچ کر تڑپ اٹھتے تھے.....

آج ان کی یہ تڑپ بہت بڑھ گئی تھی..... ان کے تصور میں وہی پر امید آنکھیں چکر کاٹ رہی تھیں اور ان سے شکایت کر رہی تھیں.....

"تم نے میری امانت کی قدر نہ کی۔"

"اسے سرسبز ہونے سے پہلے مرجھا دیا.....؟"

"اسکی دنیا برباد کر دی.....؟"

"اسے باسی پھول بنا دیا.....؟"

"تمہیں ایسا نہیں چاہئے تھا.....؟" اور ان کی رگ رگ میں نشتر سے چبھ رہے تھے۔ دل کی دھڑکن تیز ہوتی جاتی تھی اور کلیجہ منہ کو آتا جا رہا تھا..... وہ سوچ رہے تھے.....

"میں نے اپنی نشاط کے لئے فوجی آدمی کیوں منتخب کیا..... مجھے یہ بھی تو سوچنا چاہئے تھا کہ سپاہی کی زندگی ہوا کا ایک جھونکا ہوتی ہے۔"

"مانا کہ وہ لفٹیننٹ تھا۔ اسے بہت جلدی ترقی ہونے والی تھی۔ مگر اس کا کام

کیا تھا۔ وہ زندگی سے کھیلتا۔ میں نے اتنا تو سمجھا ہوتا کہ زندگی سے کھیلنے والے کو کسی کی پھول برساتی ہوئی زندگی کیوں حوالے کی جائے۔۔۔؟

"کتنی نادانی کی میں نے۔؟"

"کتنا بڑا ستم کیا میں نے۔۔۔"

"کیا کہتا ہوگا نشاط کا دل۔ وہ تو میرے ہاتھوں میں بے بس تھی۔ میں اس کی شادی دیر سے بھی تو کر سکتا تھا۔۔۔ شاید نبن کچھ پہلے آجاتا تو دونوں آج کس حال میں ہوتے۔۔۔؟ وہ اُس خوشی کو سوچ کر جھومنے لگے۔۔۔ اس نے آکر ان کی زندگی میں ایک عجب کشمکش پیدا کر دی تھی وہ جب کھانے کی میز پر کنکھیوں سے اسے اور نشاط کو دیکھتے تو ان کے دل میں ایک ہوک سی اٹھتی ان کا بے اختیار جی چاہتا کہ وہ ایک کا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ میں دے کر کہیں۔

میرے ہاتھوں اگر زندگی برباد ہوئی تھی تو میرے ہی ہاتھوں دوبارہ سرسبز بھی ہو رہی ہے۔۔۔"

لیکن فوراً انہیں خیال پیدا ہوتا تھا۔ سماج و مذہب کے قانون ہاتھی کے دانت ہیں جو دیکھنے میں تو بھلے معلوم ہوتے ہیں مگر برتنے میں بڑے کڑوے ثابت ہوتے ہیں۔ بیواؤں کی شادی کا چلن تو ہے۔ پر بیٹے والے ان چھوٹی کلی کے اب تک زیادہ گرویدہ ہیں اور نشاط اب چھوٹی کلی نہیں رہا ہے۔ کیا پتہ نبن کی ماں اسے قبول نہ کرے اور ٹھکرا تو مگر ہاتھ رکھ دے۔

"میرے بیٹے کو کنواری لڑکیاں کیا نہیں ملیں گی جو میں بیوہ کو بہو بنا کر لاؤں؟ اپنے جیتے جی تو کبھی ایسا نہ ہونے دوں گی۔"

اور وہ اس جواب کا خیال کر کے دہل اٹھتے تھے۔ ان کا نبن کے باپ سے پرانا دوستانہ تھا وہ جانتے تھے ان کی عورت قدامت پسند ہے اور اسی لئے ان کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔ مگر وہ گھر آئی ہوئی بہار کو لوٹا دینے کے لئے بھی تیار نہ تھے کئی دن گزر چکے تھے۔ امتحان ختم ہو چکا تھا مگر انہوں نے یہ کہہ کر نبن کو روک لیا تھا۔

"آخر یہ گھر بھی تو تمہارا ہے جب تک نتیجہ نہیں نکلتا رہو دلی تو دیکھنے کی چیز ہے۔"

نسیم صاحب کی خواہش تھی کہ اس بہانے کچھ ہی دن سہی نشاط کا ذرا جی بہل جائے اکیلی رہتی ہے تا کہ اس کے جی بہلانے کے لئے ریڈیو ہے ٹرانسسٹر ہے پیانو ہے موٹر ہے مگر بھلا جو اپنے ہم سن سے لطف آتا ہے وہ ان چیزوں سے کہاں میسر ہوتا ہے۔ جب سے بیوہ ہوئی تھی کلب وغیرہ جانا اس نے بالکل چھوڑ دیا تھا۔ کسی ہفتہ ہوٹل کا رخ نہیں کرتی تھی۔ ہاں، رم کو بھی بالکل بھول گئی تھی۔۔۔ پاس پڑوس کی لڑکیاں اگر اسے مجبور بھی کرتی تھیں تو وہ انہیں سمجھا دیتی تھی۔۔۔

"میرے لئے ایسی جگہوں پر جانا اچھا نہیں ہے۔ رقم سجھوان کو سدھارے دس پانچ برس بھی تو نہیں ہوئے ہیں جو زخم بھر چلے ہوں۔ کل ہی کی تو بات ہے ابھی تو آنسو بھی نہیں خشک ہوئے ہیں میرے۔۔۔"

سب چُپ ہو جاتی تھیں۔ نشاط کہتی تو ٹھیک تھی۔ پچھلے ہی دنوں کی تو بات ہے کہ وہ چین کے حملے کا منہ توڑ جواب دینے گئے تھے۔ برابر خط بھیج رہے تھے۔۔۔ گھبرانا نہیں نشاط دشمنوں کو پیچھے بھگا دیا ہے۔ بہت جلدی فتح کے گیت گاتا ہوا آؤں گا۔۔۔ لیکن ایک دن خبر ملی وہ دشمنوں کی گولی کا نشانہ بن گئے کسی ڈھلوان سے ان کی لاش کھڈ میں گر گئی۔ وہ بھارت رتن تھے بسو مانتے

اور بڑے چاؤ سے.... سرکاری تمغہ ملا تھا بھارت کے صدر نے نشاط کو مبارکباد دی تھی.....

"تمہارا سہاگ، بھارت ماتا کی لاج بچانے کے لئے اجڑ گیا......"

"تم بڑی بھاگ شالی ہو......"

اور اس نے آنسوؤں کو پینے کی کوشش کی تھی۔ صبر و ضبط سے کام لیا جا رہا تھا۔ اور انکی مورتی پر پریم و شردھا کے پھول چڑھانا اپنا روز کا معمول بنا لیا تھا...... وہ اندھیرے منہ اٹھ جاتی تھی باغ میں جا کر پھول توڑتی تھی پھر مالا بناتی تھی اور انکی تصویر پر ڈال کر بڑی دیر آنکھیں بند کئے من ہی من میں باتیں کیا کرتی تھی......

"پریتم پنر شادی کا قانون تو ضرور ہے لیکن اس قانون کی پابندی تو وہ کرے جس کے من مندر میں کسی کی مورتی ہو......"

"میرے من مندر میں تو تمہاری مورتی ہے......"

"پھر بتاؤ میں کسی دوسرے دیوتا کی کیسے پجارن بن سکتی ہوں۔؟"

"میں تو تمہاری راہ دیکھ رہی ہوں۔"

"آؤ میرے روٹھے ساجن اب آبھی جاؤ....؟"

اس کی لانبی لانبی تنی ہوئی پلکوں پر ان گنت آنسوؤں کے موتی بکھر جاتے تھے وہ بیتے ہوئے دنوں کی خوشنما وادی میں چکر لگانے لگتی تھی..... اسے یاد آنے لگتا تھا... بسنت کا پر بہار مہینہ ہے.... موسم کی رانی دھانی پوشاک پہنے اٹھلا رہی ہے اور وہ اس کی زلفوں میں اپنی قلمی انگلیاں ڈالے کھیل رہے ہیں۔

"تم چاند ہو...."

"اور آپ چکور...؟"

"تم کلی ہو...."

"اور آپ بھونرا ہیں...."

"ہاں مگر ایسا بھونرا جو ایک ہی کلی کے منہ پر منہ رکھکر سونا جانتا ہو...."

"سب کہنے کی باتیں ہیں بھونرے تو ان گنت کلیوں کا رس چوسا کرتے ہیں"

"مگر میں صرف ایک کلی کا بھونرا ہوں اور وہ تم ہو...."

"مجھ سے بہتر کلیاں بھی تو ہیں چمن میں...؟"

"مگر پریم ہرجائی نہیں ہوتا نشاط...؟"

"کیسے مان لوں...؟"

وہ اس جواب کے بعد کچھ نہیں بولے تھے اور اپنی حبیب کا سر تھپکا کر رہ گئے تھے.... چاندنی رات دلہن بنی ہوئی تھی۔ تاج محل رنگ و رس میں ڈوبا ہوا تھا اور انہوں نے صحن میں سنگ مرمر کے فرش پر بیٹھکر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا تھا۔

"یوں مان لو...."

"کیا کہا۔؟" وہ کچھ گھبرا سی گئی تھی اس کی سمجھ میں انکی بات نہیں آئی تھی۔

"میرا مطلب ہے کہ تاج محل کو دیکھکر میری بات کو مان لو۔"

"ابھی مجھ سے پہیلیاں نہ بجھائیے جو کچھ کہنا ہو صاف صاف کہئے...." وہ روٹھ گئی تھی....

"میری بھولی رانی۔۔۔۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ سچا پریم مر جائی نہیں ہوتا

اور اس کی زندہ مثال ہے یہ تاج محل۔"

"کیا معنی۔؟"

"معنی یہ ہیں کہ شاہ جہاں ہندوستان کے بادشاہ تھے۔۔۔۔ ان کیلئے ایک ممتاز محل کے مر جانے پر بہت سی ممتاز محل ممکن تھیں۔ مگر انہوں نے کسی طرف رخ نہ کیا اور ساری عمر ایک ہی یاد میں گزار دی۔۔۔۔"

"اوہ اب میں سمجھی۔۔۔۔ تو آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ بھی اپنی زندگی میری یاد میں گزار دیں گے۔۔۔۔؟"

"میں تو اپنی زندگی تم پر لٹا چکا ہوں۔۔۔۔"

"اچھا تو پھر آپ میرے شاہ جہاں ہیں۔۔۔۔"

"اور تم میری ممتاز محل۔۔۔۔"

"مگر میں آپ کی ممتاز محل ہوں تو میری قبر پر آپ کو بھی شاہ جہاں کی طرح ایک تاج محل بنوانا ہوگا۔۔۔۔"

"لیکن یہ نوبت تو اس وقت آئے گی جب میرا پریم جھوٹا ہوگا سچے پریم کی شان تو یہ ہوتی ہے کہ عاشق اپنی محبوبہ کے سامنے اٹھ جاتا ہے اور اگر میں تمہارے سامنے اٹھ گیا تو بتاؤ تم میری قبر پر کیا بناؤ گی۔۔؟"

"خدا نہ کرے ایسا وقت آئے آپ کے لئے تو آج بھی میرے من میں پریت کا محل کھڑا ہے اور کل بھی کھڑا رہے گا۔"

"سب سے بڑا تاج محل وہی ہے۔۔۔۔"

اور نشاط اسی تاج محل کی پہرہ دار تھی۔۔۔۔ وہ کسی کے ہاتھوں یہ تاج محل کیسے ڈھا سکتی تھی۔۔۔ کئی بار نبین نے اُسے ٹوکا۔۔۔۔

"آپ چپ بہت رہتی ہیں۔۔۔۔؟"

"اپنے محلہ کی تمام لڑکیوں سے الگ معلوم ہوتی ہیں۔۔۔۔"

"زندگی کا اصول بنائیے۔۔۔۔" آل ویز بی ہیپی۔۔۔۔

"پاسٹ از پاسٹ۔۔۔ جو گزر گیا اُسے بھول جائیے۔۔۔۔"

مگر اُس کے پیروں میں جنبش نہیں ہوئی تھی۔۔۔۔ وہ اپنے من مندر کے دیوتا کی طرف کچھ اور بڑھ گئی تھی۔۔۔۔ اب ایک کے بجائے دو مالائیں اس کی تصویر پر چڑھانے لگی تھی۔ زیادہ دیر آنکھیں بند کئے تصویر سے باتیں کرنے لگی تھی۔ اور ایک نئی خواہش پیدا ہو گئی تھی۔۔۔۔ مورتی میں جان آ جائے تصویر متحرک ہو جائے اور آغوش تمنا وا ہو جائے۔۔۔۔ فولادی ہاتھ اس کی طرف بڑھیں اور اسے اپنی مضبوط گرفت میں لے لیں۔۔۔۔ مگر یہ تمنا پوری نہیں ہو رہی تھی۔ اور وہ ناکام ہو کر تصویر پر اپنا منہ رکھ دیتی تھی اور سسکیاں ابھر آتی تھی۔۔۔۔

کبھی کبھی اس کی نظر غیر ارادی طور پر ضرور نبین کی طرف اٹھ جاتی تھی جس کی بوٹی بوٹی پھڑک رہی تھی۔ جس کے انگ انگ سے زندگی ٹپک رہی تھی۔ اور جو کبھی گنگناتا کبھی تھرکتا اور کبھی اکیلے کمرے میں ناچنے لگتا۔۔۔۔ اسے غصہ آنے لگتا وہ دل ہی دل میں کہتی۔۔۔۔

"کیسی تڑپ ہے معلوم ہوتا ہے چین سے بیٹھنے کو جی ہی نہیں چاہتا ہے۔ اور ایک وہ تھے جن کی تڑپ اللہ سے نہ دیکھی گئی اور ہمیشہ کے لئے انہیں سکون کی نیند

سُلا دیا...... وہ نشاط کا بے اختیار جی چاہتا کہ نمن بھی ان ہی کی طرح موت کی میٹھی نیند سو جائے...... پھر فوراً ہی وہ سنبھلتی اور سوچنے لگتی......

"کیا بتاؤں آپ نے انہوں نے میرا جو میں انکی موت چاہتی ہوں...... بڑی بری ہوں میں......" وہ اپنے آپ سے بیزار ہو جاتی...... پھر اس کے جذبات کا دھارا مڑ جاتا اس کے جی میں آتا کہ اپنے باپ سے کہے۔

"بس بہت ہو چکی مہمان داری اب ہٹائیے انکو......"

مگر وہ سوچتی۔ ڈیڈی کے دوست کو کتنا دکھ ہوگا۔ میرا اثر کا تھوڑے ہی دنوں میں کھل گیا اور وہ بھی تو خیال کریں گے......

"نشاط بڑی جلنے والی لڑکی ہے اچھا ہی ہو اگر کوئی اپنا نہیں ہے جب وہ پہلے سے بیزار ہوتی جاتی ہے تو اپنوں کو کیا گوارا کرتی......" اسے الجھن پیدا ہو جاتی اپنے آپ سے نفرت پیدا ہو جاتی اور وہ خیال بدلنے کے لئے گھر کے کام کاج میں لگ جاتی...... دن تو کسی طرح کٹ جاتا لیکن رات پہاڑ بن جاتی۔ اور آج کی کالی رات بھی سیاہ ناگن بن کر اسے ڈس رہی تھی...... اس کی خواب گاہ باپ کے بیڈ روم سے کچھ دور پر تھی۔ کبھی یہی کمرہ حجلۂ عروسی بنا تھا...... یہاں وہ اپنے شوہر کے ساتھ نہ جانے کتنی میٹھی میٹھی باتیں کرتی رہی تھی...... کیسے کیسے سپنے دیکھے تھے اس نے اور کیسے کیسے ناز و نزاکت کے مظاہرے کئے تھے...... کبھی وہ روٹھی تھی اور اس نے منایا تھا...... کبھی وہ نیند کا بہانہ کرکے منہ لپیٹ کر پڑ رہی تھی اور اس نے گدگدی لگائی تھی...... کبھی وہ دونوں ایک ساتھ کھلکھلا کر ہنس پڑے تھے اور فضا میں ان گنت انار چھوٹنے لگے تھے...... اس کمرے سے بہت سی یادیں وابستہ

تھیں۔ اسی لئے تو وہ بیوہ ہونے کے بعد بھی یہاں سے الگ نہ ہو سکی تھی......

نسیم صاحب نے چاہا تھا کہ زخموں پر نمک پاشی نہ ہو...... اور انہوں نے مشورہ دیا تھا۔ "میرا کہا مانو تو اب اس کمرے میں تالا ڈال دو......"

اور اس نے کچھ دنوں کے لئے ان کا کہا مان بھی لیا تھا...... کمرے میں تالا ڈال کر نکل آئی تھی مگر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کا سب کچھ کھو گیا ہے۔ وہ اپنے کو بھولنے لگی ہے اور نیم پاگل ہو گئی ہے۔ نسیم صاحب سے اس کی حالت نہ دیکھی گئی تھی اور انہوں نے مشورہ دیا تھا۔

"تم اسی کمرے میں سویا کرو......"

اس نے پھر تالا کھولا تھا۔ مسہری پر بستر جگمگا رہا تھا۔ سامنے تخت پر غالیچہ بچھا ہوا تھا۔ ان کا بربط بدستور اس پر رکھا ہوا تھا۔ ایش ٹرے میں وہ راکھ ابھی تک موجود تھی جو انھوں نے سگریٹ پیتے وقت جھاڑی تھی۔ گلدان میں مرجھائے ہوئے پھولوں کا گلدستہ سر جھکائے چپ چپ جدائی کی کہانی سنا رہا تھا اور وہ سج بن کر اس طرح بیٹھ گئی تھی جیسے کبھی ان کے آنے کے کچھ دیر پہلے بیٹھا کرتی تھی اسے خیال پیدا ہوا تھا...... وہ آ رہے ہیں۔ آ رہے ہیں اور پھر اپنا بربط اٹھا کر بجا رہے ہیں۔ انگ انگ میں گیت بکھرتے جا رہے ہیں پریم و پیار کے انمول گیت......

اس کے معمول میں یہ طریقہ داخل ہو گیا تھا...... اور آج وہ اپنے اسی طریقہ کو برت رہی تھی کہ اچانک نمن اس کے کمرے میں آ گیا تھا...... اور بے دھڑک بربط اٹھا کر چھیڑنے لگا تھا...... ع

یہ دکھ بھری آدھی رات بیتے کہاں سے آواز آ رہی ہے

سماج لوٹی کوئی حسینہ سروں میں جیتا سنا رہی ہے
حرارتیں جذب عاشقی کی لطافتیں حسن بیوگی کی
جمال معصومیت سے عالم کے دل پہ بجلی گرا رہی ہے
سہاگ اس بیوگی پہ قرباں جو اک نئی داستاں کا عنواں
مری ہزار احتیاط پر بھی وہ دل میں اتری ہی جا رہی ہے
جو دل تھا گلدستہ رنگ و بو کا وہ مقبرہ اب ہے آرزو کا
ہزاروں جذبات ابھر رہے ہیں جنہیں وہ قہراً دبا رہی ہے
مرے قدم ڈگمگا گئے ہیں اور اس پہ جذبات چھا گئے ہیں
کہ چار آنکھیں ہوئیں تو آفت بھی دو دلوں پہ آ رہی ہے

(دانش عظیم آبادی)

نشاط کو سکتہ ہو گیا تھا۔ وہ باوجود کوشش کے چیخ نہیں سکی تھی۔ آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے رباب نہیں چھین سکی تھی اور یہ نہیں کہہ سکی تھی....

"ان کی چیزیں تم ہاتھ لگانے والے کون ہوتے ہو۔۔۔؟ یہ وہی آکر بجائیں گے۔ خبردار جو تم نے اٹھایا ہے....." مگر اس نے تو بیدھڑک ایسے اشعار سنانے شروع کر دئے تھے کہ وہ تڑپ اٹھی تھی اس کی زندگی کے تار بجنے لگے تھے۔ اور آنکھیں ساون بھادوں بن گئی تھیں نشاط اس کی طرف سے پیٹھ موڑے آنسو بہا رہی تھی اور اس نے جب دیکھا تھا کہ وہ مخاطب ہی نہیں ہوتی تو چپکے سے رباب رکھ کر باہر نکل گیا تھا.... خاموشی چھا گئی تھی۔ ماحول پر سناٹا طاری ہو گیا تھا۔ اور وہ بے چین ہو گئی تھی۔ آنسو پونچھتی ہوئی ادھر ادھر دیکھنے لگی تھی شاید دل کی دنیا میں طلاطم برپا کر دینے

والے کو ڈھونڈ رہی تھی۔ مگر وہ جا چکا تھا.... نشاط پر بجلی گر پڑی تھی۔

اور وہ رباب کو سینے سے لگا کر گھنٹوں سسکیاں بھرتی رہی.....

دو پہر رات گزر چکی تھی.... چاند کا چہرا پیلا پڑتا جا رہا تھا۔ اور وہ اس وقت بھی رباب کو سینے سے لگائے سسکیاں بھر رہی تھی۔ اس کا بے اختیار جی چاہ رہا تھا کہ کوئی اسے پھر وہی بیوہ کی مترنم داستان سنائے پھر ایک مغنی آتش نفس و مطرب آتشیں نوا اس کے پورے وجود میں آگ لگا دے وہ جیتے جی چتا پر لیٹ جائے اور شعلے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیں۔

اسے رہ رہ کر بہن پر غصہ آ رہا تھا.... بدتمیز۔ ایڈیٹ۔ بغیر اجازت لئے میری خوابگاہ میں گھس آیا اور نہ دریافت کیا نہ پوچھا بس رباب اٹھا کر بجانے لگا۔ اگر وہ مجھے ایسے اشعار نہ سناتا تو آج میں کیوں انھیں دوبارہ سننے کیلئے بیتاب ہوتی؟ وہ انتہائی برا آدمی ہے۔ پریشان کی پریشانی بڑھانا جانتا ہے۔ جلے ہوئے کو جلانے میں لطف لیتا ہے۔ مجھے ضرور اس کی شکایت اپنے ڈیڈی سے کرنی چاہئے۔ وہ ہوش میں یہ بھی یاد نہ رکھ سکی کہ رات بہت آگے بڑھ چکی ہے صبح ہونے میں دیر نہیں ہے پو پھٹنے کے بعد بس اسے تو یہی یاد رہا کہ بہن نے بدتمیزی کی ہے اس کی شکایت فوراً ہونی چاہئے.... وہ تیر کی طرح اپنے کمرے سے نکلی اور چند ہی قدم چل کر راستہ بھول گئی۔ اس کے کانوں میں آپ ہی آپ وہی اشعار گونجنے لگے۔ ع

مرے قدم ڈگمگا گئے ہیں۔ اور اس پہ جذبات چھا گئے ہیں
کہ چار آنکھیں ہوئیں تو آفت بھی دو دلوں پہ آ رہی ہے

اور وہ گھبرا کر چاروں طرف دیکھنے لگی نہال کے ایک کنارے پہ سیم تن

کا بیڈ روم تھا اور دوسرے کنارے پر نبن کا۔ اس کے لئے فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا کہ وہ کدھر جائے۔۔۔؟ ایک لمحہ کے لئے وہ رُکی اور پھر غیر ارادی طور پر نبن کے بیڈ روم کی طرف بڑھ گئی۔۔۔۔

"آپ کو شاید دیر میں نیند آتی ہے۔۔۔؟" وہ خلاف امید اسے جاگتا پا کر پوچھ بیٹھی۔۔۔

"جی نہیں میں تو بہت سویرے سونے کا عادی ہوں۔۔۔" وہ نشاط کو دیکھ کر گھبرا گیا۔

"مگر رات آدھی سے زیادہ بیت چکی ہے اور آپ کی آنکھوں میں نیند کا نام نہیں ہے۔۔۔"

"وہ تو یہاں آنے کی برکت ہے۔۔۔ خدا جانے کیا ہو گیا ہے جب سے آیا ہوں اسی طرح بڑی دیر تک جاگتا رہتا ہوں۔۔۔"

"ہاں میں نے محسوس کیا ہے۔۔۔۔"

"مگر کیسے۔۔۔؟ کیا آپ کو بھی نیند نہیں آتی ہے۔۔۔؟" نبن چاہتا تھا کہ نشاط جواب دے تمہاری وجہ سے میری بھی نیند اچاٹ ہو گئی ہے وہ اس کی طرف پر امید نگاہوں سے دیکھنے لگا۔۔۔ مگر اس کی گردن بار شرم سے جھک گئی اور وہ دبی زبان بس اتنا کہہ سکی۔۔۔۔

"اگر مجھے نیند آتی ہوتی تو میں نے یہ کیسے محسوس کیا ہوتا کہ آپ جاگا کرتے ہیں۔ جاگنے والے کا حال تو جاگنے والا ہی جان سکتا ہے۔۔۔"

اور پھر تیزی سے کمرے کے باہر نکل گئی۔۔۔۔

وہ رات بڑی کشمکش کی رات تھی۔۔۔۔۔ نسیم صاحب، نبن اور نشاط تینوں کشمکش میں مبتلا تھے۔۔۔۔ سب کی آنکھوں سے نیند اُڑ گئی تھی۔ اور اس کی ماری اندھیری رات رینگ رہی تھی۔

۸

درد کی ماری اندھیری رات رینگ رہی تھی۔
اور کسی کے دل و دماغ میں سوئے ہوئے بہت سے خیالات اُبھر رہے تھے۔
بیوہ کی شادی کوئی عیب نہیں ہے۔"
"پھر یہ پہاڑ سی زندگی اکیلے کٹ بھی تو نہیں سکتی۔۔۔؟"
"کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔۔۔"
"مگر یہ شرط وفا نہیں۔۔۔۔"

آپ ہی آپ کان میں آواز گونجی اور وہ گھبرا کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ کوئی بھی تو نہیں تھا کوئی بھی سائیں سائیں کر رہی تھی۔ رات کی خاموشی پورے عروج پر تھی۔ اور نشاط بالکل اکیلی تھی۔ اس نے سوچا۔ ہو نہ ہو یہ ان کی آواز ہے۔ روح ضرور امر ہے۔ مادی دنیا ہزار بھی کچھ ہے لیکن اگلے لوگ سب کے سب ہی تو بیوقوف نہیں تھے جو آتما پر وشواس رکھتے تھے۔ روح ہی جاذب ہی مگر

حقیقت ضرور ہوگی اور حقیقت کتنی ہی مختصر و کم کیوں نہ ہو اسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

وہ بےچین ہو گئی۔۔۔ اور اپنے شوہر کی تصویر کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولنے لگی۔

"مجھے معاف کر دو سرتاج۔۔۔"

"میں بھٹک رہی تھی میرے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ تم نے اچھا کیا کہ مجھے عین وقت پر چونکا دیا۔۔۔"

"اب میں کبھی نہ بھٹکوں گی۔۔۔" وہ تصویر کے قدموں میں بیٹھ گئی۔۔۔

اچانک اسکا دل اچھلا۔ نس نس میں سنسناہٹ ہونے لگی۔ اور وہ پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"سنبھالو پریتم مجھے سنبھالو۔۔۔"

"تمہاری باہوں کو کیا ہو گیا ہے پہلے تو میں ذرا سا آگے بڑھتی تھی اور تمہاری آغوش تنا وا ہو جاتی تھی۔ مگر اب تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تم نے مجھے اپنے سینے سے نہ لگانے کی قسم کھائی ہو۔۔۔"

"ذرا سوچو تو اگر دیوتا ہی پجارن کو بھول جائیں گے تو پھر پجارن کا دھیان کیسے نہ بھٹکے گا۔؟"

"آخر میں بھی تو ہاڑ چام کی بنی ہوئی ہوں۔۔۔"

"دیا کرو پریتم دیا کرو۔۔۔" وہ نشاط غیر ارادی طور پر گر پڑی۔ تصویر بے حس و حرکت اسے دیکھتی رہی۔ وہ ذرہ برابر بھی اسے سہارا نہ دے سکی۔۔۔ بڑی دیر تک وہ سہارے کے انتظار میں پڑی رہی۔ پھر خود ہی اٹھی۔۔۔ اور اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کیلئے قلم و کاغذ لیکر اپنی زخم کہانی لکھنے لگی۔

وہ کہانی کار نہ تھی اس نے کبھی کچھ نہیں لکھا تھا۔ البتہ وقت گزارنے کے

کے پڑھا بہت کچھ اور اسی لئے اسے کوئی دشواری نہ ہوگی وہ بڑی جذباتی کہانی لکھنے میں کامیاب ہو گئی۔۔۔۔ صبح ہو رہی تھی۔ چاند کا رنگ پھیکا پڑ گیا تھا ستارے مدھم ہو گئے تھے۔۔۔ اسے خیال پیدا ہوا۔ کہیں کوئی دیکھ نہ لے ڈیڈی کی نظر پڑ جائے کیا سوچیں گے۔ جوان لڑکی کو شاید اکیلے نیند نہیں آ رہی ہے۔ پھر تو میں کہیں کی بھی نہ رہوں گی۔۔۔ اس نے جلدی سے پیپر ویٹ کے نیچے اپنی کہانی دبائی اور سٹ مار کر بستر پر دراز ہو گئی۔۔۔ پوری رات اسے جاگتے بیت گئی تھی سویرے کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا نے اسے لوریاں دیں اور اس کی آنکھ لگ گئی۔۔۔

"اوہ تو یوں کہئے کہ آپ چھپے رستم ہیں۔ یہ تو مجھے معلوم ہی نہیں تھا کہ جناب کہانی کار بھی ہیں۔۔۔" نشاط کی نیند بڑی کچی تھی وہ آہٹ پا کر جاگ پڑی۔۔۔ اور نبیل کو اپنی کہانی پڑھتے ہوئے دیکھ کر شیرنی کی طرح جھپٹی۔

"لائیے میری کہانی۔۔۔؟"

"مگر میں نے آپ کے ہاتھوں سے تو نہیں لی ہے جو دیدوں۔۔؟"

"میرے رائٹنگ ٹیبل پر سے تو اٹھائی ہے۔۔۔"

"اس سے انکار نہیں لیکن نہ آپ سے اجازت لیکر اٹھائی نہ آپ کے حکم سے اسے رکھ سکتا ہوں۔۔۔"

"واہ یہ تو خوب رہی کسی کی چیز بھی اٹھا لیں گے اور اس کے مانگنے پر دیں گے بھی نہیں۔۔۔"

"چور جو ٹھہرا۔۔۔"

"ہاں آپ سچ مچ چور ہیں چور۔۔۔"

"اور صرف چوری نہیں کرتا ہوں بلکہ سینہ زوری بھی۔ ۔ ۔ ۔"

"کیا مطلب۔ ۔ ۔ ۔؟"

"مطلب یہ ہے کہ اس کہانی کو آج ہی بغیر آپ سے پوچھے چھپنے کے لئے بھیج دونگا۔"

"لیکن میں نے یہ چھپنے کے لئے نہیں لکھی ہے۔ ۔ ۔ ۔"

"پھر کیا فریم کراکے اپنے کمرے میں لٹکا دیجئے گا۔؟"

"جو کچھ آپ سمجھیں۔ ۔ ۔؟"

"میں نے تو یہی سمجھا ہے کہ آپ عورتوں میں اپنے کو نمایاں کرنے کی بے حد خواہش ہوتی ہے اور کہانی کار بن کر آپ بھی اپنے کو نمایاں کرنا چاہتی ہیں۔ ۔ ۔"

"دیکھئے مسٹر جبین مجھ سے ایسی باتیں نہ کیجئے۔ ۔ ۔ ۔"

"پھر کیسی باتیں کروں۔ ۔ ۔ ۔؟"

"میں آپ سے بے تکلف نہیں ہوں آپ کو بھی مجھ سے بے تکلف نہ ہونا چاہئیے۔"

"مگر یہ کوئی ضروری تو نہیں ہے کہ جیسی کچھ آپ ہیں ویسا ہی میں بھی بن جاؤں۔ ۔ ۔"

"میرے ایسے تو خیر آپ بن ہی نہیں سکتے لیکن اخلاق و تہذیب کے دائرہ میں تو ضرور رہ سکتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔؟"

"اخلاق و تہذیب نوجوانوں کی ڈکشنری سے نکالے ہوئے الفاظ ہیں لیے بہت دنوں آپ کے معاملہ میں میں نے آپکا لحاظ کیا مگر اب نہیں کرنا چاہتا۔"

"آپ جھوٹ بولتے ہیں۔ آپ کو دور کا بھی اخلاق و تہذیب سے واسطہ نہیں ہے۔ ۔ ۔ ۔ اگر ایسا ہوتا تو آپ بغیر پوچھے میرے کمرے میں گھس نہ آتے اور ربطا اٹھا کر نہ بجانے لگتے۔"

"اسی لئے تو کہا جاتا ہے کہ عورتیں بڑی بھولی ہوتی ہیں ابھی تجھے بیچارا ربطا بد تو سے منہ لٹکائے پڑا تھا میں نے سوچا ذرا غریب کو چھیڑ دوں۔ بھلا بتائیے یہ کون سی بری بات کی۔ ۔ ۔ ۔؟"

"سراسر بری بات کی آپ کو کیا حق تھا دوسرے کے ربطا کو چھیڑنے کا۔؟"

"جب دوسروں نے ناطہ توڑ لیا تو پھر حق آپ سے آپ قائم ہو گیا۔"

"کیا خوب معلوم ہوتا ہے جیسے روح کو کوئی واسطہ رہتا ہی نہیں ہے۔؟"

"ابھی آتما اور پرماتما کے چکر میں آپ کہاں پڑ رہی ہیں یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جو گیا سو گیا۔ ۔ ۔"

"خیر آپ مجھ سے اس طرح کی باتیں نہ کیجئے اور تشریف لے جائیے۔"

"میں جب آپکے بلانے سے یہاں آیا نہیں ہوں تو آپکے کہنے سے جاؤں کیوں۔؟"

"کیوں نہیں جائیں گے آپ۔؟"

"دیکھوں تو کیسے نکال دیتی ہیں آپ نہیں جانتا جو کچھ مس میر آئے کر لیجئے۔"

"آپ بڑے بدتمیز معلوم ہوتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔"

"نام تو اچھا آپ نے رکھا ہے لیکن لوگ مجھے جبین کہتے ہیں۔"

"جبین تھے آئے جبین۔ ۔ ۔"

"برا نہ سہی اچھا سہی لیکن جبین ضرور ہوں۔ ۔ ۔ ۔"

"بیکار باتیں نہ بنائیے بس اسی میں خیریت ہے کہ یہاں سے چلے جائیے۔"

"اور اگر میں نہ جاؤں تو آپ کیا کریں گی۔ ۔ ۔ ۔؟"

"میں ابھی ڈیڈی سے جا کر آپ کی شکایت کروں گی۔ ۔ ۔"

"اور میں برجستہ کہوں گا جی یہ لڑکی بالکل جذباتی ہے ذرا ذرا سی بات میں رو پڑتی ہے۔ اصل میں آپ چھپا کر یہ کہانیاں لکھا کرتی ہے اور مجھ پر زور دیتی ہے کہ میں اسے چھپوا دوں..... میں کہتا ہوں کہ ابھی تمہاری کہانیاں چھپنے کے لائق نہیں ہوئی ہیں تو بس بگڑ جاتی ہے اور نہ جانے کیسے کیسے الزام رکھنے لگتی ہے مجھ پر....“

"ہائے غضب ایسا جھوٹ.....؟“

"تو آپ کون سی سچی ہیں... کیا یہ کہانی جھوٹ کا پلندہ نہیں ہے.؟“

"ہرگز نہیں جو کچھ میں نے اس میں لکھا ہے سب سچ ہے....“

"اگر اپنے کو آپ یہ فریب نہ دیں تو اپنی نگاہ میں آپ کی عزت کیسے باقی رہے.....؟“

"تو آپ کے خیال میں میں دھوکا دے کر اپنے کو اپنی نظر میں باعزت سمجھ رہی ہوں؟“

"جی ہاں....“

"صحیح معنوں میں باعزت نہیں ہوں...؟“

"نہیں —“

"آپ نالائق ہیں۔ بدمعاش ہیں۔ غنڈے ہیں۔ پاگل ہیں....“

"واہ واہ کیا پھول جھڑ رہے ہیں منہ سے۔ چلئے صاحب سب کچھ ہوں اس کے آگے.....“

"نکل جائیے میرے گھر سے.....“

"جوان لڑکی کو اپنے باپ کے گھر سے نکلنا چاہیے سب سے پہلے آپ

ور یا بستر باندھیے اس کے بعد میں بھی گول ہو جاؤں....“

"تو آپ مجھے میرے باپ کے گھر سے نکالنے کا انتظار کر رہے ہیں....؟“

"جی ہاں... بہت کھا چکیں آپ میکہ کا کھانا اب ذرا سسرال کی روٹیاں توڑیئے....“

"سسرال....“ نشاط کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔ اور ساتھ ہی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے....

"ارے آپ تو رونے لگیں... بھلا میں نے کیا کہا.... ہر بات ذرا کڑوی لگتی ہے... پھر عورتیں تو بات بات میں رویا کرتی ہیں یہ دیکھیے تو ایک ہتھیار ہوتا ہے ان لوگوں کے پاس....“

"میں اُن عورتوں میں نہیں ہوں....“

"اچھا.... مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ آپ کی قسم کچھ اور ہے میں نے تو عام عورتوں میں آپ کو بھی سمجھا....“

"میں کہتی ہوں آپ کو میرے ستانے میں کیا مزہ مل رہا ہے....؟“

"وہی جو بلی کو چوہے پکڑنے میں ملتا ہے....؟“

"مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ آپ کٹے پر نمک چھڑکنے والوں میں ہیں...؟“

"جب مرہم سے ناسور اچھا نہ ہو تو اسے کاٹ کر پھینک دینا ضروری ہو جاتا ہے“

"اور آپ کے خیال میں میں ایک ناسور ہوں....؟“

"اپنے کو آپ نے بنا ضرور لیا ہے ناسور.... محترمہ نشاط مرنے والے کے ساتھ مر جانا پرانی ریت تھی۔ اب جس کی خاک بھی کہیں باقی نہ ہوگی اس کے

نام پر بیٹھے رہنا بجز بیوقوفی کے اور کیا کہا جائے گا۔۔۔؟"

"میں بیوقوف ہی سہی۔ مگر آپکو میری بیوقوفی سے کیا نقصان پہنچ رہا ہے۔۔۔؟"

"بہت زیادہ۔ اگر آج آپ اس بیوقوفی میں مبتلا نہ ہوتیں تو میرے آنے کے بعد

اس گھر میں رنگلیاں پھوٹ پڑتیں۔۔۔ پریم کے گیت گائے جاتے اور ہم آپ

ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اپنی راتیں سہانی بناتے۔۔۔۔"

"شرم آتی آپکو ایسی باتیں کرتے ہوئے۔۔۔ کیا آپ کے گھر میں جوان بہنیں

نہیں ہیں۔۔۔؟"

"ضرور ہیں اور میری طرح ان کے بھی عاشق ہیں۔ حسن و جوانی کا یہ کھیل

تو شروع ہی سے ہوتا آ رہا ہے اور ہمیشہ ہوتا رہے گا۔۔۔۔"

"آپ بیحیا ہیں، بے غیرت ہیں، اور کمینہ ہیں۔۔۔"

"آپکو یہ سُنکر افسوس ہوگا کہ میں ان خطابات کے لائق نہیں ہوں۔۔۔"

"آپ ان سے بھی زیادہ کے مستحق ہیں۔۔۔"

"شکریہ۔ میں تو اپنے کو اس قابل نہیں سمجھتا تھا۔۔۔"

"اپنا عیب نظر کب آتا ہے۔۔۔"

"یہ بات آپ نے لاکھ روپے کی کہی سچ مچ اپنا عیب دکھائی نہیں دیتا ورنہ

آج آپ اپنی بات پر اڑی نہ رہتیں۔۔۔۔"

"آپ مجھے کیوں بیچ میں لے آتے ہیں۔۔۔؟"

"اس لئے کہ سارا معاملہ تو آپ ہی کا ہے۔"

"مگر آپکو میرے معاملات سے دلچسپی کی کوئی وجہ نہیں ہے۔"

"وجہ تو ہے۔۔۔۔"

"کیا وجہ ہے۔۔۔؟"

"آپ کی اچھی آنکھیں۔۔۔"

"آپ کا معصوم چہرا۔۔۔"

"اور آپ کا حسین تبسم۔۔۔"

"خاموش رہئے۔۔۔۔" نشاط نے زبین کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"آپ پہلے ہی کہہ دیتیں کہ تمہارے پھول سے نقش کو چھونا چاہتی ہوں تو میں خود

دو قدم آگے بڑھ جاتا تا کہ آپ کو اپنا ہاتھ بڑھانے کی تکلیف نہ کرنا پڑتی۔"

وہ نشاط کا ہاتھ ہٹاتا ہوا بولا۔

"مجھے کیا پڑی ہے آپ کا منہ چھونے کی بڑا اچھا ہے بھی تو منہ۔۔۔"

"یہ تو اپنے دل سے پوچھئے جس میں میری تصویر جذب ہو کر رہ گئی۔۔۔"

"پھٹکار پڑے آپ پر اور آپکی تصویر پر۔۔۔"

"محبت کرنے والی عورتیں اسی طرح سے باتیں کرتی ہیں۔۔۔"

"دیکھئے اب زیادہ مجھے تنگ نہ کیجئے۔۔۔۔"

"ورنہ آپ کیا کر لیں گی۔۔۔"

"گردن میں ہاتھ دے کر نکال دونگی آپکو۔۔۔"

"میری گردن سے کہیں زیادہ آپ کے ہاتھ نازک ہیں یقین جانئے کلائیوں

میں موچ آ جائے گی۔ ایسا ارادہ بھی نہ کیجئے گا کبھی۔"

"معلوم ہوتا ہے آپ میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گے میں خود چلی جاتی ہوں اس کمرے

ے.... نشاط غصہ میں نکلنے لگی .... ثمین نے آگے بڑھ کر راستہ روک لیا۔

"بھلا یہ کیا کہ جو امہمان کو چھوڑ کر میزبان چلا جا رہا ہے ...."

"آگ لگے ایسے مہمان کی صورت میں .... خون پانی کر دیا ذرا دیر میں۔

"مگر آپکو جانے تو نہ دونگا میں ...."

"آپ اپنی حد سے بڑھتے جا رہے ہیں۔"

"جو کچھ بھی سمجھئے ...."

"دیکھئے اس کا انجام بہتر نہ ہوگا ...."

"سچے عاشق عشق کے انجام پر دھیان نہیں دیتے وہ برا ہو یا بھلا اسکی پرواہ نہیں ..."

"آخر آپ چاہتے کیا ہیں ....؟"

"میں آپ کو چاہتا ہوں .... ثمین کے منہ سے جیسے ہی یہ جملہ نکلا نشاط کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور بے ساختہ اس کا ہاتھ اٹھ گیا .... بھرپور طمانچہ گال پر پڑا ... اور وہ بے تحاشہ کمرے سے باہر بھاگی۔ ایک لمحہ کے لئے ثمین کی آنکھوں کے آگے اندھیرا آگیا پتلی پتلی قلمی انگلیاں تیر کا کام کر گئی تھیں۔ مگر اس نے اپنے کو سنبھالا اور نشاط کی لکھی ہوئی کہانی ہاتھ میں لئے ہوئے اس طرح خراماں خراماں چلنے لگا جیسے اس کے ساتھ کوئی واقعہ پیش آیا ہی نہیں تھا۔

۹

ناشتہ کی میز سجی ہوئی تھی۔

نشاط کی آنکھوں میں گلابی گلابی ڈورے تیر رہے تھے۔ نیند پوری نہ ہونے کی وجہ سے اسکی والی آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں۔ اور وہ نیچی نظریں کئے ایک کرسی پر بیٹھی تھی۔ سامنے ثمین تھا اور اس کی بغل میں نسیم صاحب بیٹھے تھے۔ نشاط کو رہ رہ کر خیال پیدا ہو رہا تھا۔

"میں نے انہیں طمانچہ مار دیا ..."

"کتنا برا کیا ...؟"

"اگر انہوں نے اس وقت میری شکایت کر دی تو میں کیا جواب دونگی ...؟ وہ دل ہی دل میں پچھتا رہی تھی۔ اس کا بے اختیار جی چاہ رہا تھا کہ معافی مانگ لے اور کہے۔

"مجھ سے بھول ہوئی ...."

"کوئی خیال نہ کیجئے گا ....."

مگر نسیم صاحب سامنے بیٹھے تھے وہ ان کی وجہ سے کچھ کہہ بھی تو نہیں سکتی تھی انہیں ساری خبر ہو جاتی اور پھر تو وہ پانی پانی ہو کر رہ جاتی۔ نشاط سے بیٹھا نہیں جا رہا تھا وہ بار بار پہلو بدل رہی تھی۔ جلدی جلدی اس نے چائے ختم کی اور کھڑی ہونے لگی

"ارے آج تمہیں ہو کیا گیا ہے نہ انڈے نہ توس چکھے نہ ڈرائی فروٹس کو ہاتھ لگایا اور کھڑی ہونے لگیں ۔؟ باپ نے ٹوکا۔

"کچھ اچھا نہیں معلوم ہو رہا ہے۔۔۔۔" وہ سر جھکائے بولی۔

"ابھی چیزیں تو اپنے ہی ہاتھوں سے تیار ہوتی ہیں۔ نوکر کتنے ہی ہوشیار کیوں نہ ہوں پھر بھی ایسی چیزیں نہیں تیار کر سکتے جیسی گھر والیاں کرتی ہیں۔" ثمین نے ٹہوکا دیا۔

"یہ تو تم سچ کہتے ہو بیٹا جب سے تمہاری چچی سدھاری ہیں کھانے پینے کا مزہ جاتا رہا۔" نسیم صاحب نے ٹھنڈی سانس بھری۔۔۔ اور ثمین نے وقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے برجستہ کہا۔

"خدا نے عورتوں کے ہاتھوں میں بڑا اثر دیا ہے۔ مجھے تو حیرت ہوتی ہے کہ چچی سی سگھڑ ماں کی بیٹی کو کچھ نہیں آتا۔ مجھے آئے کافی دن ہو گئے ہیں میں نے نشاط کو کبھی چولہے کے پاس جاتے نہیں دیکھا۔ خدا جانے ان کو کھانا پکانے سے کیوں چڑ ہے معلوم ہوتا ہے آپ نے لاڈ بہت کیا ہے انکا ——؟"

"لاڈلی تو میری بیٹی ضرور رہی ہے بھئی۔۔۔ مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ہے کہ بیچاری کو ماں کا پیار نہیں ملا جب تک کوئی سکھانے والا نہ ہو کام آئے کیسے۔۔۔؟" نسیم صاحب نے بتایا۔"

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہے چچا اگر لڑکیوں کو شوق ہوتا ہے تو وہ بہت کچھ سیکھ لیتی ہیں۔۔۔ پھر اب تو کھانا پکانے کے اوپر ان گنت کتابیں نکل گئی ہیں اگر یہ چاہیں تو انہیں پڑھ کر بہت کچھ آ سکتا ہے۔۔۔؟"

"ہاں یہ تو ممکن ہے مگر جب تک کسی کام سے دلچسپی نہ ہو ذرا مشکل ہی ہوتا ہے سیکھنا۔"

"مگر ان کو تو میں کسی کام سے دلچسپی نہیں دیکھتا۔ سو بوڑھیوں کی ایک بوڑھیا معلوم ہوتی ہیں۔ بعض وقت تو میں سوچتا ہوں اس طرح صحت کیسے بنی رہے گی۔۔۔"

"لیکن آپ کو میری صحت کی فکر کیوں ہے۔۔۔۔" نشاط جو اب تک خاموش سب سن رہی تھی اُبل پڑی۔

"میری بیٹی کو غصہ آ گیا۔۔۔" نسیم صاحب فوراً سمجھ گئے۔۔۔۔"

"لیکن ان کو یہ بھی تو یاد رکھنا چاہیے کہ آپ میرے چچا ہیں اور یہ آپ کی بیٹی ہیں انکی صحت کی فکر اگر مجھے نہ ہوگی تو کیا وہ غیر کو ہوگی۔۔۔؟"

"وہ تو تم ٹھیک کہتے ہو مگر اس غریب کے ساتھ خدا نے کچھ ایسا سلوک کیا ہے جو کچھ بھی نہ اس کی دشا ہو وہ کم ہے۔۔۔۔"

"خدا کسی کے ساتھ کوئی سلوک نہیں کرتا چچا سب اپنے ہاتھوں کا کیا دھرا ہوتا ہے۔۔۔ مرنے والے کے ساتھ کوئی اپنی جان تھوڑی ہی دے دیتا ہے۔۔۔؟"

"یہ تو میں نے بھی ہزاروں بار کہا ہے مگر کیا کروں اس کی سمجھ ہی میں نہیں آتا ہے" نسیم صاحب نے اظہارِ افسوس کیا۔

"جب سیدھی انگلی سے گھی نہ نکلے تو پھر ٹیڑھی کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ آپ مجھے اجازت دے دیجئے دیکھئے میں کس طرح چار دن میں انکو راہ راست پر لے آتا ہوں۔۔۔۔"

"مگر آپ ہوتے کون ہیں میرے۔۔؟" نشاط کے تیور بگڑ گئے۔۔۔

"یہ تو چچا سے پوچھئے بزرگوں کے رہتے چھوٹے نہیں بتایا کرتے رشتے۔"

"مگر آپ کو میرے معاملے میں دخل دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔"

"وجہ ہی تو ہے ورنہ دیتا کیوں۔۔۔۔"

"آپ کو شاید یہ یاد نہیں رہا کہ آپ مہمان ہیں۔"

"اور آپ یہ بھولی جا رہی ہیں کہ میں آپ کے گھر کو اپنا گھر سمجھ کر رہتا ہوں۔"

"بھئی تم دونوں تو مستقل لڑنے لگے ..." نسیم صاحب کے ہونٹوں پر ایک اداس مسکراہٹ پھیلنے لگی۔ "بیٹی غصہ نہ کرو نبن اچھا ہی ہے اور انہوں کو تو تمہاری فکر ضرور ہوگی۔ اور دیکھو بھئی تم بھی میری بیٹی کو ستاؤ نہیں بڑی نازک اور نرم دل کی بچی ہے۔"

"بھلا میں کبھی انکو ستا سکتا ہوں چچا۔ جو کچھ کہتا ہوں ان ہی کے بھلے کے لئے۔ اب یہ دوسری چیز ہے کہ انکو بھلی بات بھی بری لگتی ہے اور مارنے مرنے پر آمادہ ہو جاتی ہیں ..." آخری فقرے پر نبن نے جان کر زور دیا اور کنکھیوں سے نشاط کی طرف دیکھا جس کا چہرہ غصہ میں اور خوبصورت ہو گیا تھا۔ جس کی مدھ بھری آنکھیں مکمل شراب خانہ معلوم ہو رہی تھیں اور جو اپنے پتلے پتلے ہونٹوں کو اپنے ہی دانتوں سے کاٹ رہی تھی۔

"کھڑی کیوں ہو بیٹھ جاؤ بیٹی۔ کچھ تو کھا لو۔ آج تو تم نے ناشتہ کیا ہی نہیں ..." نسیم صاحب پیار سے بولے۔

"نہیں ڈیڈی میں اس وقت کچھ نہیں کھاؤں گی۔ ایسا ہی ہے تو کچھ دیر ٹھہر کے پھلوں کا عرق پی لوں گی ..." وہ بولتی ہوئی کھانے کے کمرے سے باہر نکل گئی۔

"میں تو اس کی طرف سے ناامید ہو چکا ہوں ..." نسیم صاحب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے ... "سمجھا سمجھا کے تھک گیا مگر بجائے سنبھلنے کے اور بگڑتی جا رہی ہے جب اس پر نظر پڑتی ہے اپنے کئے پر پچھتاتا ہوں مگر مجھے کیا معلوم تھا کہ جس سے بیاہ رہا ہوں وہ چند دن کی ہوا ہے میں نے تو اپنے جانتے اچھا ہی کیا تھا ..."

"آپ اس سلسلے میں ناامید نہ ہوں چچا میں سب ٹھیک کر لوں گا ... لڑکی ہٹی

اور ضدی ضرور ہے مگر پھر لڑکی ہے اور لڑکیوں کو درست کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہوتا ہے ..." نبن نے پورے اعتماد کے ساتھ کہا ...

"اسی لئے تو میں تمہیں اپنے پاس سے جانے نہیں دے رہا ہوں۔ اور یہ کوشش کر رہا ہوں کہ تمہاری پوسٹنگ یہیں ہو۔ تمہارے آنے سے مجھے بڑا سہارا مل گیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم میرے دکھ درد کو صحیح طور پر محسوس کر رہے ہو۔ میں تمہارا احسان مانوں گا اگر تم نے میری نشاط کو مرجھائی ہوئی ڈال سے کھلا ہوا پھول بنا دیا۔"

"یہ تو میرا فرض ہے چچا احسان کیسا آخر اپنے ہی تو اپنوں کے کام آتے ہیں بس آپ مجھے اجازت دے دیجئے کہ جو طریقہ میں مناسب سمجھوں وہ اختیار کروں۔"

"تمہیں ہر طرح کی اجازت ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم جو کچھ کرو گے اس کے بھلے ہی کے لئے۔"

"تو پھر آپ اطمینان رکھیں اور یہ سمجھ لیں کہ نشاط راہ راست پر آ گئی۔"

"ایشور ایسا ہی کرے۔ تم سمجھو مجھے نشاط کے کارن چین نہیں مل رہا ہے۔ اگر اپنی اولاد ہوتی تو شاید اتنی فکر نہ ہوتی پرائی امانت ہے اور یہ سوچ کر دل کانپ اٹھتا ہے کہ میرے ہاتھوں اس کی زندگی پامال ہو گئی ...."

"پرائی امانت ..." نبن کے کان کھڑے ہوئے ... "میں سمجھا نہیں آپ کا مطلب چچا۔"

"اچھا تو یہی تھا اگر تم نہ سمجھتے مگر میاں نے تمہیں بڑھاپے کا اپنا سہارا بنایا ہے اس لئے راز کو راز نہیں رکھنا چاہتا۔ بات یہ ہے کہ آج سے جیت ایک برسات کی رات میں کوئی اس ننھی سی جان کو بنگلے میں میرے سپرد کر گیا تھا اور میں نے

تمہاری بچی نے سینہ سے لگایا تھا۔ ہم دونوں کے اندھیرے گھر کا اُجالا قرار پاگئی تھی اور آج بھی ہمارے لئے یہی سب کچھ ہے" نسیم صاحب نے رازدارانہ طور پر بتایا۔

"مگر یہ آپ کی بیٹی نہیں ہے نا.....؟"

"نہیں....."

"پھر میں کس کی بیٹی ہوں....؟" نشاط جو پردے کے پیچھے کھڑی سب کچھ سن رہی تھی تڑپ کر سامنے آگئی۔ اور نسیم صاحب کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔

"آج آپ کو بتانا ہوگا ڈیڈی....."

"مگر کیا بتاؤں بیٹی.....؟" وہ رک رک کر بولے۔

"یہی کہ میں سچ سچ کس کی بیٹی ہوں.....؟"

"تم میری بیٹی ہو اور کس کی ہو سکتی ہو.....؟"

"میں تھی اب نہیں ہوں۔ جب بات منہ سے نکل گئی تو پھر پرائی ہوگئی۔"

"مگر سُنو تو۔" ممی نے سمجھانا چاہا۔

"آپ خاموش رہیے..... نشاط غصہ سے کانپ رہی تھی..... بتائیے جلدی بتائیے میں کس کی بچی ہوں۔ آج میں اپنی حقیقت جان کر رہوں گی بہت دنوں دھوکے میں رہ چکی اب نہیں رہنا چاہتی....."

"میں کیا بتاؤں تمہیں....." نسیم صاحب پریشان ہوگئے.....

"وہی جو ابھی آپ انکو بتا رہے تھے....." اس نے ممی کی طرف اشارا کیا۔

"مگر تم نے سنا ہوگا کہ میں اس سے زیادہ نہ کہہ سکا کہ فرقہ وارانہ فساد کے

موقعہ پر ایک رات کوئی تمہیں میرے سپرد کر دیا گیا تھا۔ میں نہیں جانتا وہ کون تھا میں نے تو یہی سمجھا کہ خدا نے مجھے بیٹی دی ہے اور تم سچ مچ میری بیٹی ہو....."

"کاش میں سچ مچ آپ کی بیٹی ہوتی....." نشاط کی آواز گلوگیر ہوگئی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور اسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ جنم ہی سے لاوارث ہے۔ پیدا ہوئی تو ماں باپ نے ساتھ چھوڑ دیا۔ پرائی گود میں پرورش پاتی رہی۔ جوان ہو کر کسی کو پانے میں کامیاب بھی ہوئی تو وہ پیار و محبت کی ایک جھلک دکھا کر سدا کیلئے بھگوان کو پیارا ہوگیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اس کی قسمت میں کوئی اپنا ہے ہی نہیں وہ اس بھری پُری دنیا میں غیروں کے درمیان رہنے کیلئے پیدا کی گئی ہے۔ اس کا جی بھر آیا وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور اس کے ساتھ ہی نسیم صاحب کی ہچکیاں لگ گئیں۔ انھیں یہ دکھ پیدا ہوگیا کہ ان کے منہ سے رازِ افشا کیسے ہوگیا وہ تو اسے اپنے سینے میں محفوظ رکھے ہوئے تھے۔ اور ممی ان دونوں کے درمیان کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ پورا ماحول ایک لمحہ میں اداس و ویران ہوگیا..... بالکل اداس و ویران۔

۱۰

سگار کا دھواں کمرے میں پھیل رہا تھا۔ روشنی مدھم پڑتی جا رہی تھی اور سوچ کی شمع سسکیاں بکھیر رہی تھی۔ سارا دن گزر گیا تھا نسیم صاحب کو تنہا بیٹھے آج ان کے گھر میں ایک زبردست حادثہ ہو گیا تھا۔ باورچی نے چولھا روشن کیا تھا وقت پر کھانا تیار ہوا تھا مگر کھانے والے متوجہ نہ ہوئے تھے۔ پھر کیسے ممکن تھا کہ جن کے دم کی ساری روشنی ہو انکو بھوکا چھوڑ دیا جائے اور اپنا پیٹ بھر لیا جائے۔ مالکان کے ساتھ ساتھ نوکر بھی آج بے غذا تھے..... انھوں نے ہمت تو کی تھی اور دبی زبان خبر بھی دے دی تھی...

"لنچ کا ٹائم ہو گیا....!"

"شام کی چائے تیار ہے....!"

مگر کوئی جواب ہی نہیں ملا تھا... نشاط اپنے کمرے میں پڑی تھی نسیم صاحب اپنے کمرے میں قید تھے اور ان لوگوں کی وجہ سے نبیل بھی منہ باندھے بیٹھا تھا... جب گھر کی فضا اداس ہو جاتی ہے تو اپنے ہوں یا پرائے سب کو اداس ہو جانا پڑتا ہے.. اور آج یہاں اداسیاں ناچ رہی تھیں۔ ویرانیاں رقص کر رہی تھیں۔ اور الجھنیں پر پھیلائے منڈلا رہی تھیں۔

نسیم صاحب اپنا سر پکڑے بیٹھے تھے... آج ان کی زبان سے کیا نکل

گیا.... جو راز سینہ میں محفوظ تھا وہ کیسے کھل گیا.... وہ بار بار سوچ رہے تھے.... انہیں خیال پیدا ہو رہا تھا۔

"کاش آج وہ زندہ ہوتی تو ضرور نشاط کو سمجھا لیتی....."

ان کی تو ہمت بھی نہ پڑ رہی تھی اسے سمجھانے کی انہیں نے تو راز کھولا تھا پھر وہ کیا منہ لے کر اس کے سامنے جاتے ان کو معلوم تھا کہ نشاط بڑی حساس دل شکستہ اور ذرا ذرا سی بات میں روٹھ جانے والی لڑکی ہے۔ یقیناً وہ ان سے روٹھ گئی ہوگی۔ یہ وہم ان کو ستا رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ ٹیسیں بھی ابھر رہی تھیں کہ انہوں نے غیر ارادی ہی طور پر سہی لیکن ایک بے ماں باپ کی بچی کو بہت شدید دکھ دیا... شادی کی تو ایسے نوجوان سے جو ہاپ مارتے ہیں خواب و خیال بکھر کر رہ گیا۔ دنیا بسانی چاہی۔ اس کی ناؤ اور بگاڑ دی نبیل کو اس کے بنانے کے لئے آمادہ کیا تو اس عنوان سے کہ جو بات آج تک کسی پر نہیں کھلی تھی وہ بھی کھل گئی مرحوم نشاط کے سلسلے میں غلط تھا یا ان کا وہ صرف اسی کے مجرم نہیں ہیں بلکہ اسکے بھی جس نے یہ امانت انہیں سونپی تھی۔ ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے سارا بدن خوف سے کانپ رہا تھا حلق میں کانٹے چبھ رہے تھے اور ہونٹ خشک ہوئے جا رہے تھے ٹھیک اس وقت دبے پاؤں نبیل ان کے کمرے میں داخل ہوا اور وہ آہستہ سے دیکھ کر چونک گئے... ایک سہارا مل گیا اور ایک بار ڈوبتے ہوئے سپاہی کی طرح بے ساختہ بول اٹھے

"بتاؤ نبیل اب میں کیا کروں۔ مجھے کیا معلوم کہ نشاط سب کچھ سن رہی ہے۔ اگر ذرا بھی یہ وہم ہوتا تو میں کیوں لب ہلاتا..... میں نے تو آج تک یہ راز کسی پر نہیں کھولا تھا۔ نہ جانے مجھے کیا ہو گیا تھا جو میں تم سے کہہ بیٹھا....؟"

"جب بات بگڑنے والی ہوتی ہے تو ایسا ہی ہوا کرتا ہے بچی۔۔۔"

"بات تو سچ بگڑ گئی۔۔۔ مگر اب کسی طرح تم بتاؤ، جوان ہو نیا خون رکھتے ہو مجھ بوڑھے کے کیا کام آؤ گے۔۔۔؟"

"میں آپ کی ہر خدمت کو تیار ہوں مگر نشاط کے پاس جانے کی ہمت نہیں پڑ رہی ہے۔۔۔" نبین نے اپنے صحیح جذبات کی ترجمانی کر دی۔۔۔ وہ ان دونوں کے درمیان بالکل دوسری نشاط بن کر نمودار ہوئی تھی۔ اس کا چہرا بھیانک ہو رہا تھا۔ آنکھیں نکلی پڑ رہی تھیں اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ دیوانی ہو گئی ہے۔۔۔ بالکل دیوانی۔ اس کے برخلاف امید کو وہ غم توڑ رہا تھا۔ اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ کسی اور کی لڑکی ہے۔ اسے خیال پیدا ہو رہا تھا۔۔۔ اچھا ہی ہوا کہ میرا سہاگ اجڑ گیا اگر آج وہ زندہ ہوتے اور یہ خبر ان کے کانوں تک پہنچتی تو وہ مجھے کس قدر اونچی نظروں سے گرا دیتے۔۔۔؟ انہوں نے تو نسیم صاحب کی لڑکی سمجھ کر مجھ سے بیاہ رچایا تھا۔ وہ جب یہ سنتے کہ میں کسی دوسرے کی امانت ہوں۔ میرے ماں باپ کا کوئی پتہ نہیں ہے۔۔۔ خدا جانے وہ چمار تھے، نیچے تھے، سید تھے یا پٹھان تو ان کے دل پر کیا گزرتی۔۔۔؟ وہ تو خیر میرے شوہر تھے میں ان کی جیون ساتھی بن چکی تھی۔ جن سے کوئی واسطہ نہیں ہے وہ بھی یہ بات سن کر مجھے کن نگاہوں سے دیکھنے لگیں گے میرے سائے سے بھاگنے لگیں گے اور ہو سکتا ہے یہ اس طرح بھی سوچیں کہ کہیں یہ کسی پاپ کا پھل تو نہیں ہے۔۔۔؟"

نشاط کو وہم بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں آ کر چاروں شانے

چت بستر پر گر پڑی تھی۔۔۔ اس کا جی نہیں چاہ رہا تھا کہ کسی کو اپنا منہ دکھائے۔ وہ سوچ رہی تھی نبین ایک منچلا نوجوان ہے۔ نہ جانے کتنے لوگوں سے کہتا پھرے گا۔

"نشاط نسیم صاحب کی بیٹی نہیں ہے۔"

"بس مشہور کر دیا تھا انہوں نے۔ لاولد جو تھے۔۔۔"

"اس کے ماں باپ کا کوئی پتہ نہیں۔"

"کون جانے کس کی اولاد ہے۔۔۔"

"تو پھر سننے والوں پر کیا اثر پڑے گا پاس پڑوس کے لوگ جو اب تک نسیم صاحب کی بیٹی سمجھ کر میری عزت کرتے آئے ہیں۔ وہ اس حقیقت کو جان لینے کے بعد کیا سمجھیں گے مجھے۔۔۔؟"

اس کی نگاہوں میں اپنا وجود آپ ہلکا پڑ گیا تھا۔۔۔ اسے ایک ایک چیز پرائی معلوم ہو رہی تھی اپنا گھر اس کے لئے اجنبی ہو گیا تھا۔۔۔ اس نے آہستہ آہستہ سارے زیور اتار ڈالے۔ ریشمی کپڑوں کے بجائے سوتی ساری لپیٹ لی اور اپنے شوہر کی تصویر چہرے کے اندر سینے کے پاس چھپا لی۔ لے دے کر یہی ایک چیز اسے اپنی اس گھر میں نظر آئی۔ اور وہ پھر کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ ایک نیا مسئلہ اس کے سامنے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس کی مٹھیاں بھنچ گئی تھیں۔ جسم کا سارا خون کھنچ کر چہرے پر آ گیا تھا۔ آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں اور دانت پر دانت چڑھے جا رہے تھے۔۔۔ وہ پہلی کی نشاط نہ رہی تھی۔ اسی لئے تو نسیم کی فرمائش پر بھی نبین کے بدن میں حرارت نہ پیدا ہوئی۔ انہوں نے عالم بیتابی میں اس کے دونوں شانے پکڑ لئے۔

"تم ابھی تک گئے نہیں۔۔۔ جاؤ نبیں خدا کے لئے جاؤ اور میری بیٹی نشاط کو سمجھا کر میرے پاس لے آؤ۔۔۔۔"

"سوچو نہیں۔ بس اُٹھ کھڑے ہو۔ اس سے کہو۔ زیادہ چھان بین اچھی نہیں ہوتی۔ اس طرح تو نبیں ہمیں انسان کی زندگی میں گھن لگ جاتا ہے۔ پہلے کون کیا تھا اس پر دھیان دینا بری خیر ہے بس دیکھنا یہ چاہئے کہ آج کون کیا ہے۔۔۔ وہ اور آج تم میری بیٹی ہو۔۔۔۔"

"محبت ساتھ رہنے کی ہوتی ہے۔۔۔ اور تم اس وقت سے ساتھ ہو جب پوتڑے پر پڑی کلکاریاں بھرتی تھیں۔۔۔ پھر ذرا سی بات کو کیوں محسوس کرتی ہو چلو اور اپنے ڈیڈی کے گلے میں بانہیں ڈال کر مسکرا دو۔۔۔۔"

"نبیں اب دیر نہ کرو میری بیٹی نشاط کو جلدی میرے پاس لے آؤ ورنہ میں غم سے پاگل ہو جاؤں گا۔ جاؤ فوراً جاؤ۔۔۔" نسیم صاحب کی حالت غیر ہو رہی تھی نبیں سے بیٹھنا ناممکن ہو گیا وہ ان کا حکم بجا لانے کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا۔۔۔ اس کے چہرے پر شکن ابھرے ہوئے تھے وہ نشاط کے کمرے میں جاتے ہوئے ڈر رہا تھا اسے خیال ہو رہا تھا۔

"پہلے کی بات اور تھی وہ بے دھڑک گھس جاتا تھا۔۔۔ مگر آج کا معاملہ دوسرا ہے" دروازہ پر پہنچ کر وہ رک گیا اور کان لگا کر آہٹ پانے کی کوشش کرنے لگا۔۔۔ بڑی دیر تک وہ کھڑا رہا کوئی آہٹ اسے نہ ملی۔ آہستہ سے وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔۔۔۔
شام کمرے میں بھر رہی تھی جھٹپٹا ہوا چلا تھا۔۔۔ برقی لیمپ میز پر سسکیاں بھر رہا تھا اور نہ جانے کیا کیا کچھ بکھرا ہوا۔۔۔ نبیں نے سوچا۔۔۔ شاید باتھ روم میں ہو گی نشاط۔

اور پھر وہ اس کی میز پر جھک گیا۔۔۔۔

ربط کے ٹوٹے ہوئے تار۔۔۔ بیش تر سے کی راکھ۔ اور اس راکھ پر جا بجا آنسوؤں کے موٹے موٹے قطرے جو جذب ہونے کے بعد بھی نمایاں تھے اور بتا رہے تھے رونے والا بس ابھی اُٹھ کر گیا ہے۔۔۔۔

"نبیں کا دل پہلو میں اُچھلا۔۔۔ اس نے اچٹتی ہوئی نگاہ پورے کمرے پر ڈالی اور غور سے دیکھنے لگا۔۔۔۔ سوچی ہوئی آنکھوں کے موٹے موٹے آنسو جا بجا بکھرے ہوئے تھے۔ بہت سی تصویریں پھاڑ ڈالی گئی تھیں۔ ریشمی کپڑے ایک طرف رکھے تھے۔ اور دل سے نکلی ہوئی آہیں فضا میں تیر رہی تھیں۔

"نشاط۔۔۔۔"

"نشاط۔۔۔۔" اس نے یکے بعد دیگرے پکارا۔۔۔۔ مگر کوئی جواب نہ ملا۔ نبیں کے پیروں کے نیچے سے زمین نکلنے لگی۔ سر گھومنے لگا۔ اور وہ قریب پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔۔۔ ٹیبل لیمپ کے پاس پیپر ویٹ کے نیچے کوئی کاغذ دکھا یا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر نکال لیا۔۔۔ "ڈیڈی کے لئے۔۔۔" وہ عبارت پڑھ کر چونکا اور جلدی جلدی کھول کر پڑھنے لگا۔۔۔ یہ خط تھا۔۔۔ نشاط نے نسیم صاحب کو لکھا تھا۔۔۔

پاپا۔۔۔۔

اب تک میں آپ کو ڈیڈی کہتی رہی ہوں۔ لیکن آج میرا جی چاہتا ہے کہ پاپا کہہ کر مخاطب کروں۔ میں آپ کو اپنا پاپا ہی سمجھتی ہوں اور شاید ہمیشہ سمجھتی رہوں گی۔ آپ نے مجھے باپ کا پیار دیا ہے اسی لئے تو میری یہ بہترین خواہش بھی کہ میں آپ کے قدموں

ے الگ ہوتے وقت جی بھر کے آپ کا درشن کروں آپ کے تلووں سے اپنی آنکھوں
کو ملوں اور اپنے آنسوؤں کی مالا بھینٹ چڑھاؤں۔ مگر میں اس لئے ایسا نہ کر سکی کہ
پھر نہ آپ کی محبت میرا دامن چھوڑے گی نہ میری عقیدت آپ کے قدموں سے الگ
ہونا گوارا کرے گی... کتنا اچھا ہوتا اگر میرا راز آپ کے سینہ میں محفوظ رہتا یا
اگر افشا بھی ہوتا تو اس طرح کہ میرے کانوں تک نہ پہنچتا... میں مغالطہ میں جینا
چاہتی تھی بابا اس لئے کہ اسی مغالطے نے آپ سے آپ کے گھر سے اور آپ کی
ایک ایک چیز سے میرا ناطہ جوڑ دیا تھا... میں آج جانے کو جا تو رہی ہوں لیکن میری
آتما آپ سے آپ کے گھر سے اور آپ کی ایک ایک چیز سے لپٹی ہوئی ہے۔ مجھے خیال
پیدا ہو رہا ہے میرے بعد باغ ویران ہو جائے گا وہاں سے پھولوں کو توڑ کر لانے
والا کوئی نہ ہوگا۔ یہ کوٹھی اداس ہو جائے گی اسے محبت و پیار سے اپنا سمجھنے والا نہ ملیگا
اور آپ کا پُر خلوص دل دہل اٹھے گا چونکہ آپ نے جسے اپنی بیٹی سمجھا تھا وہ ہمیشہ کے لئے
آپ سے بچھڑ رہی ہے... یقین جانئے آپ کی شفقت میرا دامن پکڑ رہی ہے۔ باغ
کا ایک ایک پھول مجھے آواز دے رہا ہے یہ عمارت میری جدائی پر آنسو بہا رہی ہے
اور شاید میں بھی یہاں سے نکلنے کے بعد عالم تصور میں ایک ایک کے گلے مل کر روتی
رہوں گی۔ مگر کیا کروں یہ جاننے کے بعد کہ میرے باپ کوئی اور ہیں دل اس پر
تیار نہیں ہوتا کہ پرائے گھر میں پڑی رہوں۔ لڑکی کا گھر یا اس کا سسرال
ہوتا ہے یا میکہ... اور میں ایسی ابھاگن ہوں جس کا نہ سسرال ہی رہا نہ
میکہ... بھگوان نے جس کے لئے دنیا میں کچھ نہ رکھا ہو وہ زبردستی کہیں
رہنے کی کوشش کرے تو کیوں...؟ آپ کا یہی بہت بڑا احسان ہے کہ

آپ نے مجھ زمین کی پیٹھ کے بوجھ کو اب تک لادے رکھا مگر ایک نہ ایک دن تو
اس لادے ہوئے بوجھ کو پھینکنا ہی تھا آپ کو... اور بھگوان نے ایسی بات
آپ کے منہ سے کہلوا دی جس کے بعد یہ بوجھ آپ سے آپ دور بہت دور ہوا جا رہا
ہے..... میں اب آپ کے پاس سے ہمیشہ کے لئے جا رہی ہوں میری تلاش
نہ کیجئے گا اور یہ سمجھ لیجئے گا کہ جس کے لئے بھگوان ہی نے کوئی سہارا نہ رکھا ہو اسے
آپ کب تک سہارا دیتے....؟ البتہ جب کبھی میری یاد آئے تو مجھے دعائیں
ضرور دیجئے گا۔ سنتی ہوں ماں باپ کی دعائیں بہت سعید ہوتی ہیں۔ اور میں
نے آپ کو باپ ہی سمجھا ہے مجھے یقین ہے کہ آپ کی دعا ضرور میرے کام آئے گی...
اچھا اب رخصت ہو رہی ہوں۔ جو کچھ خطا ہوئی ہو مجھ سے وہ معاف کر دیجئے...
سلام آخری سلام .....

آپ کی بدنصیب بیٹی
نشاط

نسیم پورے جسم سے کانپ اٹھا... اسے ایسا معلوم ہوا جیسے پوری دنیا
اندھیری ہو گئی ہے۔ وہ آج سے پہلے یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی روح نشاط
سے اتنی قریب ہو چکی ہے... اس کا دم گھٹنے لگا۔ حلق میں کانٹے پڑنے لگے۔
چہرے کا رنگ بدل گیا..... وہ لڑکھڑاتا ہوا کمرے سے باہر نکلا اور اپنے
سسکتا ہوا نسیم صاحب تک پہنچا۔

"لائے میری نشاط کو....؟"

"بولتے کیوں نہیں....؟"

"کیا اس نے مجھ گنہگار کے پاس آنے سے انکار کر دیا.....؟"

"کیا میری صورت دیکھنا وہ نہیں چاہتی ہے....؟"

"کیا مجھ سے سچ مچ خفا ہو گئی ہے....؟"

"بتاؤ خدا کے لئے کچھ بتاؤ...."

نسیم صاحب نیم پاگل ہو رہے تھے۔ نبین کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ کیا جواب دے۔ ایک لمحہ کے لئے وہ رکا اور پھر ان کے سوالات کے جواب میں اس نے خط پڑھا دیا....

"خط... میری بیٹی کا خط...." وہ عالم بیتابی میں اسے پڑھنے لگے.... اور خاتمہ پر کاغذ ان کے ہاتھ سے گر پڑا جسم میں کپکپاہٹ پیدا ہو گئی اور چکرا کر وہ بھی گر پڑے.... نبین نے سہارا دینا چاہا مگر نسیم صاحب بچ نہ سکے زمین آ رہے ان کا سر پھٹ گیا۔ خون کا فوارہ چھوٹنے لگا اور دانت پر دانت بیٹھ گئے....

"چچا...."

"چچا...."

نبین آوازیں دینے لگا نوکر پانی کا چھینٹا دینے کو دوڑے گھر میں تہلکہ مچ گیا۔ اور پاس پڑوس کے لوگ دوڑ پڑے... نسیم صاحب کی پتھرائی ہوئی آنکھیں بے چینی سے چاروں طرف گردش کر رہی تھیں۔ وہ اتنے لوگوں کے ہجوم میں اپنی نشاط کو ڈھونڈ رہے تھے۔ سب کھڑے تھے۔ لیکن صرف وہ نہیں تھی اور انھیں اسی کی تمنا تھی....

نبین نے فون سے ڈاکٹر کو اطلاع دی

"کم سوں...."

"بس فوراً آئیے ڈاکٹر صاحب...."

اور پھر نسیم صاحب کا سر اپنے زانو پر رکھ کر ہولے ہولے دبانے لگا... ان کے لب ہلے وہ کچھ کہنا چاہ رہے تھے مگر قوت جواب دے رہی تھی۔ نبین نے ان کے منہ کے قریب اپنا کان کر دیا....

"نشاط میری بچی نشاط...."

"آپ بالکل نہ گھبرائیے میں ضرور نشاط آپ کے پاس واپس لاؤں گا..." اس نے پورے اطمینان و یقین کے ساتھ کہا۔ اور لوگ جو اصل حقیقت سے ناآشنا تھے سمجھے شاید شوہر کی بے وقت موت نے جوان بیوہ سے خودکشی کا ارادہ کر دیا۔ سب کے منہ اتر گئے سب کو نشاط سے پیار تھا۔ سب کی ہمدردیاں اس کے ساتھ تھیں اور اُن میں سے کچھ بغیر کہے سنے اس کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے....

نسیم صاحب کو کوئی خبر نہ ہوئی وہ بے حس و حرکت پڑے تھے سینہ میں سانس الجھ رہی تھی اور آنکھیں کسی کے انتظار میں کھلی ہوئی تھیں.... ڈاکٹر آ گیا.... اس نے اسٹیتھسکوپ سے جانچا بلڈ پریشر دیکھا اور پھر نسخہ لکھتے ہوئے نبین کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔

"کوئی شدید صدمہ پہنچا ہے انکو کمزور اور بوڑھے آدمی ہیں دوا دینا میرا کام ہے اس سے آگے خدا کے ہاتھ میں ہے...." نوکر نسخہ لیکر دوا لانے بھاگا نبین نے ڈاکٹر کو فیس دیتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کے خیال میں کنڈیشن کیا ہے....؟"

"سیریس...." وہ اپنا بیگ اٹھاتا ہوا بولا اور قدم بڑھانے لگا... نبین کو نسیم صاحب

کی شفقتوں نے جیت لیا تھا۔ اسے محبت پیدا ہو گئی تھی وہ ایک معصوم بوڑھے کو مرتا ہوا
دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کی بہترین خواہش تھی کہ سوکھی ہوئی رگوں میں ایک بار
پھر زندگی کی تازگی آجائے خشک ڈالی چند ہی دنوں کے لئے سہی مگر ہری ہو جائے اور
وہ نشاط کو دوبارہ گھر واپس لانے میں کامیابی حاصل کر سکے۔ . . . وہ بار بار ان کا چہرا
دیکھ رہا تھا جو دودھ سے بھی زیادہ سفید ہو گیا تھا۔ ان کا سر اس کے زانو پر تھا۔
ہو رہی تھی نبض تیزی سے بھاگ رہی تھی اور اس درو دیوار سے بس ایک آواز آرہی
تھی..... نشاط..... نشاط.....

۱۱

اور نشاط سہمی ہوئی ایک سیکنڈ کلاس کمپارٹمنٹ میں کھڑی تھی۔۔۔ ریل
بھی پوری رفتار سے بھاگ رہا تھا۔ اپنی اپنی سیٹوں پر سفر کرنے والے پاؤں پھیلائے
اطمینان کی سانس لے رہے تھے اور کسی کو بھی توفیق نہیں ہو رہی تھی کہ اس
سے اتنا ہی کہہ دے۔

"کھڑی کیوں ہو یہاں بیٹھ جاؤ....."

ریل میں سفر کرنے والے بھی تو بھانت بھانت کے ہوتے ہیں... پھر جگہ
دینے کے معاملے میں تو وہ سارے اخلاقیات بھول جاتے ہیں۔ اور سوچتے ہیں
کہ آرام کا حق محض ان ہی کو پہنچتا ہے کیونکہ صرف ان ہی نے ادا کیا ہے باقی تمام
بے ٹکٹ سفر کر رہے ہیں یا لوہے کے بنے ہوئے ہیں جن پر کسی تکلیف کا کوئی
اثر ہی نہیں ہوتا.....

گاڑی چلتے چلتے ایک اسٹیشن پر رکی اور کنارے کی برتھ والے مسافر
نے اسے سر سے پیر تک دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کہاں جائیں گے.....؟"

"کلکتہ.....!"

"بڑا لمبا سفر ہے۔ کاش آپ نے اپنی سیٹ بک کرائی ہوتی....."

"غلطی تو ہوگئی اصل میں وقت نہیں ملا چلنے سے کوئی ارادہ ہوتا تو ضرور ریزرویشن کرا لیتی ....."

"مگر اس طرح آپ نے اپنے ساتھ دوسروں کو بھی تکلیف دی۔"

"جی ۔ !" وہ گھبرا گئی ....

"میرا مطلب یہ ہے کہ سارے یکساں تو ہوتے نہیں مزاجوں کا فرق آپ جانتی ہی ہوں گی ۔ اور میرا مزاج کچھ ایسا ہے کہ دوسرے کی تکلیف دیکھی نہیں جاتی آپ کھڑی رہیں اور میں آرام سے لیٹوں ....؟ یہ بہت محال ہے ....."

"مگر میں کھڑی کیوں رہوں گی بیٹھ جاؤں گی ....!"

"آپ کے ساتھ تو نہ بستر ہے نہ بکس بیٹھیں گی آپ کاہے پر ....؟"

بالکل بے سروسامانی میں گھر سے نکلی تھی۔ اس نے سامان سفر کچھ بھی نہیں لیا تھا۔ بس تھوڑے سے روپے البتہ ڈال رکھے تھے وہ بھی اس لئے کہ ریل کا کرایہ ادا کر سکے۔ وہ کچھ شپٹا سی گئی اور اس سے زیادہ ایک لفظ نہ کہہ سکی

"وقت کی بات ہے ....."

"وہ تو میں بھی سمجھ رہا ہوں ... خیر آجایئے میری سیٹ پر۔"

"مگر آپ کیوں زحمت کر رہے ہیں ....؟"

"مجھے زحمت تو آپ کو جگہ نہ دینے سے ہوگی ...."

"اگر یہ بات ہے تو باعث زحمت بننا نہیں چاہتی ..." نشاط سیٹ کے ایک کنارے آ بیٹھی۔ اس نے دیکھنے گھورنے میں آنکھیں کھوئی تھیں وہ آن

عورتوں میں نہیں تھی جو اپنے کو تنہا سمجھتی ہیں اور مردوں سے اس طرح خوف کھاتی ہیں جیسے کوئی شیر ہو۔ وہ اپنی عزت آپ کرنا جانتی تھی اسے یہ بھی معلوم تھا کہ جب تک عورت موم نہیں بنتی اس وقت تک بڑی سے بڑی طاقت کی گرمی و حرارت بھی اسے نہیں پگھلا سکتی۔ پھر وہ جس مرد کی سیٹ پر بیٹھی تھی وہ کوئی نوجوان نہ تھا چالیس منزلیں تو اس کی عمر ضرور طے کر چکی تھی کنپٹی کے بال سفید ہو رہے تھے اور چہرے پر متانت و سنجیدگی کی لہریں پھیلی ہوئی تھیں ..... وہ نشاط کو جگہ دے کر مطمئن ہو گیا تھا اور مطالعہ کرنے لگا تھا۔

"کیا آپ کے پاس پڑھنے کے لئے کچھ اور بھی ہے ....." نشاط نے دریافت کیا۔

"ضرور ہے ... پڑھنا لکھنا ہی تو میری زندگی کا مشغلہ ہے ..." وہ جھٹ سے بولا

"اس سے بڑھ کر اور مشغلہ ہو بھی کیا سکتا ہے ....." نشاط نے اس کے مذاق کی قدر کی ....

"لیجئے یہ میرا رسالہ ہے اسی ہفتہ کا اسے پڑھئے۔" اس نے اپنے بیگ میں سے نکال کر نشاط کی طرف بڑھا دیا ....

"آپ کا رسالہ ....؟"

"جی ہاں میرا رسالہ آپ کو تعجب کیوں ہو رہا ہے ...."

"مگر یہ رسالہ تو میں برابر پڑھتی رہتی اس کی خریدار بھی ہوں ..."

"پھر تو آپ مجھ سے ضرور واقف ہوں گی میں اس رسالہ کا ایڈیٹر [illegible] ہوں"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر میں آپ کے نام غائبانہ طور پر پہلے سے آشنا تھی"

"زہے نصیب ....."

اب ان دونوں میں ہلکی سی اجنبیت باقی نہیں رہی۔ کرن سنگھ کو محسوس کر کے وقتی خوشی ہوئی کہ اس نے اپنی قدردان ذات کے ساتھ انسانیت کا برتاؤ کیا اور وہ یہ سوچ کر کچھ زیادہ مطمئن ہو گئی کہ اسے جگہ دینے والا دل کا صاف، حق پسند اور پڑھا لکھا انسان ہے۔ اگر ایک ہلکا سا خوف ابھرنے کی کوشش بھی کر رہا تھا تو ختم ہو کر رہ گیا اور نشاط ایک کہانی پڑھنے میں گم ہو گئی۔ اس کے دل و دماغ میں ہلچل مچی ہوئی تھی۔ اس کی زندگی نے سخت تڑپ کر دی ڈالی تھی۔ وہ اپنے آپ میں نہیں تھی مگر حالات کا تقاضہ یہ تھا کہ وہ اپنے کو سنبھالے رکھے، کسی پر اپنا راز کھلنے نہ دے اور چہرے کا رنگ بدلنے نہ دے۔ اس نے محض خیال تبدیل کرنے کے لئے مطالعہ کا سہارا لیا تھا۔ اسے ڈر معلوم ہو رہا تھا کہ کہیں یہ نسخہ بھی کارگر نہ ہوا تو وہ کیا کرے گی؟ لیکن کہانی اتنی جاندار، اسی قدر پُر اثر، اور ایسی جذباتی تھی کہ وہ اپنا غم بھول کر اس میں کھو گئی۔۔۔ گاڑی نے ایک جھٹکے کے ساتھ لائن بدلی، اپنی چال مدھم کی اور علیگڑھ پہنچ کر دم لینے کے لئے ٹھہر گئی۔۔۔ نشاط نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی۔ یہ بھی پلٹ کر نہ دیکھا کہ کون سا اسٹیشن ہے۔ وہ کہانی کے ماحول میں کھوئی ہوئی تھی کہ کرن سنگھ کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

"مطالعہ کے لئے بہت وقت ہے اور رات کے کھانے کے لئے زیادہ وقت نہیں اس لئے پہلے کھا لیجیے پھر پڑھیے گا۔"

"کیا کہا۔۔۔؟" وہ چونک پڑی۔ اسے خبر بھی نہیں ہوئی تھی اور کرن سنگھ کھانے کا دوسرا منگوا چکا تھا۔۔۔ "اس کی کیا ضرورت تھی۔۔۔؟"

"انسان کی سب سے بڑی ضرورت تو یہی ہے۔ پہلے روٹی پھر کچھ اور۔۔۔ چلیے شروع

کیجیے بس ہاتھ بڑھائیے۔۔۔" کرن سنگھ نے اصرار کیا۔

"آپ مجبور کر رہے ہیں۔"

"یہی سمجھ لیجیے۔۔۔"

"اگر مجھے خواہش ہوتی تو میں خود منگوا لیتی۔"

"میں کب یہ سمجھ رہا ہوں کہ آپ نہیں منگوا سکتی تھیں لیکن میں نے منگوا لیا تو حرج بھی کون سا ہوا۔۔۔؟"

"حرج تو کچھ نہیں ہوا۔۔۔"

"بس تو پھر شروع ہو جائیے۔۔۔"

"دو پیراگراف رہ گئے ہیں، چاہتی تھی اسے بھی ختم کر لوں۔۔۔"

"کھانے کے بعد ختم کر لیجیے گا۔۔۔"

نشاط کرن سنگھ کے اصرار پر چپ ہو گئی اور رسالہ رکھ کر کھانے میں مشغول ہو گئی۔

"موسٹ انٹرسٹنگ کہانی ہے۔۔۔؟" وہ خود اتفاقاً بول پڑی۔

"کون سی کہانی۔۔۔؟"

"بچھڑ گئے ہم تم۔۔۔"

"ہاں صاحب اس کہانی کار کی ہر طرف سے تعریف ہو رہی ہے وہ یہی تین کہانیاں لکھی ہیں بالکل نیا لکھنے والا ہے مگر پڑھنے والوں کے دل و دماغ پر چھایا جا رہا ہے۔"

کرن سنگھ نے اس کے خیال کی تائید کی۔۔۔ اور پھر اظہار خیال کرتا ہوا بولا

"ہم اخبار نویس بڑی سنگ دل بھی ہوتے ہیں، درد دل کا حال بتا دیا کرتے ہیں۔۔۔"

"کیا مطلب...؟" نشاط چونک اٹھی....

"یہی کہ آپ کی زندگی نے کچھ ایسی کروٹ لی ہے کہ جس نے بے سروسامان بنا کر آپ کو سڑک پر لا کھڑا کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ کی کوئی منزل نہیں ہے اور اس دھوکے میں رہ کر آپ یقیناً صحیح ہے کہ آپ خود نہیں جانتیں کہ آپ کا آئندہ قدم کس طرح پڑے گا...."

"بات تو کچھ ایسی ہی ہے...." نشاط نے ہتھیار ڈال دئے.... وہ خواہ مخواہ سچ کو جھٹلانا نہیں چاہتی تھی....

"تو کیوں نہ آپ ضرور دو دن کے لئے آپ ہمارے کلکتہ جانے کے لئے تیار ہو جائیں۔"

"مگر کیوں....؟"

"اس لئے کہ وہاں میرا برانچ آفس ہے اور آپ کو وہاں سے خاص دلچسپی معلوم ہوتی ہے کیا برا ہے اگر وہاں کا چارج آپ لے لیں۔"

"مجھے کچھ کرنا تو ضرور ہے لیکن آپ نے جس خدمت کے لئے مجھے منتخب کیا ہے اس کی اہل بھی ہوں میں......؟"

"میں نے اہل ہی سمجھ کر تو پیش کش کی ہے۔"

"اور اگر میں نااہل ثابت ہوئی....؟"

"تو میں اپنے تجربہ اور انتخاب کا ماتم کروں گا...."

"پھر مجھے انکار نہیں...." نشاط نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے [illegible] کاڑی نے ایک جھٹکے کے ساتھ کروٹ بدلی۔ اور ٹھیک اسی وقت ممتاز [illegible] طبیب کے سامنے ایک تجویز رکھی....

"نہیں تو اب تم سے شادی نہیں کریگا...."

"مجھے معلوم ہے......"

"اور اس سے بھی تم بے خبر نہیں ہو کہ دوست دشمن سب کے ہوتے ہیں خصوصیت جوان عورت کے تو لوگ اس لئے بھی دشمن ہو جاتے ہیں کہ وہ با آسانی ان کے ہاتھوں کا کھلونا کیوں نہیں بنتی......"

"اسی لئے تو مجھے اللہ میاں سے گلہ ہے کہ انہوں نے مجھے جوان کیوں بنایا؟" وہ مسکرائی۔

"انہوں نے تو تمہارے معاملہ میں بہت فیاضی کا ثبوت دیا ہے...." ممتاز نے غیر محسوس طور پر کروٹ لی....

"آپ شاید یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں خوبصورت بھی ہوں...."

"ہاں......!"

"خاک...!" مجھے تو ایک آنکھ نہیں بھاتی ہے اپنی صورت..."

"تم اپنی آنکھ سے اپنے کو کیوں دیکھتی ہو....؟"

"پھر کس کی آنکھ سے دیکھوں....؟"

ممتاز کے جی میں آیا کہ برجستہ کہہ دے....

"میری آنکھوں سے اپنے کو دیکھو......"

مگر وہ کچھ جھینپ گیا۔ الفاظ اس کے ہونٹوں تک آ کر رہ گئے۔ اور اس نے رخ بدلا۔

"ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ تم ناری سکنتلا میں ہو اپنے لو اور اچھی خاصی

دستکار بنکر اپنے قدموں پہ کھڑی ہو جاؤ....."

"کہنے کو تو آپ ٹھیک ہیں اور میرا بھی جی چاہتا ہے کہ کچھ کروں...."

"پھر دیر کیا ہے....؟"

"میں نے سنا ہے ان اداروں میں پردہ نام کو نہیں ہے ہر طرح کے مرد آتے جاتے رہتے ہیں اور آپ جانئے میری آنکھوں کا پانی کوئی مرا تو ہے نہیں کہ سب کے سامنے ہو سکوں....؟ مجھے تو غیر مردوں کو دیکھ کر الجھن ہونے لگتی ہے ویسے قسمت کا جو لکھا تھا وہ پورا ضرور ہوا مگر اب تک یہ حال ہے کہ مغل اعظم پکچر کی کب سے تعریف سن رہی ہوں مگر یہ ہمت نہیں ہوتی کہ کبھی میٹنی شو دیکھ آؤں۔" طیبہ نے اپنے کو بے گناہ اور معصوم ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ اور ممتاز حسین کی آنکھوں میں عشق کروٹیں لینے لگا تھا اور کسی میں حسن کی تجلیاں پارہا تھا.... فوراً بولا۔

"تم نے مجھ سے کہا ہوتا میں تمہیں مغل اعظم دکھا لاتا....."

"آپ سے بھی تو ڈر معلوم ہوتا ہے...."

"اس لئے کہ میں بھی مرد ہوں....؟" وہ مسکرایا۔

"آپ جیسا مرد تو پوجنے کے قابل ہے...."

"مگر آج تک پرستار تو بہت دور رہیں قدردان بھی نہ ملا...." ممتاز کی دبی ہوئی چوٹ ابھر آئی۔ اور اس کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا غریب اور پرانے مزاج کے پروردہ لوگ فطرتاً ڈرے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کو جو ماحول ملتا ہے وہ حقیقتاً حریص و لالچی بنا دیتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ خود غرضی کا شکار رہتے ہیں اور اپنے اندر کے

چھپے ہوئے چور کو آپ نہیں پکڑ سکتے.....

ممتاز بھی اپنے سلسلہ میں خوش فہمی کا مریض تھا.... اسے پہلے تو طیبہ سے نفرت تھی جو کچھ اس نے سنا تھا اور دیکھا تھا اس کے نتیجے میں وہ محلہ کی اس لڑکی سے اپنی جوان بھتیجیوں کا ملنا جلنا پسند نہیں کرتا تھا۔ اس نے اچھا خاصہ محاذ قائم کیا تھا۔ لیکن جب اس کی کچھ نہ چل سکی تھی اور حد یہ ہے کہ بڑے بھائی تک نے اس کی باتوں کو جھوٹ کا پلندہ سمجھا تھا تو اس نے سوچا تھا وہ دوست بنکر طیبہ کے چہرے سے نقاب ہٹا دی جائے اور آج جو میری باتوں کا یقین نہیں کر رہے ہیں۔ کل خود اپنی آنکھوں سے دیکھ کر میرے ہم نوا بن جائیں گے... اور اس کھیل کو کھیلنے کے لئے اس نے ایک کروٹ لی تھی اور سچے مخلص کی طرح آنا جانا شروع کر دیا تھا۔

طیبہ کے باپ سے اس کا مدتوں کا یارانہ تھا۔ وہ بے دھڑک گھر میں آجاتا تھا اور قدم قدم پر ان لوگوں کا ساتھ دے رہا تھا... کبھی اس کے بوڑھے چچا اور مریض باپ کی مدد کرتا۔ وہ ڈاکٹر کے یہاں سے انجکشن دلوا کر دوا دلواتے ہوئے گھر کی دہلیز پر پہنچتے تو لپک کر انکو سہارا دیتا۔ گھر تک پہنچاتا اور کبھی انکی خالی جیب تھما چپکے سے نوٹ ڈال دیتا کہ وہ ایک دو دن کے لئے کسی قدر الجھنوں سے نجات حاصل کر لیتے۔ کبھی وہ ان کے خانگی معاملات میں اپنوں کی طرح دلچسپی لیتا۔ اور کبھی طیبہ کے بارے میں ان سے گھنٹوں باتیں کیا کرتا.... اس کی حیثیت غیر کی کبھی نہیں رہی تھی۔ اسی لئے تو جب بھی جا سکتا تھا وہ پہنچ جاتا تھا.... اور اگر کسی دن نہ جا پاتا تھا تو ایک عجیب طرح کی اپنے میں کمی محسوس کرتا تھا۔ کھویا کھویا سا رہتا

تھا اور اس کی سمجھ میں خود نہیں آتا تھا کہ آخر یہ کیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ؟

وہ ابتدا میں تو کچھ دور دور سا رہا ۔ طیبہ کے کردار کو بری نگاہ سے دیکھتا رہا لیکن چند ہی دنوں کے اندر اس کی زندگی میں انقلاب آنے لگا ۔ اور وہ سوچنے لگا ۔

”میں نے تصویر کا صرف ایک ہی رخ دیکھا ۔“

”طیبہ کو تو مورد الزام ٹھہرا دیا مگر ان لوگوں کو بالکل ہی نظر انداز کر دیا جنھوں نے اس کی کمزوری دلچسپی سے فائدہ اٹھایا ۔ ؟“ اور پھر اس کا انداز نظر بدلا وہ بجائے بُری نگاہوں سے دیکھنے کے چشم کرم سے دیکھنے لگا اور طیبہ نے اپنی صورت کچھ اور معصوم بنالی جھکی جھکی پلکیں ۔ شرم و حجاب سے بھرپور تیور ۔ اور ہر انداز سے ٹپکتا ندامت ۔ ۔ ۔ ممتاز کو ایسا محسوس ہوا ۔ جیسے طیبہ اپنی غلطی پر نادم ہے اور ندامت کے بعد کتنا نکھار پیدا ہو جاتا ہے ۔ چہرے پر کیسا نور برسنے لگتا ہے ۔ اور کس قدر درخشاں محبوبیت پیدا ہو جاتی ہے ۔ اس کی ادھیڑ رگوں میں ایک بار پھر گرم گرم کچا ہوا خون دوڑا ۔ اپنی بیوی طاہرہ کا ہم مزاج نمونہ یاد آگیا ۔ اور زندگی بے کیف محسوس ہونے لگی ۔ اس نے پُرخلوص لہجے میں کہا ۔

”تو تم مغل اعظم دیکھنا چاہتی ہو ۔ ؟“

”چاہتی تو بہت دنوں سے ہوں مگر جاؤں کس کے ساتھ ۔ ؟“

”میرے ساتھ چلو ۔ ۔ ۔ ابھی میں نے تو کہا نا تم سے ۔ ۔ ۔ !“

”آپ اپنے ساتھ لے چلیں گے مجھے ۔ ؟“ طیبہ کی آنکھیں مارے خوشی کے چمک اٹھیں ۔ اور ممتاز کو ان مسکراتی ہوئی آنکھوں پر پیار آنے لگا ۔ وہ

آہستہ سے بولا ۔

”مگر میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اگر تمہارے ابا میاں سے کہہ کر تم کو سینما لے جاتا ہوں تو وہ ممکن ہے میری خاطر سے کچھ نہ کہیں مگر دل میں ضرور محسوس کریں گے بھلا یہ کیا سوجھی ہے ۔“

”ارے بے اُن سے کیا کسی سے بھی ذکر نہ کیجئے گا ورنہ بات کا بتنگڑ بن جائے گا ۔“

”تو پھر کیا صورت ممکن ہے ۔ ؟“

”آپ ہی ٹھن ٹھن جی روڈ پر کل ٹھیک دو بجے مجھے ملئے ۔“

”اور تم گھر سے اجازت لیکر نکل کھڑی ہوگی ۔ ۔ ؟“

”ہاں میں بہانہ تراشوں گی کہ مجلس میں جا رہی ہوں ۔“

”مگر مجلس کا نام سنکر تو تمہاری امی بھی تیار ہو جائیں گی ۔“

”وہ ان دنوں پیدل کہیں آجا کہاں سکتی ہیں ۔ ؟ آپ تو جانتے ہیں جوڑ جوڑ میں درد رہتا ہے انکو ۔ ۔ ۔ ۔“

”آہ تو مجھے معلوم ہے مگر تمہارے والد بڑے سخت آدمی ہیں مجھے یقین نہیں ہوتا کہ تنہا نکلنے کی تمہیں اجازت دیدیں گے ۔“

”مجلس کے نام پر وہ ضرور اجازت دیدیں گے ۔“

”تو پھر کل دو بجے میں تمہارا انتظار کروں گا ۔“

”اور تم میرا انتظار کرنا ۔ ۔ ۔ ۔“ ٹھیک اسی وقت نشاط کے کانوں میں یہ آواز گونجی ۔ ۔ ۔ اُس کے شوہر حمید خاں نے چین کے محاذ پر جاتے ہوئے یہی کہا تھا ۔

"تم میرا انتظار کرنا نشاط۔ میں ضرور تمہارے پاس آؤں گا۔۔۔؟" اور اُس نے کلمہ تجبیری لی۔ رگِ نفس میں درد پیدا ہو گیا۔ اور کرن سنگھ کے چہرے پر اُس نے نظریں بچھا دیں۔ ابھی جیسے وہ عقیدت کی نگاہ سے دیکھ رہی تھی۔ وہی اس کیلئے ایک سیم اپا مرد بن گیا۔۔۔ اور ایسے مرد کو شریفوں کی عورتیں کسی نظر سے بھی نہیں دیکھتی ہیں۔ اُس نے سوچا اور سنبھل کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گئی۔۔۔۔

"آپ گھلتے گھلتے اچانک رک کیوں گئیں۔؟" کرن سنگھ نے محسوس کر لیا۔

"میں ذرا آپ کے حلقے کے تازہ وارد کہانی کار کی تخلیق کا مطالعہ کرنا چاہتی ہوں۔!" اس کی پوری توجہ ایک مرکز پر سمٹ آئی۔

"کیا یہ کہانی آپ کو بہت اپیل کر رہی ہے۔۔۔۔؟" کرن سنگھ نے پوچھا۔

"ہاں۔" اُس نے سر ہلا دیا۔ اور وہ مطالعہ میں مشغول ہو گئی۔ کرن سنگھ ہولڈال کھول کر سیٹ پر بستر بچھانے لگا۔ رات آگے بڑھ رہی تھی اور ٹرین کی رفتار تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔

۱۲

نشاط نے کرن سنگھ کے لکھنؤ دفتر کا کام سنبھال لیا تھا۔

وہ اُس کے ہفتہ وار "اُجالا" کو بہت پہلے سے جانتی تھی۔ یہ اس کا محبوب رسالہ تھا۔ اور اس کی نگران بن کر وہ ایک طرح کی خوشی محسوس کر رہی تھی۔

"آپ تو اس انداز سے کام کر رہی ہیں جیسے معلوم ہوتا ہے اچھا خاصہ تجربہ ہے آپ کو۔۔۔۔" کرن سنگھ جو اس کی خاطر سے لکھنؤ اتر گیا تھا اور ضروری باتیں بتانے کے لئے یہاں رک گیا تھا مطمئن انداز میں بولا۔۔۔

"میں خود حیران ہوں کہ جو بار اٹھانا پڑ رہا ہے وہ مجھ سے کیونکر اٹھایا جا رہا ہے۔ شاید یہ سب کچھ صرف آپ کی رہنمائی کا نتیجہ ہے۔"

"رہنمائی تو میں نے ضرور کی ہے مگر آپ کی ذہانت نے بھی برسوں کا راستہ منٹوں میں طے کیا ہے۔"

"مگر میں تو اپنے کو ذہین بھی نہیں سمجھتی ہوں۔"

"آخر اس قدر آپ کی نگاہ میں اپنی ذات ارزاں کیوں ہے۔؟"

"اس لئے کہ میں اپنی حقیقت سے آشنا ہو چکی ہوں۔۔۔" نشاط نے بڑے درد بھرے لہجے میں جواب دیا اور سبزہ پر اپنی نگاہیں گاڑ دیں۔ دونوں وقت مل رہے تھے۔ آسمان پر ستارے چمکنا شروع ہو گئے تھے۔ اور چاند اُبھر رہا

تھا ...." وہ دونوں بخاری کی باغ میں ٹہل رہے تھے ۔ کرن سنگھ نے مخلصانہ
لہجہ میں مخاطب کیا ۔

"آپ مجھے کیا سمجھتی ہیں ۔"

"ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ۔"

"اور ...؟"

"ایک مخلص اور صحیح ہمدرد ...."

"تو پھر مجھ سے کھل کر کیوں نہیں باتیں کرتی ہیں ۔ ذرا تفصیل سے اپنے حالات
بتلائیے ۔ شاید میں کچھ کام آسکوں آپ کے ۔"

"مگر کیا یہ ٹھیک ہے کہ میرا حال سن کے .... میرے سپرد جو کام کیا ہے آپ نے وہ
لیجئے ۔ اور اسی کے سلسلے میں باتیں کیجئے ...."

"ہر وقت کام کی باتیں نہیں کی جاتی ہیں ...."

"لیکن میں تو کام ہی کی باتیں کروں گی .... نشاط نے دامن بچایا .... ہاں یہ
جو کہانی آپ نے چھاپی ہے بڑی پر اثر ہے میں سوچتی ہوں اس کے لکھنے والے کو مستقل
طور پر "اجالا" میں اپنے قلم کے جوہر دکھلانے کی دعوت دی جائے ...." وہ

"مگر آپکو یہ سنکر افسوس ہوگا کہ اس کہانی کا رائٹر کا کوئی پتہ نہیں ہے ۔"

"پھر کیا آسمان سے ٹپک پڑی یہ کہانی ۔ ؟" نشاط جھلا گئی ۔

"جی نہیں یہ بھیجنے والے نے لکھا اپنے کسی دوست کو بھیجی تھی اور اس نے
اپنی طرف سے مجھے بھیجدی ۔ اسی لئے تو جب میں نے اس سے دوبارہ درخواست
کی تو وہ یکلخت خاموش ہو گیا .... مجھے اب خود کوئی حال نہیں معلوم ہے ۔"

"کاش ایسا نہ ہوتا ....!" نشاط کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا اور اسکی
نکھوں میں آنسو جھلملانے لگے ...."

"معلوم ہوتا ہے کہانی نے آپکو بہت متاثر کیا ہے ۔ ؟"

"اس میں کوئی شک نہیں ۔ جہیز کتنی بری چیز ہے اور کس طرح دو پرخلوص
وں کو توڑتی ہے اس کا نقشہ شاید ہی اس سے بہتر کسی کہانی میں اتر سکا ہو مجھے
ایسا معلوم ہوتا ہے لکھنے والا ان حالات سے دوچار رہا اور یہ اس کے اپنے
ذبات ہیں ...."

"اپنی بیتی ہی تو غضب کی ہوتی ہے اسی لئے تو میں آپ سے بھی آپ کی بیتی
سننا چاہ رہا ہوں ۔ آخر ہرج کیا ہے ۔ ؟ میں کوئی غیر تو نہیں ہوں ۔ آپ کو
نی چھوٹی بہن سمجھتا ہوں ۔ بڑے بھائی کو باخبر کرنے میں کیا پس و پیش ہے آپکو ؟"

"آپ مجھے اپنی بہن سمجھتے ہیں ۔ ؟"

"بالکل آپ ہی کی طرح میری بہن ہے دلجیت کور کبھی کبھی میں اسے پیار
سے چپت بھی رسید کر دیا کرتا ہوں ۔ اور آپ کو بھی میں وہی سمجھتا ہوں ۔"

"تو اس کے معنی یہ ہیں کہ مجھے بھی آپ چپت رسید کر دیں گے ۔ ؟" نشاط مسکرا اٹھی

"بڑے بھائی کے لئے کیا مشکل ہے چھوٹی بہن کو چپت رسید کر دینا پھر ایسی
ہن کو جو بھائی سے اپنا حال چھپا رہی ہو ...."

"آپ سچ مچ میرے بھائی ہیں ۔ ؟" وہ اچانک تڑپ اٹھی ۔

"بالکل سگا بھائی ...." کرن سنگھ کے چہرے پر یقین و اعتماد کی لہریں کھیل گئیں
ں سکھ ہوں اور ایک سکھ جو زبان سے کہتا ہے اسے پورا بھی کرتا ہے تم میری

بہن دیکھیت کو۔۔۔ نشاط و دیکھیت کو ایک ہی تصویر کے دو رخ ہی سمجھ گئیں۔؟

"اگر ایسا ہے تو میں بڑی خوش نصیب ہوں۔۔۔۔" اس کے مرجھائے ہوئے چہرے پر اطمینان کی چمک پیدا ہو گئی۔۔۔۔ اور وہ خراماں خراماں بڑھتی ہوئی اول سے آخر تک ساری داستان سنا بیٹھی۔۔۔۔۔

"نشاط!" کرن سنگھ نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ "جو ہونا تھا ہو چکا۔ اب سب کچھ بھول جاؤ۔۔۔ اور ایک بہن کی طرح میرے ساتھ رہو تمہارا یہ بھائی تمہارے سر پر اب سہرا باندھے گا۔۔۔۔"

"ہاں۔۔۔" نشاط نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ "ایسی بات نہ نکالو منہ سے بھیا۔ عورت کے سر پر ایک ہی بار سہرا بندھتا ہے اور وہ میرے سر پر بندھ چکا۔۔۔"

"مگر اسلام نے بیوہ کی شادی پر زور دیا ہے بہن۔"

"صرف اس لئے بھائی کہ عورتیں اپنے اوپر جبر کر کے گمراہ نہ ہو جائیں۔ اور جسے جبر میں اختیار کا مزہ مل رہا ہو اسے کیا ضرورت ہے؟ عقد بیوگان کوئی واجب تو نہیں ہے اسلام میں۔۔۔؟"

"وہ تو میں بھی جانتا ہوں، پگلی۔۔۔۔"

"یہ! اچھا بند کرو بھائی۔۔۔؟ اسے ختم ہی کر دو ورنہ تمہاری بہن تم سے روٹھ جائے گی۔۔۔" نشاط کسی قدر تنک کر بولی اور کرن سنگھ جو اس کے جذبات کو سمجھ رہا تھا گیٹ سے باہر نکل کر بولا۔

"آؤ آج تمہیں سینما دکھاؤں۔۔۔"

"نہیں بھیا میں سینما نہیں جاؤں گی۔"

"پھر جی کیسے بہلے گا۔۔۔۔؟"

"ان کی یاد میرا جی بہلائے گی۔۔۔" نشاط نے برجستہ جواب دیا اور حضرت گنج کی طرف چل پڑی۔ رات ہو چکی تھی۔۔ دونوں طرف بجلی کے قمقموں نے رنگ و نور کا سمندر لٹا دیا تھا۔ اور سجی ہوئی دوکانیں قدم قدم پر گزرنے والوں کو اپنے نظارے کی دعوت دے رہی تھیں۔۔۔ کرن سنگھ رکا۔

"آؤ بہن کچھ شاپنگ کر لی جائے۔۔۔"

"مگر میں نے تو طے کیا ہے کہ میں شروع مہینہ میں شاپنگ کروں گی۔"

"کیوں۔۔۔؟"

"اس لئے کہ میرا پرس اس وقت گرم رہے گا مجھے دفتر سے تنخواہ مل چکی ہوگی۔"

"تو اُس وقت تم اپنے طور پر شاپنگ کرنا اس وقت ایک بھائی کی حیثیت سے اپنی بہن کے لئے میں شاپنگ کروں گا۔۔۔"

"لیکن بھائی نے بہن کو اپنے قدموں پر کھڑا کر کے فرض ادا کر دیا ہے اب بہن کو کوئی حق نہیں ہے کہ بھائی کے لئے بار بنے۔۔۔"

"تم شاید یہ کہنا چاہتی ہو کہ میں نے دفتر میں جگہ دے کر تمہیں تمہارے پیروں پر کھڑا کر دیا ہے۔۔۔؟"

"جی ہاں۔۔۔۔"

"لیکن وہ تو میرے حق بحقدار رسید کی مثل صادق کی ہے۔۔۔"

"بس وہی میرے لئے بہت کافی ہے۔۔۔۔"

"تم بھائی کے ناطے بہن کی خدمت کا موقعہ نہیں دینا چاہتیں مجھے...؟"

"آج کی دنیا میں سب کو اپنی خدمت آپ کرنی چاہیئے۔ اور میں جب بھی خدمت کر سکتی ہوں تو پھر آپ سے کیوں مدد لوں...؟"

"تم بڑی ضدی لڑکی ہو نشاط...." کرن سنگھ بیتاب سا ہو گیا۔

"ایسا تو نہیں ہے بھیا...."

"بالکل ایسا ہی ہے... ورنہ کیا بڑے بھائی سے چھوٹی بہن تحفہ نہیں لیتی ہیں؟"

"ضرور لیتی ہیں مگر کسی خاص موقعہ پر ہر وقت نہیں...."

"تو میں کب ہر وقت تمہارے ساتھ تیار ہوں گا..." کرن سنگھ چاہتا تھا کہ بے سروسامان لڑکی کو ضروریات کی چیزیں دلا دے۔ ذرا تیور بدل کر بولا

"شاید تم مجھے اپنا بڑا بھائی نہیں سمجھتی ہو...؟"

"کیوں نہ سمجھوں گی آپ ایسا ہی میرے بڑے بھائی...."

"تو پھر تمہیں میرا کہنا ماننا پڑے گا۔ بس چلو جلدی..." نشاط مجبور ہو گئی اور کرن سنگھ کے ساتھ ساتھ ایک دوکان میں داخل ہو گئی۔ وہ چاہتا تھا کہ اپنی منہ بولی بہن کو قیمتی چیزیں دلا دے لیکن اُسکی خواہش تھی کہ بس تن ڈھک جائے اور اُتنا ہی کچھ سودا لے جتنا پھر بآسانی تنخواہ سے کٹوا سکے۔

"بھئی تمہاری بڑی گھٹیا پسند ہے۔" کرن سنگھ تڑپ اٹھا....

"میں خود بھی تو گھٹیا ہوں بھیا...."

"کسی قیمتی چیز پر تمہاری نظر اٹھتی ہی نہیں ہے جب دو ٹکے کی چیز بھا ہی جاتی ہے کوئی تک ہے۔؟"

"میرے لئے یہی مناسب ہے....."

"تو پھر جاؤ جو بھی چاہے تمہارا وہ لے لو۔ میں تو باز آیا...." کرن سنگھ منہ موڑ کر کھڑا ہو گیا اور نشاط کو موقعہ مل گیا اس نے کم داموں کی محض ضروریات کی چیزیں لیں اور سامان بغل میں دبا کر بولی۔

"بس چلئے ہو گئی آپ کی خوشی پوری....؟"

"خوشی تو پوری نہیں ہوئی البتہ یہ کہو کہ تم نے میری بات رکھ دی...."

اور طیبہ اپنی خوشی پوری کرنے پر تلی ہوئی تھی۔ اُس نے بغیر کسی دعوت کے میٹنی شو سے واپسی پر برقعہ کے اندر سے اپنا ہاتھ نکال کر ممتاز کے ہولے سے چٹکی کاٹی....

"آپ تو ایسا بھاگ رہے ہیں جیسے معلوم ہوتا ہے کہ گدھے کے سر سے سینگ کچھ نہیں تو ذرا ہوٹل ہی میں دم لے لیجئے۔ کچھ پانی وغیرہ پی لیا جائے"

"میں تو تمہاری وجہ سے گھر پہنچنے کی جلدی کر رہا تھا ورنہ میری تو دلی خواہش ہے کہ میرا تمہارا ساتھ زیادہ سے زیادہ رہے...." ممتاز نے برجستہ جواب دیا اور چاند ہوٹل کی گلی میں مڑ گیا...

یہ لکھنؤ کے تیسرے درجہ کا ایک ریسٹورنٹ تھا۔ جہاں ایک کمرہ فیملی والوں کے لئے مخصوص کر دیا گیا تھا۔ اور طیبہ و ممتاز قسم کے لوگ اکثر یہاں آکر اوپر یا دو بی کی لسی چائے اور بریانی سے شوق فرماتے ہوئے مراحل عشق و محبت طے کرتے تھے.... وہ دونوں جا کر پہلو بہ پہلو بیٹھ گئے۔ ملازم نے پردہ کھینچ

دیا اور...

"کیا لاؤں....؟"

"جو یہ کہہ رہی...." ممتاز نے طیبہ کی طرف اشارہ کیا۔

"میں کیوں کہوں....؟" وہ اٹھلائی۔

"ہاں۔ اس لئے کہ میرا تو سب کچھ تم ہی ہو...." ممتاز اپنے آپ کو دھوکا دے رہا تھا وہ یہ سمجھ کر اس کی راہ میں دیدہ و دل بچھا رہا تھا کہ اس طرح وہ ایک گمراہ ہستی کی اصلاح کر رہا ہے۔ وہ جو محبت کی بھوکی ہے چاروں طرف ہاتھ پاؤں مار کر بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے اسے صحیح محبت دے کر منزل کے دے رہا ہے۔ یہ اس کا انتہائی نیک قدم اٹھ رہا ہے جس کی قدر کرنے پر فطرت بھی مجبور ہے...."

لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس تھی۔ وہ تشنہ تھا، محروم تھا۔ اور لاکھ اسے اپنی بیوی سے آسودگی نہیں حاصل ہو رہی تھی۔ عمر گزرنے کے بعد بھی اس کا دل جوان تھا۔ اور طیبہ کی جوانی نے اس کے دل میں ایک گدگدی لگا دی تھی۔ آنکھوں میں ہلکا ہلکا خمار پیدا کی تھی اور ہوس کے نشہ میں وہ اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

طیبہ نے یہ سب کچھ محسوس کر لیا تھا وہ کھیلی کھائی عورت تھی۔ مردوں کی نظر پہچانتی تھی ان کے تیور بھانپ لیتی تھی اور دل کا چور پکڑ لیتی تھی۔ وہ سمجھ گئی تھی وہ سمجھ گئی تھی کہ بندہ پرور جو پہلے میرے ہمدرد بن کر مجھے بے نقاب کرنے کو بجائے اس طرح میرے گرویدہ ہو گئے ہیں کہ اب بجائے دشمنی کے دوستی کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔ اس نے فوراً پینترا بدلا اور اپنی آنکھوں میں آنسو بھر لاتی ہوئی بولی۔"

"کتنے اچھے ہیں آپ ممتاز صاحب...."

"تعجب ہے کہ تمہیں کیسے اچھا معلوم ہو رہا ہوں۔؟"

"کیوں....؟"

"بھئی اچھا تو انسان جوانی میں اچھا معلوم ہوتا ہے.... اور میں اب جوان نہیں ہوں...."

"مگر آپ بہت سے جوانوں سے جوان...."

"سچ کہہ رہی ہو طیبہ....؟"

"یقین جانئے میرا دل آپ کی طرف کھنچا جا رہا ہے۔ آپ کی انسانیت نے مجھے آپ کا مرید کر رہا ہے.... کاش میں آپ کی کچھ خدمت کر سکتی...."

"مگر تمہیں میری خدمت کرنے سے روکا کس نے ہے....؟"

"روکا تو نہیں ہے کسی نے مگر میں آپ کی خدمت کے قابل کب ہوں۔ گنہگار۔ ذلیل۔ بدچلن...." بولتے بولتے اس کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور وہ گھٹی گھٹی دبی دبی سسکیاں ابھرنے لگی...."

"انسان خود سے برا نہیں ہوتا ہے طیبہ۔ حالات البتہ اسے برا بنا دیتے ہیں۔ اپنے کو برا نہ کہو بلکہ ان حالات کو الزام دو جو تمہارے ساتھ پیش آ گئے ہیں۔"

ممتاز نے اپنی جیب سے رومال نکال کر اس کی بڑی بڑی ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں کو خشک کیا۔ اور ایک لمحہ کے لئے سوچ میں پڑ گیا۔ وہ ابتدا میں طیبہ کو بہت ... سمجھتا تھا اپنی بھتیجیوں سے اس کا میل ملاپ گوارا نہیں کرتا تھا اور اس کے گھر میں ہلکا بھی نہ رکھتا تھا۔ مگر جو کچھ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور

ساتھ نہیں رہوں گا . . . . " ممتاز کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔ وہ چیخ بگڑ کر مکان سے نکل گیا تھا اور مدتوں اُدھر متوجہ نہیں ہوا تھا۔ آدمی اپنے معاملہ میں مغالطہ کا شکار بھی تو ہوتا ہے۔ اُسے اپنی برائیاں معلوم کب ہوتی ہیں البتہ بیوی جو ہر وقت کی ساتھی ہوتی ہے اپنے شوہر کے بارے میں بیشک "صحیح معلومات رکھتی ہے . . . " اور ممتاز کی بیوی نے بھی یقینی اظہار صداقت کیا تھا۔ لیکن وہ چراغ پا ہو گیا تھا۔ اس لئے کہ اسے خود نہیں خبر تھی کہ اُس کے اندر کا چھپا ہوا انسان کیا گل کھلا رہا ہے . . . . وہ تو اپنے خیال میں اس سے نفرت ہی کرتا تھا بلکہ مصلح اور ریفارمر بن گیا تھا۔ بھٹکی ہوئی ذات کو راہ راست دکھانے پر آمادہ ہو گیا تھا اور سمجھ رہا تھا۔

"میں ایک نیک کام کر رہا ہوں . . . . . "

"انسانیت کے ساتھ احسان عظیم کر رہا ہوں . . . . "

"اور ایک گمراہ کو راہ راست دکھا رہا ہوں . . . . "

مگر یہ سب کچھ محض خوش فہمی تھی۔ تحت الشعور میں چھپی ہوئی جنسی خلش بستر سے بدل بدل کر ابھر رہی تھی اور اسے طیبہ سے قریب کرتی جا رہی تھی وہ بھی دل کے چور کو پکڑنے میں کامیاب ہو گئی تھی اور اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ اُس نے داستان سے فارغ ہو کر ایک انگڑائی لی اور اپنے بدن کا کس بل دکھاتی ہوئی بولی۔

"سیما کی خواہش پوری کر دی مگر . . . . . "

"ہاں ہاں کہو رک کیوں گئیں۔؟"

شدت سے محسوس کیا تھا انہوں نے بھی اس سے نفرت پیدا کرا دی تھی . . . . وہ عموماً اس کا ذکر بُرے ہی انداز میں مگر کیا ضرور کرتا تھا کبھی کبھی اس کی بیوی ٹوک بھی دیتی تھی . . . .

"آخر آپ کو طیبہ کی کیوں پڑی رہتی ہے اس سے ایسی نہ جانے کتنی لڑکیاں اسی طرح کے گل کھلاتی پھر رہی ہیں مگر اس کے علاوہ کسی کا ذکر آپ کی زبان سے نہیں سنتی ہوں . . . "

"اس لئے کہ اور لڑکیوں سے میرا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے اور یہ بھی ہم محلہ ہے۔ ایک جانے پہچانے انسان کی بیٹی ہے اور میری بھتیجیوں سے اس کا ملنا جُلنا ہے . . . . "

"اس سے کیا ہوتا ہے۔؟"

"واہ یہ خوب کہہ دیا تم نے . . . . "

"میری تو ہر بات کو آپ اسی طرح خوب کہہ کر ٹال دیتے ہیں۔"

"پھر اور کیا کہوں تمہاری کوئی بات ہوتی ہی نہیں ہے ڈھنگ کی۔"

"اس لئے کہ سچی بات جو کہہ دیتی ہوں . . . . "

"بھلا کیا سچی بات کہی تم نے . . . " وہ بگڑ گیا تھا ایک بار۔

"یہی کہ نفرت بھی اسی سے کی جاتی ہے جس سے کوئی تعلق ہوتا ہے اور آپ کی طیبہ کے ساتھ یہ نفرت ایک نہ ایک دن ضرور محبت سے بدل جائے گی۔"

"تم مجھے بدنام کرتی ہو میرے اوپر الزام دھرتی ہو۔ لعنت ہے تمہاری عورت ذات پر۔ جوان بال بچوں کے سامنے تم مجھے ذلیل کرتی ہو اب میں تمہارے

"کیا کہوں ...؟" طیبہ نے ایک ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے گردن جھکالی۔

"تمہیں میری جان کی قسم مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ ۔" ممتاز کا لہجہ پیار و محبت سے بھرپور ہو گیا...

"شرم آتی ہے آپ سے کہتے نہ جانے آپ اپنے دل میں کیا سوچیں ۔"

"تعجب ہے کہ اب تک تم مجھے غیر سمجھ رہی ہو۔ میں نے تو یہ خیال کیا تھا کہ شاید تمہارے ذہن میں میں سب سے بڑا ہمدرد ثابت ہو چکا ہوں گا ۔"

"یہ تو حقیقت ہے...."

"غلط کہتی ہو اگر حقیقت ہوتی تو تم مجھ سے کوئی بات نہ چھپاتیں۔ خیر جانے دو اب میں کچھ نہ پوچھوں گا بھی تم سے...."

"آپ تو روٹھ گئے.... اللہ مجھ سے ناراض نہ ہوئیے.... لیجئے کہے دیتی ہوں۔" طیبہ جیسے معصوم بن گئی ۔

"پھر کہو اور جلدی کہو...."

"آپ تو جانتے ہی ہیں ابا کی آمدنی کتنی مختصر ہے۔ بیچارے آئے دن کے بیمار ہیں اگر سلائی کڑھائی سے کچھ پیدا نہ کرتی ہوں تو اس میں بنتا کیا ہے۔ آج کل مہنگائی ہے وہ کسی سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ سارے کپڑے پھٹے جا رہے ہیں۔ کچھ سمجھ نہیں آتا کس طرح بنواؤں...."

"بس اتنی سی بات مجھ سے نہیں کہنا چاہ رہی تھیں.... واقعی سچ مچ کمال کی عورت ہو تم۔ اتنا بھی نہیں سوچیں کہ مجھے تمہارا خیال تم سے زیادہ ہے کل ہی میں نے دفتر کے [illegible] فنڈ سے روپے قرض لئے ہیں صرف اسی لئے کہ تمہاری کچھ

خدمت کر سکوں ۔"

"مگر ایک مرغی کہاں کہاں ذبح ہو گی یہ خیال تھا تو ہر وقت مجھے ستاتا رہا کہ وہ سراپا ہمدرد بن گئی.... آخر آپ کے بیوی بچے ہیں تو وہ ان کی خدمت کیجئے گا یا مجھ غیر کی....؟"

"تم میرے لئے غیر نہیں ہو بلکہ سچ پوچھو تو ان لوگوں سے بڑھ کر ہو۔ ان کی خدمت تو بہت کر چکا۔ اب تمہاری خدمت کروں گا...."

"پھر تو میں اپنے کو خوش نصیب سمجھوں گی...."

"تم ہو خوش نصیب...." ممتاز جواب دیتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور ہوٹل کا بل ادا کر کے طیبہ کے ساتھ سنڈے مارکیٹ کی طرف چل پڑا۔ جہاں اس نے دل کھول کر خریداری کی۔ شلوار قمیص کے لئے ساٹن خریدی۔ ریشمی چپلیں دلا دیں۔ اور غرارہ وغیرہ کے لئے کپڑے لئے.... وہ دل ہی دل میں ممتاز پر ہنس رہی تھی۔ اور سوچ رہی تھی.... مرد بھی کتنا بیوقوف جانور ہوتا ہے۔ سن سے اتر جائے قبر میں پیر لٹکا دے۔ مرنے کے قریب پہنچ جائے مگر جوان عورت کو دیکھ کر مچل ہی پڑتا ہے۔ غالباً شیطان نے اس کے کان میں پھونک دیا ہے کہ یہ ہر حال میں یاد [illegible] کرتا رہا ہے کوشش کی یا نقصانات سے اپنی صورت آئینہ میں دیکھ سکتا اور خیال کر سکتا کہ عورت کے پاس بھی دل ہوتا ہے وہ بھی تحفہ پاکیزگی رکھتی ہے اور اسے بھی حسن و جوانی پر پیار آتا ہے بدصورتی اور بڑھاپے پر نہیں.... پھر اس نے پر فریب مسکراہٹ کے ساتھ ممتاز کی طرف دیکھا بہت تو۔ سفید بال۔ کھوکھلا چہرہ۔ بکھرے ہوئے بال۔ اور پچکا ہوا چہرہ.... وہ دل ہی دل میں ہنسی.... اور اٹھ کر آہستہ باتیں کرنے لگی ۔

"ذرا دیکھئے گا قبلہ کو پچپن سال کو عشق کا سر میں سودا۔ ایسے لوگوں کو تو نمائشی
باغ کے زندہ عجائب گھر میں بند کر دینا چاہئے۔ جب اس قسم کے جانوروں کو شہر
روندنے کے لئے چھوڑ دیا جائے گا تو ہم شکاری ضرور ان کا شکار کھیلیں گے۔" اور
پھر اس کی چھپائی خوشی سے جھومنے لگی چہرے پر رونق آ گئی ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی
اور اس نے سوچا۔ ممتاز میرا شکار ہے۔ جو خود سے اڑکر پنجۂ صیاد میں آ گیا ہے۔۔۔ قدرت
بھی ہم لوگوں کے ساتھ کتنی فیاضی برتتی ہے ایک دروازہ بند کرنے سے پہلے دوسرا دروازہ
کھول دیتی ہے اسے معلوم جو ہے۔ ہمارا رزق اسی حیلے سے ہے۔ ہم لوگ یہی دھندہ
کرتے ہیں۔ علم نہیں ہنر نہیں لے دیکر جو کچھ ہے عشوہ ترکا ناز و انداز وغیرہ۔۔۔ اور
اس نے وعدہ کیا ہے کہ محنت کرو اس کا پھل ضرور ملے گا۔ اور ہم لوگ بھی محنت
کرتے ہیں۔ یہ کیا کچھ کم محنت ہے کہ منہ لگانے کو کسی کو جی نہیں چاہتا مگر دل پر جبر کرکے
بغل میں اٹھلا اٹھلا کر چل رہے ہیں میٹھی میٹھی باتیں کر رہے ہیں اور فریب محبت
دے رہے ہیں۔۔۔ پھر اس کی نگاہ خریدے ہوئے کپڑوں کے بنڈل پر پڑی
وہ خوش ہو گئی۔ تھوڑی محنت کا زیادہ پھل مل گیا اسے جلدی جلدی وہ سب
کو سمیٹ کر دوکان کے باہر نکلی اور رکشہ پر بیٹھ کر گھر کی طرف چل پڑی۔

قریب پہنچ کر ممتاز اتر گیا رکشہ پر سے۔

"اچھا رخصت۔!"

"پھر کب ملاقات ہوگی۔ کبھی کسی بہانے سے کبھی صبح و شام آ جایا کیجئے
آنکھیں دیکھتی ہوں تو دل میں جیسے پنکھ لگ جاتے ہیں۔"

"مگر جی رکھا گیا ہے۔۔۔؟"

"یہ میرے دل سے پوچھئے۔"

"اگر ایسا ہے تو ضرور آؤں گا شام کو۔۔؟"

"آج ہی بھولئے گا نہیں۔۔۔" اس نے رکشہ پر سے ذرا جھک کر تاکید کی
اور اپنی شاطرانہ چالوں پر مسرور ہوتی ہوئی گھر پہنچ گئی۔ اس کی ہم مذاق و ہم مشرب
سہیلیاں اس کی منتظر تھیں۔

"خیر النساء ہاتھ مارا بہت سے سامان لے آئیں۔؟"

"جیب دلانے والا تیار ہو تو مفت میں لینے والا ہچکچائے گا۔۔۔؟"

"یہ تو تم سچ کہتی ہو۔ مگر بھئی شکار اچھا پھانسا ہے۔۔۔؟"

"یہ نہ کہو بلکہ یہ کہو کہ شکار خود پھنسا ہے۔۔۔"

سب ایک ساتھ کھلکھلا کر ہنس پڑیں اور کپڑے تراشے جانے لگے۔ شریف
ابا اماں نے بھی کنکھیوں سے دیکھا اور یہ پوچھنے کی زحمت گوارا نہ کی۔

"بیٹی یہ سب کہاں سے جہیز کا ٹھاٹ تجھے مل گیا۔۔۔؟"

انھوں نے اپنے کو تھپک کر سلانے کے لئے فوراً سوچا۔

"لڑکی بڑی سگھڑ ہے۔ محنت مزدوری کرتی ہے اور جوڑ جمع کرکے اپنے کو
ایسا بنائے رکھتی ہے کہ لوگوں کی نگاہوں میں چکا چوند پیدا ہو جائے۔ خدا اس کی
عمر میں برکت دے۔۔۔"

اور خدا نے پہلے ہی سے اس کی عمر میں برکت دے دی تھی۔ وہ سینہ تانے اپنی
ہم جولیوں سے کہہ رہی تھی۔۔۔۔۔

"میاں نین نے سمجھا تھا کہ ان کے آنکھیں پھیر لینے سے شاید میں کہیں کی نہ

رہوں گی مگر ذرا دیکھو جو دشمن بن کر سامنے آیا تھا وہی دوست بن گیا ۔ ۔ ۔"

"یہ سب کچھ تمہارے حسن کرشمہ ساز کی برکت ہے ۔ ۔ ۔ جو چاہے وہ کر سکتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔" ایک سہیلی نے شوشہ چھوڑا ۔ ۔ ۔ ۔"

"بناؤ نہیں مجھے ۔ ۔ ۔" وہ بگڑ گئی ۔

"بھلا بناؤں گی کیا تمہیں تم تو اللہ کے فضل سے بنی بنائی ہو ۔ ۔ ۔"

"لیکن شرارت کرنے ۔ ۔ ۔ ۔" طیبہ نے زور سے چٹکی کاٹی ۔ اور پھر سب کی سب سنجیدہ ہو کر بہن کی باتیں کرنے لگیں ۔ ۔ ۔"

۱۴

اور ذہن جوڑ توڑ میں مشغول تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

نسیم صاحب نشاط کے جانے سے لب گور ہو چکے تھے ۔ اُس نے وقت سے فائدہ اٹھایا اور زخم پر پھاہا رکھتے ہوئے کہا ۔

"یوں تو آپ میرے بزرگ ہیں ۔ مگر جان ہے تو جہان ۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نشاط نے محض ایک بہانہ تراشا ہے ورنہ کیا گود لئے ہوئے بچے اپنے بچوں کے مانند نہیں ہوتے ان کو تو خوش ہونا چاہئے تھا کہ رانی سے رقم بھر کی مالک وہی تھیں ۔ البتہ یہ کہنا صحیح ہے کہ اُن سے جوانی میں بیوہ ہو کر ضبط نہ کیا جا سکا اور کسی کے ساتھ فرار ہو گئیں ۔"

"نہیں نہیں بیٹا ایسا نہ کہو ۔ ۔ ۔" نسیم صاحب تڑپ اٹھے ۔ "وہ ایسی لڑکی نہیں تھی ۔ میں نے تو خود چاہا تھا کہ دوبارہ اس کو کسی کے سپرد کر دوں مگر وہ تو راضی ہی نہیں تھی ورنہ تم آگئے تھے تمہارا اُس کا جوڑ بھی ٹھیک تھا میں خوشی خوشی دو بول پڑھوا دیتا ۔ ۔ ۔ ۔"

"چچا میاں آپ محبت میں ذرا دوسرے انداز پر سوچ رہے ہیں ۔ وہ اپنے کو گھر سے باہر تک مرحوم شوہر کا سوگوار ظاہر کر چکی تھیں اب کسے لالچ رکھنے کیلئے کیسے آپ کے کہنے پر جب کہ کسی سے بیاہ رچا لیتیں ۔ پھر یہ بھی تو سوچئے کہ دل بڑی

بُری چیز ہے فلمی ہے کسی پر اسکا آگیا ہو تو پھر وہ بھلا آپ کی منتخب کردہ ہستیوں سے کیسے رشتہ جوڑتیں۔؟"

"تو تمہارے خیال میں اُس کے قدم ڈگمگا گئے تھے۔؟"

"بالکل مجھے کو بتانا چاہیے تھا اگر ثبوت مل جانے پر کہنا پڑ رہا ہے۔"

"ثبوت۔۔۔؟"

"اِس کا میاں ثبوت۔ یہ دیکھیے۔۔۔۔" اُس نے گزشتہ ہفتہ کا ہفتہ وار اخبار سامنے رکھ دیا۔ نشاط کی ایک تصویر شائع ہوئی تھی کرن سنگھ کے ساتھ کھنچی ہوا تھا۔۔۔ اردو ادب کے دو ستارے۔۔۔ اور وہ دونوں پہلو بہ پہلو کھڑے مسکرا رہے تھے۔۔۔"

"یہ کیا۔۔۔؟" نسیم میاں چونک پڑے۔۔۔۔"

"وہی جو آج کی دنیا میں ہو رہا ہے پڑھی لکھی نئی تہذیب کی یہ ورردہ لڑکیوں میں تو عزت ناموس ہے نہ پاس مذہب۔ اصل میں اس سکھ سے نشاط کا پہلے سے ربط ہوگا اب ظاہر ہے کہ وہ آپ سے تو کھل کر کہہ نہیں سکتی تھیں موقعہ ملتے ہی رفو چکر ہوگئیں۔ اب آپ کے خیال سے یہ مسلمان رہی ہوں گی۔۔۔؟"

قطعی نہیں ضرور اپنا دین بدل چکی ہوں گی۔۔۔"

"لعنت ہے ایسی لڑکی پر۔۔۔" نسیم میاں کو غصہ آگیا ان کی ساری محبت نفرت میں بدل گئی۔ وہ مذہبی آدمی تھے۔ وضعدار اور پرانی روایات کے حامی تھے۔ اگر ان کی اپنی اولاد بھی ہوتی تو شاید اس طرح پر قدم اٹھانے کے نتیجے میں وہ اُسے عاق کر چکے ہوتے۔ بالکل غیر ارادی طور پر چیخ اٹھے۔

"میں نے عاق کیا نشاط کو۔۔۔؟" اور پھر انہوں نے تمام اخبارات میں اعلان کرا دیا۔۔۔ نشاط دولت بیگم میری کچھ بھی نہیں تھی۔ بیٹی میں اسے اولاد سمجھتا تھا اب اس کی گمراہیوں کے پیش نظر میں نے اُسے اپنی جائداد سے محروم کر دیا اس کا میرا کوئی رشتہ نہیں رہا۔ اُس کے بجائے میں نے نبن کو اپنا لڑکا بنا لیا ہے اور وہی میرا صحیح و تنہا وارث ہے کبھی اگر نشاط کوئی آواز بلند کرے بھی تو قانون و اخلاق قطعی نہ سنیں۔۔۔"

یہ اعلان نشاط کی نظر سے بھی گزرا۔ وہ دل پکڑ کر رہ گئی۔ اس لئے نہیں کہ نسیم صاحب کی جائداد سے محروم ہو گئی بلکہ اس لئے کہ وہ غلط آدمی کے پھندوں میں پھنس گئے۔۔۔ اُس نے چند دنوں میں کافی سمجھ لیا تھا۔ وہ جان گئی تھی۔ نبن آگ لگانے والوں میں ہے۔ اپنا اُلو سیدھا کرنا جانتا ہے۔ اُس کے دل و دماغ میں بھی تو آگ لگا دی تھی۔ وہ لڑکھڑانے لگی تھی۔ مگر وقت نے اُسے بچا لیا تھا۔۔۔ اور نسیم صاحب کہاں وقت کے ہاتھوں بچ پائیں گے۔؟" اس کا بے اختیار جی چاہا تھا کہ وہ ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں پہنچ جائے اور ان کو سمجھائے۔

"آپ کیا کر رہے ہیں اپنی زندگی میں کسی کے بارے میں کچھ نہ کہیے۔۔۔"

"دولت بُری بُری چیز ہے۔

"لوگوں آنکھیں بدلتے دیر نہیں لگتی۔۔۔۔"

مگر اس کے قدم سن سن ٹھہرے ہو گئے تھے وہ کوئی صحیح پروگرام بنا بھی نہ پائی تھی کہ اخبارات نے اسے خبر دی۔

"نسیم میاں نے اپنا سب کچھ ہبہ کر دیا۔۔۔۔"

"نبن کو دیدیا۔۔۔۔"

"جیسے انھوں نے اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا ہے۔"

اور نشاط کو ایسا محسوس ہوا جیسے نسیم میاں ہمیشہ کے لئے تباہ ہو گئے۔۔۔

نااہل ہاتھوں میں جب دولت پہنچتی ہے تو وہ تباہ ہی ہو جاتی ہے۔ اور نسیم بھی نااہل تھا۔ اس کی آنکھیں چوندھیا گئیں تھیں۔ وہ روپے کی چمک دمک دیکھ کر بوکھلا گیا تھا اور اپنے کو بھی امیر رئیس سمجھنے لگا تھا۔ آج سینما میں مسلسل تین تین شو کے ٹکٹ لے بیٹھا ہے تو کل کسی ہوٹل میں دعوتیں دے رہا ہے۔۔۔ یاروں طرف تو ایسے بگڑے ہوئے نوابین کی تلاش میں رہا ہی کرتے ہیں۔ یہ پڑھے لکھا ڈر اس کے پیچھے پڑ گئے تھے۔۔۔ کوئی کرتا تھا۔

"آپ سچ مچ کس قدر معصوم ہوتے ہیں۔"

"دیکھئے ذرا سچ کر راستہ چلنے کا دنیا بہت خراب ہو گئی ہے۔۔۔"

"ویسے تو آپ قابل آدمی ہیں اس کمی میں خاصی سمجھ بوجھ ہے۔ لیکن بھی احتیاط لازمی ہے۔۔۔" اور اس نصیحت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو کچھ ہے وہ صرف مجھے دے دو۔

اور وہ اپنی جگہ پھولتا جا رہا تھا۔ سمجھ بوجھ والا آدمی جو تھا۔ جہاں دیکھئے اپنی ٹانگ اڑا رہا ہے۔ سیاست پر ادب پر موسیقی پر الغرض ہر موضوع پر داد دے رہا ہے اور بالکل اس انداز سے جیسے اس کا کہا ہوا ہی حرف آخر ہے۔ لوگوں کی داد اسے گمراہ کرتی جا رہی تھی۔ دوسروں کو بنانے پر رہے ہیں۔ رہنمائی تو ہر معاملے میں صرف وہی کر سکتا ہے۔ کبھی جوش میں آ کر بولنے لگتا۔

"میری دانست میں کشمیر کا مسئلہ اور سرحد کا جھگڑا منٹوں میں چٹکی بجانے میں حل ہو سکتا ہے مگر افسوس یہ ہے کہ کسی کو کوئی عقل ہی نہیں ہے۔۔۔"

"بات یہ ہے کہ تقسیم ملک غیر فطری ہے۔ ضروریات کا تقاضا ہے کہ پھر سے وہ صورت حال پیدا ہو۔ اور اس کے لئے شکل کر پاکستان کچھ سمجھتے ہوئے شرماتا ہے ہندوستان کو چاہئے کہ وہ آگے بڑھ کر کہے۔۔۔ اماں کیوں قلابازیاں کھا رہے ہو میں جانتا ہوں تمہارے دل میں کیا ہے۔ تم ہم سے ملنا چاہتے ہو چلو آؤ ہم گلے لگا کے لیتے ہیں۔ یہ دکھانے کے لئے نہیں جیسے کرے گا مگر اس کی اس نہیں پر دھیان نہ دیا جائے بلکہ یہ سمجھ کر گرمی ہوتی بات بنائی جائے۔"

"ہندوستانی ادب جاندار ہو تو کیسے ادیب کچھ لکھتے ہی نہیں ہیں وہ جالے اس پچیس تو پھر ہم ان کو زندگی کے نسخے بتائیں۔"

اور جب ادیبوں تک یہ بات پہنچی تو اکثر ہمیں کو ٹال گئے۔ لیکن جو اپنی خودی بنا رہے ایسے لوگوں کی تاک میں رہا کرتے تھے جوق در جوق کسب فیض کرنے کے لئے پہنچنے لگے۔ اور وہ جس کے ارد گرد چند دنوں پہلے کوئی کھٹکتا بھی نہیں تھا یہ مجمع دیکھ کر ان گڑ کا ہو گیا۔

"علم و ادب کا قدردان ہوں۔"

"میرے ملنے جلنے والے مشاہیر اور قابل۔۔"

اور ان مشاہیر و قابل لوگوں نے سوچا کہ جب شکار خود ہی اپنی گردن بڑھائے رہا تو پھر کیوں نہ اس کا ذبیحہ کیا جائے۔ جس کو جتنا بھی موقعہ ملا اتنا بھر اس نے لوٹا۔ ان کی وہ دولت مجروح ہوتی گئی اور ساتھ ہی ساتھ اس کی محفل دانشوروں کے لئے اس شہرت کی مالک ہو گئی۔ ایک دوسرے کی جڑ کاٹنے میں ہنسی خوشی رہنے لگا۔ کسی کو اس سے ہمدردی نہ تھی بلکہ اس کی دولت سے دلچسپی تھی اور زیادہ سے زیادہ حاصل

کرنے کا جذبہ چھپائے ہوئے تھا۔

نسیم صاحب کبھی کبھی ٹوک دیتے تھے

"بیٹا تم نے کن لوگوں کو اپنے ساتھ لگا رکھا ہے، سارے کے سارے کاغذی پھول ہیں۔"

"مگر میں کہتا ہوں کہ آپ مجھے بیوقوف کیوں سمجھتے ہیں۔؟ اس کی تیوریاں چڑھ جاتی ہیں۔"

"بیوقوف نہیں سمجھتا ہوں۔"

"پھر۔؟"

"دنیا دیکھی ہے اس لئے اپنے تجربات سے تم کو آشنا کر دینا چاہتا ہوں۔"

"مگر مجھے آپ کے تجربات سے آشنا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اس کے لئے اب نسیم صاحب کی زندگی ایک کانٹا بن گئی تھی۔ نشاط کی جدائی نے انھیں آدھے دم کا کر دیا تھا۔ پھر بھی جئے جا رہے تھے۔ زین کبھی کبھی سوچتا تھا: یہ بوڑھا کتنا سخت جان ہے۔ ایڑیاں رگڑ رہا ہے مگر مرنے کا نام نہیں لیتا۔ خواہ مخواہ بھی کیا اب میں گدی جما بیٹھا ہے۔ ویسے ان بیچارے کی حالت کافی گر چکی تھی۔ صاحب فراش ہو گئے تھے۔ اور محض وقت کا انتظار کر رہے تھے پھر بھی اسے چلینج تھی ان کے تمام ملنے جلنے والوں پر اس نے پابندی لگا دی تھی.....

"خبردار کوئی نسیم صاحب کے پاس نہ جائے۔ ڈاکٹر نے منع کیا ہے۔ انکو صرف تنہائی اور مکمل سکون کی ضرورت ہے۔"

وہ ڈرتا تھا کہ کہیں کسی سے وہ یہ نہ کہہ بیٹھیں۔

"میں نے زین کو پہچاننے میں غلطی کی۔"

"اور پھر کوئی ایسا فتنہ اٹھ کھڑا ہو جو اس کے سامان عیش و نشاط کو چھین لے

وہ محض ملازمت کے سہارے جینے پر مجبور ہو جائے۔ اور ہاتھ آئی ہوئی دولت نکل جائے

اسے سکون سے نیند نہیں آتی تھی۔ وہ ہر وقت چوکنا رہتا تھا...... ہر مہینہ دو مہینے ان کے نگراں نوکروں کو بدل دیتا تھا۔ سوچتا تھا کہیں کسی سے مل کر یہ نہ کہہ دیں۔

"سب کچھ زین میاں کا کیا دھرا ہے...."

ان ہی دنوں اسے ایک نوجوان ملازم دکھائی دیا۔

"تم کون ہو۔؟"

"انسان ہوں۔"

"کیا چاہتے ہو۔؟"

"نوکری۔"

"گھر میں کروگے؟"

"کیوں نہ کرونگا، ساتھ بچوں کا کوئی ذات تو نہیں بیچوں گا...."

"یہ تو ٹھیک ہے.... اور وہ ایک لمحہ کے لئے سوچ میں پڑ گیا تھا کئی دنوں سے اسے اپنے ان نوکروں پر شبہ ہو گیا تھا جو نسیم صاحب کی نگرانی کر رہے تھے وہ انہیں ہٹانا چاہتا تھا آنے والے نوجوان سے مخاطب ہوا۔

"تمہارا نام کیا ہے۔؟"

"فتح سنگھ۔!"

rekhta

"میں نے سنا ہے کہ راجپوت بڑے بہادر اور بات کے دھنی ہوتے ہیں جو زبان سے کہہ دیتے ہیں اس سے پھرتے نہیں ہیں۔"

"وہ تو آپکو خود معلوم ہو جائیگا سونا جانے کسے اور آدمی جانے بسے...."

"ہاں یہ تو ہے لیکن وعدہ کرو کہ میرے وفادار رہو گے..."

"وفاداری کے جوہر ہی دکھانے تو آیا ہوں...."

"قسم کھاؤ...."

"ایشور کی قسم آخر دم تک وفادار رہونگا...."

"تو بس اس وقت سے تم نوکر ہو گئے۔ تمہارا کام صرف اتنا ہے کہ ان بجن میاں کی سخت نگرانی کرو اور ان کے سلسلے میں جو کچھ میں کہوں اُسے بغیر لب ہلائے بجا لاؤ...."

اور پہلے کے نوکر نکال دیئے گئے فتح سنگھ ان کی جگہ مقرر کر دیا گیا۔ وہ صبح سے شام تک نسیم صاحب کی خدمت کیا کرتا۔ کبھی ان کو موسمی کا عرق پلاتا۔ کبھی دودھ پیش کرتا۔ کبھی کچھ اور.... وہ نہ جانے کیوں چاہتا تھا کہ بوڑھی رگوں میں پھر ایک بار طاقت آجائے بجھتی ہوئی شمع از سرنو لو دینے لگے اور اجڑے ہوئے باغ میں بہار آجائے.... وہ اسے حیرت سے دیکھتے ہوئے پوچھ بیٹھے

"فتح سنگھ تمہارے آنے کے بعد سے تو کایا ہی پلٹ گئی ہے سمجھ میں نہیں آتا بجن میاں کا دل میرے لیے موم کیسے ہو گیا ہے...."

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا مالک؟"

"بات یہ ہے کہ تمہارے آنے سے پہلے مجھے صرف آدھ پاؤ دودھ ملتا تھا

اور کہا جاتا تھا زیادہ میں ہضم نہ کر سکوں گا۔ موسمی بھی یہ کہہ کر بند کر دی گئی تھی کہ موسم اچھا نہیں ہے۔ بجائے فائدہ کے نقصان کریگی۔"

"کہا تو یہی سب کچھ آج بھی جاتا ہے مالک۔"

"پھر یہ سب کہاں سے آجاتا ہے؟"

"دینے والا دیدیتا ہے۔"

فتح سنگھ یہ بتانا نہیں چاہتا تھا کہ وہ سب کچھ اپنے پاس سے کر رہا ہے۔ اس لئے کہ آپ کا اس پر حق ہے۔ اور وہ یہی سمجھ کر تو اس روپ میں اپنا فرض ادا کرنے آیا ہے۔ اسے تو راز کو راز رکھنا تھا۔ فوراً بات کا رخ بدل دیتا تھا۔

"مالک آپ کچھ سوچئے نہیں بس ہر وقت خوش رہنے کی کوشش کیجئے۔ سو دوا کی ایک دوا آپ کے لئے خوشی ہے۔"

"مگر میری خوشی تو بجن گیا فتح سنگھ...." نسیم صاحب کی آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے اور وہ بجن کے ڈر سے جلدی جلدی پونچھ کر مسکرانے کی ناکام کوشش کرنے لگتے تھے۔ اگر وہ ذرا سا بھی کبھی ان کو غمگین دیکھ لیتا تھا تو برس پڑتا تھا۔ ایک روز وہ فتح سنگھ سے اپنا دکھ درد بیان کرتے ہوئے سسکیاں بھر رہے تھے بجن ان کے کمرے میں آگیا تھا۔

"لگے پھر نحوست پھیلانے؟" اس نے بری طرح ڈانٹا تھا۔ ہزار بار سمجھا چکا ہوں کہ گڑے مردے نہ اکھاڑا کیجئے۔ پرانی باتوں کو بھول جایئے لیکن آپ ہیں عجیب موقع ملا دکھڑا رونے بیٹھ گئے دیکھئے ایک بار پھر سمجھائے دیتا ہوں کہ اپنی عادت چھوڑ دیجئے ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔"

"اچھا بھیا اچھا بھیا۔ اب کبھی ایسی غلطی نہ کروں گا۔ بھول ہو گئی معاف
کر دو مجھے۔" وہ نسیم صاحب سہم گئے تھے۔ سارے جسم سے کانپنے لگے تھے
ان کا بوڑھاپا تھا پھر غم نے انھیں آدھے دم کا کر دیا تھا ڈرتے تھے کہیں بین ما
نہ بیٹھے۔ آخری وقت رہی سہی عزت بھی جائے۔ وہ خاموش ہو کر سر سے پیر تک
چادر تان کر لیٹ گئے تھے...... بین انکی طرف غصہ سے دیکھتا ہوا کمرے سے
باہر نکل گیا اور فتح سنگھ کی زندگی کے تار جھنا اٹھے تھے۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا
تھا۔ آنکھیں خون کبوتر ہو گئیں تھیں۔ اور وہ اپنے ہونٹ کاٹتا ہوا آہستہ آہستہ
جھلانے لگا تھا۔

اسی رات۔ نہ جانے کیوں اغل بغل کے لوگ بین کے پاس آ کر کہنے لگے
"اگر کوئی شخص اکیلا ہو تو اسے بے بس نہ سمجھنا چاہیئے......"
"یہ ٹھیک ہے کہ نسیم صاحب مالک و مختار تھے انہوں نے سب کچھ آپ کے
نام ہبہ کر دیا اور آپ کو اپنا بیٹا جان لیا۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آپ ان کی
اس عنایت سے غلط فائدہ اٹھائیں اور بے موت مارنے کی کوشش کریں۔"
"آخر ہم لوگ ان کے پرانے پڑوسی ہیں کس دن کام آئیں گے ان کے
یہی ہے کہ اپنا انداز بدل لیجئے ورنہ بنی ہوئی بات بگڑ بھی سکتی ہے۔"
اور بین نے موقعہ کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے جواب تو کسی کو کچھ نہیں د
تھا۔ مگر اتنا ضرور دل میں سوچ لیا تھا کہ نسیم صاحب اس کے حق میں ایک کانٹا
ہے جو کسی وقت بھی بری طرح چبھ سکتے ہیں۔ اگر نقد روپے اس کو ملتے تو شاید وہ
سب کچھ لے کر پہلے ہی دن لکھنؤ پہنچ چکا ہوتا اور یہاں رہتا ہی نہیں ہو کسی

اعتراض کرنے کا موقعہ ملتا۔ مگر ملی تھی جائداد اور چلتی ہوئی تجارت انکو ایک جگہ سے
دوسری جگہ منتقل کرنا آسان نہ تھا...... کئی بار اسے خیال پیدا ہوا تھا کہ اپنے گھر والوں کو
بلا کر ساتھ کر دے تاکہ وہ اس کے پشت پناہ رہیں لیکن یہ سوچ کر اس نے کسی
کو دعوت نہیں دی تھی کہ خواہ مخواہ اس کی آزادی میں خلل پڑے گا۔ اور وہ آزاد رہنا
چاہتا تھا دولت نے اس کی آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر دی تھی۔ پانی کی طرح روپیہ
بہا رہا تھا...... اور یہ خبر کچھ چھپی ہوئی نہیں تھی
طیبہ کے کانوں میں بھی پڑ رہی تھی اور اس کے منہ میں پانی آتا جا رہا تھا۔
وہ ان ہی دنوں ممتاز سے یہ بہانہ تراشنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔
"ذرا آگرہ جا کر زیارت کر آؤں میں نے منت مانی تھی کہ جب مجھے کوئی سچا
سرپرست و طلبگار مل جائے گا تو مزار پر حاضری دوں گی اور خدا نے میری دعا سنی
آپ مجھے مل گئے۔ میں منت اتارنا ضروری سمجھتی ہوں۔"
"مگر کچھ دن ٹھہر جاؤ پھر میں خود تمہیں ساتھ لے چلوں گا..." اس نے کہا تھا۔
"نہیں مجھے شک پیدا ہوتا ہے میں منت اتارنے میں دیر بالکل نہیں کرنا
چاہتی ہوں۔" وہ مچل گئی تھی۔
"اگر یہ بات ہے تو میں تمہارا دل برا کرنا نہیں چاہتا آج ہی سامان کئے دیتا
ہوں۔" اور ممتاز جو اپنے دفتر سے پہلے ہی طیبہ کی خاطر کافی قرض لے چکا تھا
کسی بھی فنڈ سے کچھ نہیں پا سکتا تھا۔ ایک ہی صورت رہ گئی تھی کہ گھر یا تو
اتلاف کرے اور اس نے بیوی کے کڑے رہن رکھ کر اسے آگرہ کے لئے خرچ
مہیا کر دیا تھا...... گھر میں تہلکہ مچ گیا تھا...... لیکن طیبہ کی خوشی پوری ہو گئی

تھی اور وہ آگرہ روانہ ہو گئی تھی۔۔۔۔ گھر والوں نے بھی ایسی جگہ جانے سے نہیں روکا تھا۔۔۔۔ جبکہ بڑے خلوص سے ودا کرتے ہوئے گذارش کی تھی۔

"میرے حق میں بھی وہاں مزار پر دعا کرنا بیٹی۔۔۔۔"

"مجھے بھی اپنی بارگاہ میں طلب کریں۔۔۔۔"

اور سب کے پیغام لے جانے والی لکھنؤ سے تو آگرہ کی بوگی میں بیٹھی تھی مگر ٹونڈلے پر گاڑی بدل کے دہلی جانے والی بوگی میں آگئی تھی۔۔۔۔ اسے یہاں پہنچ کر کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ پتہ نشان تو پہلے سے معلوم ہی تھا سیدھی بنٹی کے پاس پہنچ گئی تھی۔۔۔۔ وہ منہ کے اُگلے ہوئے نوالے کو پھر سامنے دیکھ کر نفرت کرنے لگا تھا۔ مگر بعض وقت انسان کو اپنی نفرت ظاہری محبت میں بھی بد پڑتی ہے اور اس نے بھی یہی کیا تھا بڑے پیار سے اس کا خیر مقدم کیا تھا۔

"جب تم آ ہی رہی تھیں تو تار دے دیتیں میں اسٹیشن آجاتا تمہیں لینے۔۔؟"

"ایسی ہی تو تم سے امید تھی مجھے۔ جب وہاں رہ کر آنکھیں بدلتے تمہیں دیر نہ لگی تو بھلا میرے آنے کی اطلاع پر کب تم خوش ہو سکتے وہ تو یہ کہو کہ سامنے زبردستی آگئی ہوں اس لئے منہ دیکھے کی باتیں کر رہے ہو۔!"

"ایسا نہیں ہے طیبہ۔۔۔۔"

"اور پھر کیا ہے۔؟" ذرا سا بھی تمہیں میرا خیال ہوتا تو بلوا نہ لیتے مجھے تم تو یہاں آکر ایسا بسے کہ لکھنؤ کا راستہ ہی بھول گئے میں ہی بے حیا تم تک پہنچ گئی۔۔۔۔"

"دل کو دل سے راہ ہوتی ہے یہ تو میری کشش محبت ہے جو تم کو یہاں تک

کھینچ لائی ہے۔۔۔۔؟"

"معلوم ہے جیسی کشش محبت ہے تمہاری۔۔۔؟"

"اب میں کیونکر یقین دلاؤں۔۔۔۔؟"

"مجھے یقین دلانے کی ضرورت بھی نہیں ہے میں سب سمجھتی ہوں اور اب تو تم بہت بڑے آدمی ہو گئے ہو بھلا میری طرف رخ کیوں کرو گے تمہیں تو بڑے درجے کی عورتیں ملتی ہوں گی۔۔۔۔"

"اسی لئے تو لنڈورا بیٹھا ہوں۔۔۔۔"

"وہ تو تم ہرجائی ہو کسی ایک کے ہو کر رہنا جو نہیں چاہتے ہو۔۔۔۔"

"ہمیشہ غلط انداز میں سوچتی ہو یقین جانو یہ بات نہیں ہے۔؟"

"پھر کیا بات ہے۔۔؟"

"صرف تمہاری محبت۔۔۔۔؟ میں اس گھر کی ملکہ تمہیں بنانا چاہتا تھا۔ اگر تم خود سے نہ آتیں تو میں قطعی تمہیں لینے جاتا۔۔۔۔"

"پھر ابتک گئے کیوں نہیں مجھے لینے۔۔۔؟"

"صرف اس لئے نہیں گیا کہ وہاں کا ماحول ہم سے تم سے چھپا ہوا نہیں ہے چاروں طرف سے مجھے زور پڑتا کہ کسی دوسری جگہ شادی کروں اور اگر میں تمہارے لئے اصرار کرتا تو ایک قیامت اُٹھ کھڑی ہوتی۔ اس لئے سوچ رہا تھا کہ کوئی ایسی صورت نکلے کہ سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔"

"اسی لئے تو میں خود آگئی۔۔۔۔"

"اور بس یوں سمجھو کہ یہاں پہنچنے سے ہم دونوں ہمیشہ کے لئے ایک ہو جائیں

پھر کوئی کچھ کہتا رہے ہوتا کیا ہے۔۔؟"

طیبہ کا چہرہ لال ہو گیا تھا۔۔۔۔۔ اُس نے سوچا تھا نتین تو ہاتھ لگ ہی رہا ہے ساتھ ساتھ اس کے ایسے اور بھی نہ جانے کتنوں کو چھپے چوری وہ اپنے جال میں پھانستی رہے گی اور اس کا کاروبار شوق بڑی تیزی چلنے لگا۔۔۔ اُس نے پوسا روڈ پر رہنے والوں کی خوشحالی کو ایک نظر میں محسوس کر لیا تھا وہاں کے بشاش اور صحت مند چہروں کو نگاہوں میں چھپا لیا تھا اور نتین نے بھی اُسے دو دھاری تلوار بنا دیا تھا۔۔۔ فوراً اپنے ساتھ لے جا کر قیمتی ساریاں دلوائی تھیں خوشنما زیور خریدوائے تھے اور میک اپ کا ساز و سامان مہیا کیا تھا۔۔۔۔ وہ خوشی سے دوہری ہو رہی تھی۔ خلاف اُمید اُس نے اپنے لئے نتین کے دل میں کافی گنجائش دیکھی تھی جس کا وہم نہیں تھا وہ پیش آ رہا تھا اُسے وہ باغ و بہار بن گئی تھی اور نتین کے اشاروں پر ناچ رہی تھی۔۔۔۔

فتح سنگھ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور خون کے گھونٹ پی کر گزر بسر کئے جا رہا تھا۔ شاید اسے وقت کا انتظار تھا۔ وہ موقعہ پا کر اس پڑوس کے لوگوں کو نسیم صاحب کی ہمدردی کرنے پر آمادہ کرتا رہتا تھا۔ مگر اس طرح کہ نتین کو اُس پر کوئی شک نہ ہو وہ یہ نہیں چاہتا کہ اس گھر سے اسے نکالا جائے اسی لئے تو ایک وفادار خادم بنا ہوا تھا۔ اور نتین کو بھی اس پر کوئی شک نہ تھا۔۔۔۔ اس کا طیبہ سے کہنا تھا۔

"راجپوت بڑے سچے اور نمک حلال ہوتے ہیں۔"

"یہ تو تم سچ کہتے ہو۔۔۔!" اس کی تائید میں وہ جذبہ کار فرما ہوتا تھا

جو فتح سنگھ کی جوانی اور حسن نے ہل چل کر پیدا کرا دیا تھا وہ کبھی کبھی اُسے لگاوٹ کی نگاہوں سے دیکھتی ہوئی کہتی تھی۔

"تمہیں تو کہیں کا شہزادہ ہونا چاہئے تھا۔۔۔۔؟"

"مگر قسمت میں غلامی لکھی تھی شہزادہ ہوتا کیسے۔۔؟" وہ برجستہ جواب دیتا تھا۔

"پھر بھی تمہیں شہزادہ بنا کر رہوں گی۔۔۔۔" طیبہ ایک اشارہ کرتی تھی۔

"آدمی کے بنائے کچھ نہیں بنتی ہے بی بی خدا جس کو جو چاہتا ہے بنا دیتا ہے۔۔۔۔" فتح سنگھ بات کا رخ موڑ دیتا تھا۔ اور زندگی کے دن کٹ رہے تھے۔

برسات شروع ہو چکی تھی۔۔۔۔ کئی دن سے لگاتار بارش ہو رہی تھی نسیم صاحب کی حالت خراب تھی فتح سنگھ ان کی تیمارداری کر رہا تھا اور ان کے جاننے پہچاننے والوں نے نتین کا جینا دشوار کر دیا تھا۔

"اس طرح آپ کیوں ان غریب کو بے موت مار رہے ہیں۔۔۔۔"

"آخر سب کچھ تو ان ہی کا ہے کیوں نہیں ٹھکانے سے علاج کرتے۔؟

"کیوں نہیں کسی اچھے ڈاکٹر کو انہیں دکھاتے۔"

"اگر آپ کچھ نہیں ان کے لئے کرنا چاہتے ہیں تو پھر ہم لوگ اپنے طور پر ان کی دیکھ ریکھ کریں گے۔"

"اس طرح تڑپ تڑپ کر تو نہ مرنے دیجئے انکو۔"

نتین کے کان بہرے ہوئے گئے تھے۔۔۔۔ وہ گھبرا گیا تھا۔ اور شام پہنچتے ہی موٹر نکال کر کہیں جانے لگا تھا۔

"بھلا اس بارش میں کہاں چلے۔؟" طیبہ دوڑ کر پورچ میں آگئی

"دیکھ نہیں رہی ہو کس طرح اغل بغل کے لوگوں نے میرا ناک میں دم کر دیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کروں کیا۔؟"

"تم ایک بار لوگوں کو تلخی سے جواب کیوں نہیں دیتے کہ آپ لوگ پرائے پھٹے میں پیر دینے والے ہوتے کون ہیں۔؟"

"جواب تو ضرور دیتا۔ مگر یہاں معاملہ نازک ہے۔ اور اسی نازک معاملہ پر سوچنے کے لئے جی چاہتا ہے ذرا ایک چکر کاٹوں شاید کوئی رُخ سمجھ میں آ جائے۔ جی چاہے تو بیٹھ جاؤ تم بھی کار میں۔" محسن نے سلف اسٹارٹر پر پیر مارتے ہوئے بتایا۔"

"نہیں نہیں۔ تمہیں اس وقت اکیلے ہی جانے کی ضرورت ہے تاکہ کچھ سوچ سکو۔ میں خواہ مخواہ کباب میں ہڈی بن کر تمہاری راہ کھوٹی کرنا نہیں چاہتی۔"

طیبہ بہت دنوں سے تنہائی ڈھونڈ رہی تھی۔ یہ موقعہ غنیمت مل گیا تھا۔ محسن کی کار جیسے ہی کوٹھی سے باہر نکلی ویسے ہی وہ مڑی ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ رات کا کھانا ہو چکا تھا۔ ملازم اپنے اپنے کوارٹر میں جا چکے تھے۔ صرف نسیم صاحب کے کمرے میں فتح سنگھ بیٹھا ان کے پیر دبا رہا تھا۔

"یہاں آؤ" طیبہ نے آہستہ سے اسے بلایا۔

"کہئے...." دوڑ کر آ گیا..... اسے یہ منظور نہ تھا کہ کوئی نسیم صاحب سے اسکی غیر معمولی دلچسپی کو محسوس کر سکے۔

"میرا مطلب ہے کہ بیمار کے ——— بیمار نہیں ہونا چاہیئے۔ کچھ آدمی کو اپنی صحت کے لئے بھی تو قدم اٹھانا چاہیئے۔"

"مگر صاحب نے مجھے رکھا ہی ہے ان کی خدمت کیلئے۔"

"وہ تو میں بھی جانتی ہوں مگر تم اپنی صحت کا کچھ دیر خیال رکھو گے تو وہ کو اعتراض نہ کریں گے پھر میں بھی تو کہہ دوں گی کہ میں نے حکم کیا تھا کہ جاؤ تھوڑی دیر آرام کرو....."

"بڑی مہربانی آپ کی...." فتح سنگھ جھک گیا۔

"میں تو تم پر مہربان ہوں ہی۔ لیکن تم بھی تو مجھ پر مہربانی کرو۔"

"کیسی مہربانی۔ بھلا میں نوکر ہو کر آپ پر کیا مہربانی کر سکتا ہوں۔؟"

"تم بہت کچھ کر سکتے ہو...."

"حکم کیجئے...؟"

"میرے ساتھ آؤ...." طیبہ ڈرائنگ روم سے ہوتی ہوئی برآمدے میں آگئی۔ بارش بدستور ہو رہی تھی۔ رات اندھیری اور کالی تھی اُس نے فتح سنگھ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"کتنا پیارا منظر ہے.... جوان دلوں میں گدگدی لگنے لگتی ہے۔"

"جی...." فتح سنگھ زیر لب بولا..."

"صرف جی نہ کہو.... طیبہ نے اُس کی ٹھوڑی میں ہاتھ دے کر چہرہ اپنے چہرے کے سامنے کر لیا۔ یہ بتاؤ کہ تمہیں یہ موسم کیسا معلوم ہوتا ہے...."

"سہانا...."

"ہاں بیچ بیچ سہانا موسم ہے۔۔۔" طیبہ نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری۔ اس کی آنکھوں میں ہلکے ہلکے گلابی ڈورے تیرنے لگے اور اس نے سوئچ آف کرتے ہوئے فتح سنگھ کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"یہ آپ کیا کر رہی ہیں۔؟" وہ گھبرا گیا۔

"محبت۔!"

"مگر کس سے۔؟"

"تم سے۔"

"میں ایک ادنیٰ نوکر ہوں۔"

"محبت کا دیوتا نوکر و مالک نہیں دیکھا کرتا۔۔۔" طیبہ نے بڑھ کر اسے بھرپور گرفت میں لے لیا۔ وہ ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔

"ایسا نہ کیجئے۔"

"مگر کیوں نہ کروں۔"

"آپ بہت اونچی ہیں اور میں بیحد نیچا۔۔۔"

"یہ سب کہنے کی باتیں ہیں نہ کوئی نیچا ہے نہ کوئی اونچا۔۔۔"

"مگر میں یہ جرم نہ کر سکوں گا۔۔۔"

"یہ جرم نہیں ہے بیچارے۔۔۔" ہندوستانی کیبرے ٹیکر طیبہ ٹوٹ پڑی اس پر۔ فتح سنگھ تڑپ اٹھا اور دونوں میں ہاتھا پائی ہونے لگی ٹھیک اسی وقت موٹر کی ہیڈ لائٹ چمکی اور زناٹے کے ساتھ نین کی کار پورچ میں آ کر رکی۔ اس نے روشنی میں دیکھا، فتح سنگھ کے سر سے پگڑی گر گئی ہے گھنگھریالی زلفیں دوش

پر لہرا رہی ہیں اور رنگ روپ کی دیوی سامنے کھڑی ہے۔

"نشاطا۔۔۔!" بے اختیار نین کے منہ سے نکل گیا۔ اور ایک لمحہ کے لئے وہ کسی گہری سوچ میں پڑ گیا پھر فوراً ہی ابھرا اور اس شان سے جیسے غواص سمندر کی تہہ سے موتی نکال لاتے ہیں۔ اسے بھی کوئی نعمت حاصل ہو گئی تھی۔ اس نے بڑی خندہ پیشانی سے اس کا خیر مقدم کیا۔

"خدا کا شکر ہے کہ تم آ گئیں۔ مجھے یقین ہے کہ نسیم صاحب انشاء اللہ پھر تندرست ہو جائیں گے۔"

"مگر میں اُن کے سامنے جانا نہیں چاہتی۔" وہ اپنی پگڑی کو دوبارہ جلدی جلدی باندھنے لگی۔ "یہ محترمہ بلا وجہ میرے راز کو فاش کرنے کا سبب بن گئیں ورنہ میں آپ پر بھی یہ کھلنے دینا نہیں چاہتی تھی کہ میں کون ہوں۔۔۔!"

"اس کے معنی یہ ہیں تم نے کوئی لمبا چوڑا پلان بنا رکھا تھا۔۔۔" نین مسکرایا۔

"میں جھوٹ بولنے کی عادی نہیں ہوں۔ سچی بات تو یہی ہے۔" اس نے برجستہ جواب دیا۔

"تو پھر میں تم پر کوئی اصرار نہ کروں گا جب تک تمہارا جی چاہے راز کو راز رکھے رہو۔ لیکن تمہارے آنے سے مجھے اطمینان ضرور ہو گیا۔ کم از کم اب نسیم صاحب کی وجہ سے مجھے جلدی گھر لوٹنے کی ضرورت نہ پڑے گی اس لئے کہ مجھ سے کہیں زیادہ تم ان کی نگہداشت کرنے والی ہو۔"

"اس میں تو کوئی شک نہیں۔۔۔ لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں آج کی طرح پھر طیبہ بیگم مجھے بے نقاب کرنے پر نہ آمادہ ہو جائیں۔؟"

"اب تو تمہاری حقیقت ان کو معلوم ہو چکی ہے۔ یہ آئندہ کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں گی جو تمہارے راز کو فاش کرنے کا سبب بن سکے۔ پھر آج رات تو تم اور یہ کوئی بھی یہاں نہ رہیں گے۔" نتین نے بتایا۔

"کیوں۔" نشاط گھبرائی۔

"ایک دوست کے یہاں تقریب ہے گانے بجانے کا پروگرام ہے اور میں صرف ان کو لینے کے لئے آگیا تھا۔ آؤ طلیبہ۔" اس نے موٹر کی اگلی سیٹ کا پٹ کھلوا لو، اور وہ نگاہیں چراتی ہوئی اس کے پہلو میں بیٹھ گئی تھی۔ اسے حیرت ہو رہی تھی کہ نتین بجائے اسے نکال باہر کر دینے کے بغل میں کیسے بٹھائے لے رہا ہے آگے تو یہ کہنا چاہیئے تھا۔

"پھر بھی میں تیرے اسی ہرجائی اور دل پھینک ہونے کی وجہ سے تجھ سے نفرت کرتا ہوں۔ تو کبھی کسی ایک کی ہو کر رہنا ہی نہیں چاہتی ہے۔ تجھے تو روز نئے گل کھلانے کا موقع ملنا چاہیئے ......"

نشاط کو بھی تعجب تھا ... اس کا راز کھل جانے کے بعد تو نتین کو اس کا جانی دشمن ہو جانا چاہیئے تھا ... کمبخت بہروپ بھر کر آئی ہے ... میرے عیش و نشاط میں مخل ہونا چاہتی ہے۔ نکل جا یہاں سے ..." لیکن وہ تو خوشی خوشی اس کا خیر مقدم کر رہا تھا ... آخر یہ بات کیا ہے۔ نتین نے اپنے برتاؤ سے ایک سوال پیدا کر دیا تھا وہ معمہ بن کر رہ گیا تھا اور نشاط و طلیبہ دونوں حل کرنے میں ناکام ہوئی جا رہی تھیں۔

البتہ صبح ہی صبح یہ معمہ خود بخود حل ہو گیا ..... فتح سنگھ کی جیسے ہی آنکھ

کھلی اُس نے دیکھا نسیم صاحب قتل کر دیئے گئے ہیں خون کا دریا بہہ رہا ہے اور اپنے بستر پر مرغِ بسمل کی طرح تڑپ رہے ہیں ...... وہ بے تحاشہ اُن پر گر پڑی۔ اس کے سفید کپڑوں پر خون کے ان گنت دھبے نمودار ہو گئے ..... اغل بغل تہلکہ مچ گیا۔ اپنے پرائے دوڑ پڑے۔ اور نتین ٹھیک اسی وقت داخل ہوا یہ رنگ ڈھنگ دیکھ کر تڑپ اٹھا۔ چیخ چیخ کر رونے لگا۔ اور عالم بیتابی میں پولس کو فون کرنے لگا۔

دیکھنے والے محوِ حیرت تھے ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ..... یہ ظلم ڈھانے والا کون ہے۔ ایک پرامن سنجیدہ اور محبوب انسان کو کس نے مار ڈالا۔ اگر نتین گھر میں ہوتا تو سب کا اسی پر شک جاتا۔ مگر اس رات تو وہ گھر کے باہر رہا تھا۔ پولس آگئی تحقیقات شروع ہو گئی اور نتین نے ہیولے سے آنکھ بچا کر نشاط کی پگڑی اچھالی۔

"تم ....." سارے حاضرین اسے دیکھکر چیخے۔

"جی ہاں یہ وہی ہیں جن کو خاک سے پاک کیا تھا نسیم صاحب نے مگر حضرت اس غصہ میں ان کے سارے احسانات بھلا کر ان کا کام تمام کر بیٹھیں کہ بجائے ان کے مجھے اپنا وارث کیوں قرار دے دیا انہوں نے۔ جیسے تو بڑی بری بلا ہے۔"

"چپ رہو جھوٹے۔ نہ لو میں کسی قیمت پر بھی یہ گناہ عظیم نہیں کر سکتی تھی۔" وہ چیخیں۔

"چور اور خونی بھی کہیں اپنے منہ سے اپنے جرم بتاتے ہیں۔" وہ تمہارا تو فرض ہے کہ اپنے کو بے گناہ ظاہر کرو لیکن تمہارے لباس پر جو خون کی چھینٹیں ہیں وہ خود ہی اظہارِ حقیقت کر رہی ہیں ..." اور نشاط نے دیکھا وہ سچ مچ خون کے

دھبوں سے داغدار ہو رہی تھی ۔ پولیس کا اس پر شک کرنا کچھ زیادہ غلط نہ تھا ۔ اور وہ سمجھ گئی کہ رات اس کے ساتھ کیوں خلوص سے پیش آیا گیا تھا کس لئے خندہ پیشانی سے خوش آمدید کہا گیا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ وہ آگے کچھ نہ بول سکی ۔ اس کی زبان گنگ ہو گئی ۔ البتہ اُس کی نگاہیں تیزی سے چاروں طرف گردش کر رہی تھیں ۔ اور وہ طیبہ کو ڈھونڈ رہی تھیں ۔ اسے خیال پیدا ہو رہا تھا ۔ عورت ہونے کے ناطے شاید وہ میری کسی قدر ہمدردی کر سکے ۔ مگر طیبہ سے ذہن کو جو کام لینا تھا وہ لے چکا تھا اور پوچھنے سے پہلے ہی اسے رخصت بھی کر چکا تھا وہ بیبیوں کی لالچی زیورات کی شوقین قیمتی کپڑوں کی دلدادہ اور نت نئے مرد کی بھوکی اپنی امید سے زیادہ وصولی کر کے رقم میں لپٹی ہوئی شریف النفس عورت بنی لکھنؤ کی طرف بڑھ رہی تھی ۔ اور پولیس نشاط کو لئے ہوئے اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی ۔ دیکھنے والے دانتوں انگلی کاٹ رہے تھے ۔ اور ذہن سونے پہ سہاگہ کا کام کر رہا تھا ۔

"عورت کا کبھی اعتبار نہیں کرنا چاہیئے ۔ نشاط نے پہلے گھر چھوڑا تھا محض کھل کر آوارگی کرنے کے لئے اور نسیم صاحب کو ختم اس لئے کیا کہ اُن کی دولت اُس کے ہاتھ نہ لگ سکی ۔ وہ دیکھنے میں جتنی سیدھی اور معصوم تھی حقیقتاً اتنی ہی ذلیل اور کمینی بھی تھی ۔ میں یہ خون ناحق کا بدلہ ضرور لوں گا اس سے نسیم صاحب میرے باپ نہ سہی مگر انھوں نے میرے باپ سے زیادہ سلوک کیا تھا میرے ساتھ ۔" اور پھر وہ سینما کے کسی مشاق ایکٹر کی طرح رو رو کر زمین و آسمان ایک کئے دے رہا تھا ۔ اور اہلِ محلہ کے لوگ حیران تھے کہ ۔ ۔ ۔ ۔ آخر ان سب کے پیچھے سچ مچ کس کا ہاتھ ہے ۔ نشاط پر شک کرتے ہوئے ان کی طبیعتیں ہچکچا رہی تھیں ۔ ذہن

کی گریہ وزاری کبھی مغالطے میں ڈال رہی تھی اور نسیم صاحب کا قتل ایک ایسا معمہ بن گیا تھا جسے حل کرنا آسان نہ رہا تھا ۔

(۱۴)

"اُف وہ !" بے ساختہ کرن سنگھ کے منہ سے نکلا اور اخبار اُس کے ہاتھوں چھوٹ کر زمین پر آ رہا ۔

"کیا ہوا ۔؟" اُس کے قریب بیٹھی ہوئی اسٹینوگرافر سن بخشی نے پوچھا ۔

"وہی جس کا اندیشہ تھا مجھے ۔ میں نے پہلے ہی نشاط کو سمجھایا تھا اور جانے سے روکا تھا مگر وہ اپنی محبت کے ہاتھوں برباد ہونے کے لئے جان بوجھ کر جلتی ہوئی آگ میں کود پڑی ۔ ۔ ۔ ۔" کرن سنگھ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور وہ بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگا ۔ اسٹینوگرافر نے اخبار اٹھا لیا ۔ موٹی سی سرخی تھی ۔

"محسن کش عورت ۔" اور پھر نیچے لکھا تھا ۔ نشاط نامی لڑکی نے اپنے منہ بولے باپ نسیم صاحب کو قتل کر دیا ۔ بات صرف اتنی تھی کہ اُس کے بدکردار اور گھر سے فرار ہو جانے کے باعث انہوں نے عاق کر دیا تھا اور اپنی جائداد ذہن نام ایک شخص کے نام ہبہ کر دی تھی ۔ جسے وہ گوارا نہ کر سکی اور مرد کے بھیس میں وہاں جا کر نوکر ہوئی اور ایک رات جب کوٹھی میں کوئی نہیں تھا تو اس نے اپنا مقصد پورا کر لیا ۔ وہ پولیس کی کسٹڈی میں ہے اور تحقیقات جاری ہے ویسے خود

اسے اپنے مجرم ہونے سے بالکل انکار ہے۔"

اسٹیونو گرافر چونک پڑی۔ وہ نشاط کو جانتی تھی۔ اور اسے یہ بھی معلوم تھا کہ کرن سنگھ نے اسے بہن بنایا ہے۔ پھر بہن کے لئے ایک بھائی کا تڑپ اٹھنا کیسے وہ غلط سمجھ سکتی تھی۔ پنسل اور کاپی کو ایک طرف رکھتی ہوئی بولی۔

"مجھے تو اس میں کچھ سازش معلوم ہوتی ہے۔"

"سازش تو ہے ہی۔۔۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ جو جال بُننے گئے ہیں ان کو کاٹا کیسے جائے۔" کرن سنگھ نے گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے جواب دیا۔

"ہاں یہ مسئلہ ذرا غور طلب ہے۔۔۔" اُس نے تائید کی۔

"غور نہیں بلکہ یوں کہو کہ بہت زیادہ غور طلب ہے۔ آج چاروں طرف رشوت کی گرم بازاری ہے۔ چھوٹے سے بڑے تک اپنے فرائض بھول چکے ہیں گنہگار چھوٹتے ہیں اور بے گناہ پکڑے جاتے ہیں۔ مجھے خوف معلوم ہو رہا ہے کہ نشاط کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی نہ ہو جائے۔"

"پھر آپ نے کیا سوچا ہے۔" اسٹیونو گرافر کچھ گھبرا گئی۔

"میں آج ہی دہلی روانہ ہو جاؤں گا۔۔۔" اور کرن سنگھ نے ضروری کام اپنے ماتحتوں کو سمجھائے۔ جلدی جلدی سامان درست کیا۔ اور رات کی گاڑی سے دہلی روانہ ہو گیا۔۔۔

وہ روانہ ہوا اور طیبہ رات کی گاڑی سے واپس ہوئی۔۔۔ ممتاز اسے اسٹیشن پر لینے کے لئے پہنچ گیا۔ اُس نے نہ جانے اُس کی جدائی میں کتنی راتیں جاگ کر کاٹی تھیں۔ سن سے اترنے کے بعد جو عشق ہوتا ہے اُس میں بڑی شدت

اور گرمی ہوتی ہے۔ اسی لئے تو ممتاز کی آنکھوں پر پٹی بندھ گئی تھی۔ اور جب گھر والوں نے اُدھم چوکڑی مچائی تھی۔

"بچے تھے روز سے بخشوانے گلے پڑی نماز۔۔۔"

"پہلے تو دنیا بھر کے کیڑے نکالتے تھے طیبہ میں اپنی بھتیجیوں کا ملنا اس سے گوارا نہیں کرتے تھے اور اب خود اس سے چھپ چھپ کر دن رات ملا کرتے ہیں۔"

"کوئی حد ہے بے حیائی کی یہ عمر اور یہ کرتوت۔ دیکھنے سننے والے کیا کہتے ہوں گے۔ کوئی جوڑ بھی ہو تو ایک بات ہے زمین و آسمان کا فرق ہے۔"

"آخر مطلب کیا ہے۔۔۔؟"

"ایک گمراہ کو سیدھی راہ پر لگانا۔۔۔" ممتاز سو باتوں کے جواب میں ایک بات کہہ دیتا تھا۔ "اگر کسی برے کو بھلا بنانے کے لئے مجھے جی جان کی بازی بھی لگا دینی پڑے تو میں باز نہ آؤں گا انسانی خدمت سب بڑی عبادت ہے اور میں یہی عبادت کر رہا ہوں۔"

"کوئی اپنے کو دھوکا دے تو آپ کی طرح۔۔۔" اس کی بیوی ترجستہ بول اُٹھی تھی۔۔۔ "پہلے گھر چراغ تب مسجد چراغ۔ اپنے بال بچوں کا تو فرض پورا نہیں کر پاتے جناب اور چلے ہیں دوسروں کے ساتھ ہمدردی کرنے۔۔۔ مجھے اسی سے رقیبی کی خبر ہے۔ آپ دفتر سے بے شمار روپے قرض لے چکے ہیں۔ ہم لوگوں کے تن پہ نہ کپڑے نہ پیٹ بھر کھانے کو مگر ہمارا حق چھین کر دوسروں کو دیا جا رہا ہے اب تو حد ہو گئی کہ گھر کی چیزیں بھی منتقل کی جانے لگی ہیں۔۔۔ جوان لڑکا رخصت تو یہ انداز دیکھ دیکھ کر پانی میں ڈوب مرنا چاہتا ہے۔ بڑھاپے میں جوانی کا جوش پیدا ہو

ہے۔ جب اس سے لوگ کہتے ہیں کہ طیبہ کے ساتھ تمہارے ابا کو سوئز ہوٹل میں دیکھا۔ ناز سینما میں دیکھا۔ اور سائیکل پر پیچھے بٹھائے ہوئے دیکھا تو وہ شرم سے گڑ کر رہ جاتا ہے۔۔۔۔"

"نیک کام کرنے والوں پر دنیا اسی طرح منہ آیا کرتی ہے۔ میں ایسی گیدڑ بھبکیوں سے ڈر کر اپنا راستہ نہ بدلوں گا۔ اور پھر ایک دن گھر سے باہر تک سب کو معلوم ہو جائے گا کہ میں یہ کھیل کیوں کھیل رہا تھا۔۔۔۔"

"پھٹکار پڑے ایسے کھیل پر۔ آگ لگ جائے ایسے کھیل کو۔" ممتاز کی بیوی ہنگامہ مچا دیتی تھی وہ اسے اٹھ کر مارنے لگتا تھا۔ بچے چیخ اٹھتے تھے اور پاس پڑوس کے لوگ ہنسی کے مارے لوٹن کبوتر ہو جاتے تھے۔

"ذرا دیکھنا عشق کی گرم بازاری۔۔۔۔؟"

"ممتاز صاحب پر پھر جوانی آئی ہے۔۔۔۔"

"بڈھوں کی آنچ بڑی بری ہوتی ہے۔۔۔۔"

اور وہ سنی کی ان سنی کرتا ہوا گھر سے باہر نکل جاتا تھا کئی کئی دن الٹ کر رخ نہیں کرتا تھا۔ اس کے سامنے تو زندگی ایک نئے رنگ روپ میں آگئی تھی۔ طیبہ کے خطوط کا انبار لگ گیا تھا وہ روزانہ ایک نہ ایک محبت نامہ بھیجتی رہتی تھی۔ جس میں محبت نباہنے کے وعدے ہوتے تھے حیات و کائنات کو رنگین بنانے کا ارادہ ہوتا تھا اور وہ سب کچھ جو جاہل اور غریب طبقہ کے مرد کو دیوانہ بنا دیتا ہے۔۔۔ ممتاز بھی پرانی تہذیب کا پروردہ تھا۔ اور مفلوک الحال طبقہ کا ایک فرد اسے روٹی کی طرح جنسی بھوک بھی شدت سے تھی۔ اسے دنیا نے

کبھی پیٹ بھر کر روٹی دی تھی نہ جی بھر کر جنسی آسودگی بخشی تھی۔ وہ تشنہ تھا۔ اور اس تشنگی نے اسے لالچی۔ حریص۔ دل پھینک نہ جانے کیا کیا بنا کر رکھ دیا تھا۔ وہ اپنے کو فریب دینے کے لئے کبھی انسان نوازی کا ڈھونگ رچاتا کبھی محبت خلق کی بات کرتا۔ کبھی دوسروں کے ساتھ ہمدردی کرنے کو نعمت سمجھتا کبھی برائے کو بھلا بنانے کی کوشش لازمی خیال کرتا۔ لیکن اپنے اندر کے چھپے ہوئے چور کو چھپانے میں کامیاب نہ ہو پاتا۔۔۔ جب اس کے عالم تصور میں طیبہ کی پھول برساتی ہوئی جوانی آتی۔ اور دل میں گدگدی پیدا ہوتی۔ تو وہ سوچتا جس میں اللہ نے کشش ہی ایسی دی ہے کہ ہر صاحب نظر کھنچ جائے گا جب وہ اس کی مرمریں بانہوں کو سہلاتے ہوئے اپنی رگوں میں حرارت محسوس کرتا اور اس کے دہکتے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھ دیتا۔ اس کے گداز جسم کو اپنی بھرپور گرفت میں لے لیتا اور مدغم ہو جاتا تو سوچتا۔ مرد کے لئے تو چار شادیوں کی اجازت ہے۔ میں نے کوئی ایسا قدم تو نہیں اٹھایا جو اصول کے خلاف ہو۔ اسی لئے تو اسے اعتراض کرنے والوں سے نفرت پیدا ہوتی جا رہی تھی وہ سوچتا تھا ان کے منہ نوچ لے انہیں طمانچے مارے اور ہمیشہ کے لئے ان سے تعلقات ختم کرلے۔

اس نے ہر بات کا اب محفوظ کر لیا تھا۔۔۔ غربت و افلاس کا ذکر چھڑتا تو پینترا بدل کر کہتا۔

"اولاد مرد کی قسمت سے ہوتی ہے اور خوشحالی عورت کے نصیب سے۔"

"آج اگر افلاس ہے تو اس کا ذمہ میں نہیں ہوں میری بیوی ہے۔"

"اور ممکن ہے کل کوئی عورت ایسی مجھے مل جائے جس کا مقدر مجھے زمین سے

آسمان پر پہنچا دے ....."

"پھر یہ کہنا ہی غلط ہے کہ غریب کو دوسری عورت کرنے کا حق نہیں۔ عورت تو اپنا نصیب اپنے ساتھ خود لاتی ہے ....."

اور اندر سے باہر تک ممتاز کے معاملات کھل چکے تھے۔ اسی لئے تو اُس نے طے کیا تھا کہ جب بدنام ہو ہی چکے ہیں اور نیکی برباد گناہ لازم کی مثل صادق ہی آ رہی ہے تو کیوں نہ طیبہ کو اپنے دامن سے باقاعدہ باندھ لیا جائے۔ اور وہ جیسے ہی اسے لیکر سٹیشن سے نیچے اترا ویسے ہی بول اُٹھا۔

"میں نے ایک بات طے کر لی ہے .....!"

"کیا بات .....؟"

"یہی کہ اب ہم تم باقاعدہ ایک ہو جائیں۔"

"تو ہم لوگ دو کب ہیں .....؟"

"اپنے طور پر تو بیشک دو نہیں ہیں مگر دنیا والوں کی نگاہ میں تو دو ہیں۔"

"دنیا والوں کی بات چھوڑیئے ....."

"مگر جب دنیا میں رہنا ہے تو اُن کی بات چھوڑی کیسے جا سکتی ہے .....؟"

"یہ تو آپ ٹھیک کہتے ہیں خیر رات کو اطمینان سے ہم لوگ باتیں کریں گے آپ بارہ بجے گھنٹہ گھر کے پاس میرا انتظار کیجئے گا۔"

"اچھی بات ہے ....."

ممتاز نے اطمینان کی سانس لی۔ اور کچھ دور ساتھ چل کر راہ سے کٹ گیا۔

طیبہ تو اُن عورتوں میں سے تھی جو سب کچھ کرنے کے بعد بھی اپنے کو کنواری مریم ظاہر کرتی

رہتی ہیں۔ وہ اپنے محلے یا گھر میں اُس کے ساتھ جانا نہیں چاہتی تھی اسی لئے وہ درمیان میں اتر گیا اور وہ اپنے گھر پہنچ گئی۔

اسے یقین تھا کہ عرصے کے بعد وہ آئی ہے اس کا خیر مقدم بھی کھول کر ہوگا۔ پھر بہت کچھ سامان بھی لائی ہے گھر والے نہال ہو جائیں گے مگر وہاں تو سب کے منہ پھولے ہوئے تھے۔ جیسے دیکھو تیوریاں چڑھائے ہے۔ اس سے ضبط نہ ہو سکا آخر وہ پوچھ ہی بیٹھی۔

"یہ قصہ کیا ہے .....؟"

"سب کچھ تمہارا ہی کیا دھرا ہے ....." اس کی سوتیلی ماں نے تیر چلایا۔

"مگر میں نے کیا کیا۔؟"

"یہ تو اپنے دل سے پوچھو۔ یا میاں ممتاز سے دریافت کرو کہ جن کے گھر میں آج کل قیامت برپا ہے۔ جن کے مراسم کا ذکر تمہارے ساتھ پورے محلے میں ہو رہا ہے۔ اور تمہارے باپ کسی کو منہ نہیں دکھا پاتے ہیں ....."

"اے واہ یہ تو خوب رہی ... طیبہ رُخ بدل کر آگ بگولہ ہو گئی۔ میرا اگر کسی نے نام لیا تو میں تالو سے پکڑ کر زبان کھینچ لوں گی۔ نوج میں کیوں ممتاز صاحب سے مراسم رکھنے لگی۔ وہ میرے باپ کی عمر کے ہیں اور میں اُن کو چچا سمجھتی ہوں۔ البتہ ان کی نیت بری ہے اور میرے پیچھے پڑے ہیں برابر کہتے ہیں کہ میں اُن سے شادی کر لوں۔ نہ جانے کتنے خط مجھے بھیج چکے ہیں میں نے اسی دن کے لئے سب جمع کر رکھے تھے جس کا جی چاہے آ کر دیکھ لے۔" اُس نے ایک تھیلی میں سے پورا پلندہ نکال کر پھینک دیا ....."

"ذرا بلانا تو ممتاز صاحب کی بھاوج کو اور بھتیجیوں کو۔" طیبہ کی سوتیلی ماں نے فوراً محلہ کی ایک لڑکی کو حکم دیا۔ دور کی بات تو تھی نہیں ایک ہی احاطہ میں سب کے مکانات تھے بلکہ اکثر گھروں میں تو کھڑکیاں لگی ہوئی تھیں اور اندر ہی اندر بہت دور تک عورتیں چلی جاتی تھیں۔ رات کے اندھیرے میں تو یوں بھی انھیں چین نہیں ملتا تھا جب تک سات گھر جھانک نہ لیں اور دوسروں کے اچھے برے پر رائے زنی نہ کر لیں اس وقت تک نیند کہاں آتی تھی۔ دوڑی دوڑی ممتاز کی بھاوج اور بھتیجیاں آگئیں۔ ساتھ ہی اور عورتیں بھی آدھمکیں۔ ممتاز کی بیوی و لڑکیوں کو بھی خبر ہو گئی وہ لوگ طیبہ کے گھر میں تو آنا نہیں چاہتی تھیں۔ دیوار سے کان لگا کر اندھیرے میں کھڑی سب کچھ سننے لگیں۔

"بہن میں نے تم کو اس لئے بلایا ہے کہ سب کچھ آنکھ سے دیکھ لو میری جانی کا تو برا چرچا ہے کہ تمہارے دیور کا گھر مٹائے دے رہی ہے مگر یہ کوئی نہیں جانتا کہ صحیح بات کیا ہے ذرا ان خطوط کو پڑھوا و رپھر دیکھو کہ گنہگار کون ہے۔" طیبہ کی سوتیلی ماں نے ممتاز کے خطوط اس کی بھاوج کی طرف بڑھا دئے۔۔۔۔"

"اے بہن میں کیا جانوں لکھنا پڑھنا۔۔۔۔ یہ لڑکیاں البتہ پڑھیں گی۔۔۔۔" ممتاز کی بھاوج نے اپنی بچیوں کی طرف پلندہ بڑھاتے ہوئے کہا اور ان لوگوں نے جلدی جلدی خط پڑھنا شروع کر دئے۔۔۔۔ وہ لوگ تو طیبہ کی پرانی دوست تھیں اور جب ابتدا میں میاں ممتاز نے اس کو بدکردار سمجھ کر اس سے ملنا جلنا ان کا بند کرانا چاہا تھا تو ابھی خاصی قیامت کھڑی ہو گئی تھی۔ ان کے دل اپنے چچا کی طرف سے صاف نہیں تھے۔ پھر کیوں نہ چٹخارے لے لیکر ان کے خطوط پڑھتیں۔۔۔۔؟

ایک ایک پُر محبت فقروں پر انہوں نے زور دیا۔ ایک ایک عشقیہ شعر کو بلند آواز سے پڑھا اور ایک ایک بات کو جی بھر کے اُچھالا۔

"ہائے غضب یہ کرتوت۔۔۔۔ پاس پڑوس کی عورتیں جو اس ہنگامہ تماشائی بن کر آگئی تھیں دانتوں سے انگلی کاٹنے لگیں۔۔۔۔ بوڑھاپے میں ایسے کچھن۔ دیکھنے میں تو بڑے سیدھے اور نیک معلوم ہوتے ہیں ممتاز میاں مگر پیٹ میں اتنے بڑے گُن بھرے ہوئے ہیں۔۔۔۔"

"وہ تو جنم کے آوارہ ہیں۔۔۔۔ اُن کی بھاوج نے فوراً اپٹ دی۔۔۔۔ البتہ یہ نہیں معلوم تھا کہ اپنی بھتیجی کی سہیلی سے عشق لڑائیں گے۔ ذرا شرم بھی نہ آئی انکو۔۔۔ پھٹکار پڑے ایسے مرد پر۔

"اب تو محلہ میں جوان لڑکیوں کا رہنا محال ہوا جا رہا ہے۔ جب ایسے ایسے بوڑھے اپنے یہ کچھن دکھائیں گے تو پھر جوانوں کو کون پوچھتا ہے ان کے تو سن دن ہی ہوتے ہیں چلنے کھیلنے کے۔"

"توبہ کوئی ایسا بے حیا ہو۔ بال بچے رکھتے ہوئے ممتاز صاحب کو یہ سوجھی کیا؟

"اور میں تو کہتی ہوں جو کچھ سوجھی تھی اس سے زیادہ سوجھتی لیکن میری طیبہ کو تو نہ بدنام کرتے۔ اچھی بھلی لڑکی کو چاروں طرف مطعون کر دیا لعنت پڑے ان کی صورت پر۔۔۔۔

مگر وہ تو لعنت سے بھی زیادہ کچھ برداشت کرنے کو تیار تھے ان کے سینے میں آگ لگی ہوئی تھی طیبہ کے گھر میں یہ میٹنگ ہو رہی تھی اور وہ گھنٹہ گھر کی آڑ میں بیٹھے اس کا انتظار کر رہے تھے۔ چونکہ مدتوں کے بعد وہ آئی تھی۔ جذبۂ شوق امنڈا چلا

پرانگڑائیاں لے رہا تھا وہ چاہ رہے تھے کہ اسے کچھ دیر کے لئے اپنی بھرپور گرفت میں لیکر دہشت دے سکیں ۔۔۔۔

رات آدھی سے زیادہ گزر گئی ۔۔۔ طیبہ کے گھر میں سناٹا چھا گیا محفل ختم ہوا اور وہ بھی تکان سفر کا بہانہ کرکے پلنگ پر گئی اور لالٹین بجھا دی گئی فضا میں خراٹے کی آوازیں گونجنے لگیں ۔ اور ساتھ ہی دبے دبے پیروں کی آواز بھی ۔

"تم آگئیں ۔۔۔ ؟" ممتاز نہال ہو گیا ۔

"کیسے نہ آتی مجھ پر تو آپ نے ایسا جادو کر دیا ہے کہ بغیر آپ کے رہا ہی نہیں جاتا ہے ۔ گئی تو تھی آگرہ زیارت کرنے ۔ لیکن دل میں یاد آپ کی چٹکیاں لیتی رہی ۔"

طیبہ بالکل دوسرے روپ میں ظاہر ہو گئی ۔ معلوم ہی نہیں ہو رہا تھا کہ یہ وہی عورت ہے جو ابھی کچھ دیر پہلے اپنے گھر میں بیٹھی ممتاز کے خلاف فضاء تیار کر رہی تھی وہ اپنی بانہیں اس کی گردن میں ڈالتی ہوئی بولی ۔۔۔

"آپ سچ مچ جادوگر ہیں ۔۔۔۔"

"اور تم میرے لئے بنگال کی ساحرہ ہو ۔۔۔"

"بھلا میں نے کونسا جادو کیا ۔۔۔ ؟"

"تم نے تو وہ جادو کیا ہے کہ دن کا چین اور رات کی نیند حرام کر دی ہے ۔

"کیوں ۔۔۔ ؟ اسی لئے تو میں آگرہ گئی تھی تو ایک خط بھی نہ بھیجا اور اتنا بھی الٹ کر نہ پوچھا کہ تم زندہ ہو یا مر گئیں ۔ ساری محبت بس منہ دیکھے کی ہوتی ہے ۔"

طیبہ اٹھلائی ۔۔۔ "یقین جانئے ایک جگہ وہاں چار پیسے اٹھ گئے اور ایسی تکلیف مجھے ہوئی کہ خدا ہی یاد آگیا ۔۔۔۔"

"مجھے تو خود اس بات خیال تھا کہ پردیس میں آدمی کو زیادہ خرچ کی ضرورت ہوتی ہے اور تم سمجھو میں نے تمہارے بھیجنے کے لئے روپے رکھے بھی تھے دیکھ لو اب تک جیب میں پڑے ہیں ۔۔۔" ممتاز نے پاکٹ سے نکال کر اس کی طرف بڑھائے ۔

"پھر جو چیز میرے لئے رکھی تھی وہ مجھے دیجئے ۔۔۔ ۔" اس نے روپے جھپٹ لئے اور ممتاز صاحب اس ادا پر لہالوٹ ہو گئے ۔۔۔ وہ ساری کے آنچل میں نوٹوں کو باندھتی ہوئی بولی ۔

"ہاں جناب یہ بتائیے کہ جب یہ روپے میرے لئے رکھے تھے تو مجھے بھیجے کیوں نہیں ۔۔۔ ؟"

"تمہارا پتہ ہی نہیں معلوم تھا بھیجتا کیونکر ۔۔۔ ؟"

"یہ تو خوب رہی کہ آپ کو میرا پتہ معلوم نہیں ہو سکا اور میں اس لئے خط نہ لکھ سکی کہ کہیں آپ کے گھر والوں کے ہاتھوں میں نہ پڑ جائے یونہی کیا کم بدنامی ہے جو اور اضافہ کیا جائے ۔۔۔ ؟"

"اسی لئے تو کئی بار میں نے تم سے کہا کہ چھپے چوری معاملہ کب رہے گا ۔ دیکھنے اور جاننے والے بخوبی باخبر ہیں پھر کیوں نہ ہم لوگ باقاعدہ نکاح کر لیں ؟"

ممتاز نے موقعہ غنیمت سمجھ کر دل کی بات کہہ دی ۔

"تو کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں اسے پسند نہیں کرتی ہوں ۔ ؟ میرے تو سب کچھ آپ ہی ہیں ۔ میں نے عمر میں صرف آپ ہی سے تو محبت کی ہے ۔ مگر ابھی جب تک میرے ابا زندہ ہیں اور آپ کی بیگم اس وقت تک کھل کر کوئی قدم نہیں اٹھا سکتی ۔"

"مگر کیوں مگر ...؟"

"صرف اس لئے کہ ان لوگوں کو جو دکھ پہنچے گا اس کی تاب میں نہ لا سکوں گی۔"

"تو کیا اس وقت ان لوگوں کو دکھ نہیں پہنچ رہا ہے ....؟"

"میرے خیال میں تو ابا میاں بالکل لاعلم ہیں ....."

"ممکن ہے تمہارا خیال ان کے سلسلہ میں درست ہو مگر میری بیوی صاحبہ تو اڑتی چڑیا کے پر گننے والیوں میں ہیں۔ اور رائی سے رتی تک سب کچھ جانتی ہیں۔"

"تو اس کے نتیجہ میں انہوں نے آفت بھی تو برپا کر رکھی ہے۔

"وہ تو میں جانتا ہوں لیکن یہ روز روز کی آفت سے کہیں بہتر ہے کہ جو کچھ ہونے والا ہے ایک بار ہو کر ختم ہو جائے ....."

"مگر آپ اتنی جلدی کیوں کرتے ہیں ..... عورت جس سے محبت کرتی ہے اسے مرتے مرتے نہیں بھولتی۔ اور میں آپ سے سچی محبت کرتی ہوں۔ بغیر نکاح کے بھی آپ سے اتنی ہی قریب ہوں جتنی شاید آپ کی بیوی بھی نہ ہوں گی ... آپ مجھے آزما کر تو دیکھئے میں آپ کے سینہ پر اپنا خون نہ بہا دوں تو مجھے طیبہ نہ کہئے گا۔"

"اس کا اگر مجھے یقین نہ ہوتا تو میں تم پر دیدہ و دل نثار کیے ... تم وفا کی مورتی ہو۔ کاش میں تمہاری بے انتہا پرستش کر سکتا ....." ممتاز نے عالم شوق میں اس کے ملیح چہرے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا اور لپکتے ہوئے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھ دئے .....

"اچھا بھئی اب میں چلی رات بہت بڑھ گئی ہے گھر میں کسی نے بھی کروٹ لی اور مجھے بستر پر نہ پایا تو ہم دونوں کے لئے قیامت اٹھ کھڑی ہو گی ..... وہ سکی

گرفت سے نکل گئی ....

"جی تو نہیں چاہتا کہ تمہیں جانے کی اجازت دوں۔ مگر دینا ہی پڑے گی۔ جاؤ خدا حافظ ....." ممتاز نے طیبہ کو رخصت کر دیا مگر اس کے جوان جسم کا لمس اس کا کس بل۔ اور اس کا حسین چہرہ شدت سے احساسات کو گدگدانے لگا۔ اور اس نے سوچا کیوں نہ اس معاملہ میں اپنے بچپن کے دوست قمر عالم کو ڈال دیا جائے وہ کسی قدر تو معاملات سے واقف ہیں ہی۔ اور پھر میرے صحیح مخلص بھی ہیں یقینی ایسی راہ نکال دیں گے کہ ہم و طیبہ مذہب و قانون کی نگاہوں میں بھی ایک ہو جائیں گے ..... اور وہ دل کی لگی کے ہاتھوں رات ہی کے وقت ان کے یہاں پہنچ گیا سوتے میں انہیں جگا کر باہر لایا اور مدد کا طالب ہوا۔

"لیکن خوب سوچ سمجھ لو میرے یار ....." انہوں نے ممتاز کو مشورہ دیا۔

"سب سوچ لیا ہے ہر طرح پرکھ لیا ہے۔ میرے لئے یہی بہتر ہے کہ طیبہ کو اپنا بنا لوں۔"

"اور بیوی بچوں کا کیا ہوگا۔؟"

"جو ممکن ہے وہ انکو دیتا رہونگا ....."

"مگر عورت صرف پیسے ہی تو نہیں چاہتی ....؟"

"یہ تو ٹھیک ہے لیکن جو عورت محبت کے قابل نہ ہو اسے مرد محبت دے تو کیونکر۔ تم جانتے ہو میری بیوی میں یہ صلاحیت ہی نہیں ہے کہ وہ مجھ سے محبت حاصل کر سکے ....."

"پھر بھی تمہارے اس عمل سے اسے شدید دکھ پہنچے گا۔

"مگر مجھے تو ہمیشہ کے لئے سکون حاصل ہو جائے گا اور تم کو بحیثیت دوست کے میرے سکون کا خیال رکھنا چاہئے۔"

"بہتر ہے ضرور رکھوں گا اور صبح ہی سے اس مسئلہ کو حل کرنے میں لگ جاؤں گا۔"

ممتاز کی سوکھی ہوئی زندگی کی ڈالی ایک بار پھر ہری ہو گئی۔ وہ خوشی سے دوہرا ہو گیا اور نئی امنگوں کے ساتھ اپنے دوست کا گن گاتا ہوا لوٹا۔ اس کے لئے اپنے گھر میں کوئی کشش نہیں رہی تھی۔ وہ وہاں جانا پسند نہیں کرتا تھا۔ سیدھا دفتر آیا۔ چپراسی نے بے وقت دیکھ کر ٹوکا۔

"بھلا بھیا اتنی رات کو آپ کیسے آ گئے....؟"

"صبح جلدی سے میری ڈیوٹی ہے میں نے سوچا شاید آنکھ نہ کھلے اور لیٹ ہو جاؤں اس لئے بہتر ہے اسی وقت چلا چلوں..." ممتاز نے بات بنائی اور چپراسی نے اس کا کمرا کھول دیا جہاں وہ اور اس کے دوسرے ساتھی بیٹھ کر اخبار کی کتابت کرتے تھے۔ وہ وہاں جا کر بجائے لیٹنے یا سونے کے اپنے بڑے بھائی کو خط لکھنے میں مشغول ہو گیا.... اس کے بڑے بھائی کی حیثیت باپ کی تھی۔ وہ عمر میں کافی بڑے تھے وہ ان کا احترام کرتا تھا۔ اور ان ہی کو اس نے حالات سے باخبر کرنا ضروری سمجھا۔

خط لکھ کر اس نے لفافہ میں بند کیا۔ چپراسی کو چائے پینے کے لئے ایک اٹھنی دی۔ اور نماز فجر کے وقت خط اپنے بڑے بھائی اعجاز کے پاس بھجوا دیا.... وہ مصلیٰ لپیٹ کر دعا پڑھ رہے تھے کہ انہیں خط ملا۔ اور دعا ختم کرتے ہی انہوں نے پڑھنا شروع کیا....

میرے اچھے بھائی صاحب

آپ جانتے ہیں کہ میں عمر کی اس منزل پر پہنچنے کے بعد بھی آپ کے سامنے اپنے کو بے حقیقت سمجھتا ہوں۔ اور کوئی قدم اٹھانے سے پہلے آپ سے اجازت لینا بہت ضروری سمجھتا ہوں... مجھے یقین ہے کہ ٹھنڈے دل و دماغ سے حالات پر غور کرنے کے بعد آپ اس سلسلے میں بھی مجھے اجازت دے کر اپنی انا اور بزرگی کا ثبوت دیں گے....

یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ میری گھریلو زندگی ہر اعتبار سے تلخ ہے۔ اور میں کانٹوں کی سیج پر وقت گزار رہا ہوں۔ یہ محض اللہ کا کرم اور قسمت کا فیض ہے کہ چلا تھا ریگستان میں مگر مل گیا سبزہ زار۔ میرا مطلب ہے کہ میں نے طیبہ کو بدکردار سمجھ کر اس کے سلسلہ میں تحقیقات شروع کی تھی تاکہ اس کا صحیح رنگ روپ نمایاں کر کے اپنی بھتیجیوں کو اس سے نفرت پیدا کرا سکوں اور ایسی عورت سے ان لوگوں کو نہ ملنے دوں... مگر گہرائی میں پہنچ کر پتہ چلا کہ وہ بری نہیں ہے بلکہ حالات برے ہیں جو اسے بے بس سمجھ کر اس سے کھیلتے رہے ہیں۔ لہذا فطری طور پر اس سے مجھے ہمدردی پیدا ہو جانی چاہیے تھی اور وہ ہوئی۔ یہ ہمدردی ممکن تھا کہ آگے نہ بڑھتی۔ مگر اس کے اخلاص و برتاؤ نے اسے بہت آگے بڑھا دیا آج ہم دونوں ایک ایسے عالم میں پہنچ چکے ہیں جہاں ایک روح دو قالب بن کر رہ گئے ہیں۔ اگر وہ مجھے اپنا سب کچھ سمجھتی ہے تو میں بھی اسے اپنی زندگی کا واحد سہارا تصور کرتا ہوں۔ اس منزل پر کسی ایک کا بھی رخ موڑنا دوسرے کے لئے خطرے سے خالی نہ ہوگا بالخصوص مجھے اگر میں نے طیبہ کا ساتھ نہ دیا تو وہ پھر اسی راہ پر چل پڑے گی جس پر مجبوری ہیں

چل کر بدنام ہوچکی ہے۔ انسانیت کا تقاضہ ہے کہ ایک مجبور کو گڑھے سے نکال لیا جائے اور میں بھی اسی انسانیت کے ناطے خدمت خلق کے جذبے کے ماتحت اسے پناہ دیکر اپنا فرض پورا کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے بخوشی اجازت دیں کہ میں اس سے نکاح کرکے ثواب دارین حاصل کروں .....“

ٹھیک اسی وقت ممتاز کے دوست قمر عالم نے بھی طیبہ کے باپ کے سامنے تجویز رکھی.....“

”جب آپ کی لڑکی محبت کرتی ہے اور پناہ دینے کو تیار ہے تو کیوں نہیں آپ ممتاز سے اس کا عقد ثانی کردیتے .....؟“

”مجھے تو یہ خبر بھی نہیں ہے کہ وہ کیا کچھ کرتی ہے۔ میں تو ممتاز صاحب کو اپنا ہم عمر اور قریب تر دوست سمجھتا رہا ہوں اور انکی تمام توجہ ردیوں کو بھی اسی عینک سے دیکھتا رہا ہوں۔ میرے تو فرشتوں کو بھی معلوم نہیں کہ وہ کس سلسلہ میں یہاں آتے رہے ہیں اور میری بیٹی سے اُن سے کیا باتیں ہوئی ہیں ۔۔؟“

”مگر اب تو میں نے آپ کو بتا دیا ..... وہ ممتاز کے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہتی ہیں دونوں میں کافی دنوں سے خط و کتابت ہو رہی ہے اور وہ لوگ قریب سے قریب تر ہوچکے ہیں ....“

”کیا ان دونوں میں خط و کتابت بھی ہوتی رہتی ہے ۔ ؟“

”بالکل ....“

”تو آپ مجھے وہ خطوط طیبہ کے ہاتھوں کے لکھے ہوئے دکھا دیجئے جو انہوں نے ممتاز صاحب کو لکھے ہیں ....“

”بہت خوب ..... قمر عالم خطوط لانے کے لئے باہر آئے اور گھر میں طوفان اُٹھ کھڑا ہوا۔ طیبہ پر باپ نے بگڑنا شروع کیا۔

”کہیں کا بھی نہ رکھا کمبخت نے مجھے ..... کاش پیدا ہوتے ہی مر گئی ہوتی۔ میں اسے اپنے ہاتھوں سے ختم کرکے اب دم لونگا۔ چاہے مجھے پھانسی پر کیوں نہ لٹکنا پڑے ....“

”مگر پورے حالات بھی سنو گے یا یونہی بکھرے ہوئے بادل کی طرح برسے جاؤ گے ... وہ انکی بیوی درمیان میں آگئیں ....

”سُنونگا کیا خاک ۔ کونسی ایسی بات ہے جو چھپی رہی ہے ۔ اس کے ہاتھ کے لکھے ہوئے خطوط تک تو ممتاز کے پاس محفوظ ہیں قمر عالم مجھے دکھانے کے لئے لانے گیا ہے .....“

”وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں ذرا دکھائیں تو میرے ہاتھ کی کوئی تحریر ... ؟“ طیبہ بپھر گئی اُس نے بھی گولیاں نہیں کھیلی تھیں۔ وہ خطوط ضرور لکھتی تھی مگر اس شرط کے ساتھ کہ جب اُس سے ملاقات ہو تو اُس کے سامنے اُس کے بھیجے ہوئے خطوط ماچس کی جلتی ہوئی تیلی لگا کر خاکستر کردیے جائیں اور ممتاز اس کی خوشی کے لئے ہمیشہ ایسا کرتا رہا تھا ..... وہ مطمئن تھی اس کی سند کوئی نہیں تھی۔ البتہ اُس کے پاس ممتاز کی سند تھی ..... اور اس نے اُس کے بھیجے ہوئے خطوط لاکر باپ کے سامنے ڈال دیئے۔

”جو مجھے بدنام کرتے ہیں ذرا انکا سیاہ چہرا تو دیکھئے ۔ میں کسی کمبخت کو کیوں خط لکھوں گی میرے ہی بھیجے ہاتھ دھو کر رہ گئے ہیں جناب۔ جینا دشوار کر دیا ہے اپنے

بڑھاپے پر تو دھیان کرتے نہیں بس مجھ سے اصرار ہے کریں اُن سے شادی
کروں۔ میں تو ابا چچا سمجھتی ہوں اُنہیں مگر ضرور بد نظر اور پاپی ہیں۔
طیبہ کے باپ کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ انہوں نے چیخ چیخ کر زمین و آسمان
سر پر اٹھا لیا۔ پاس پڑوس کی بات چھپی نہیں رہتی۔ ممتاز صاحب کے بھائی اعجاز صاحب
کے گھر تک بھی پہنچی اور ان کی بیوی بچیوں نے کہنا شروع کیا۔
"اچھی بھلی غریب عورت کو بدنام کر دیا انہوں نے۔"
"چلے تھے ہم لوگوں کی اصلاح کرنے پہلے اپنی تو اصلاح کر لیں۔"
"اپنے کارن ہم لوگوں کے منہ میں کالک لگوائی۔"
"ایسی ہی ہوس تھی تو پرائے محلے میں جاتے اپنے محلے کی بیٹی و بھتیجی کی ہم عمر لڑکی
پر تو ڈورا نہ ڈالتے....." ممتاز کا بڑا بیٹا رحمت چچی کی آڑی ترچھی تو برداشت کرتا رہا
لیکن چچی کی لڑکیوں کے دل شکن الفاظ کی تاب نہ لا سکا ایک ہی مکان کے دو حصے تھے
جس میں ممتاز و اعجاز مع اہل و عیال رہا کرتے تھے دال بھی کسی کے یہاں بگھرتی تھی خوشبو
پھیل جاتی تھی۔ پھر یہ تو عورتوں کی کترنی چل رہی تھی..... وہ لپک کر انگنائی میں آ گیا
اور اپنی چچا زاد بہن کو بد تمیزی کرنے کے جرم میں پیٹنے لگا..... چچی اپنے آپے سے باہر ہو گئیں۔
"خدا کی شان میری بچیوں کو ہاتھ لگانے لگا ہے۔ میں اس کی کلائی توڑ کر رکھ دوں گی
ایسا ہی دل والا ہے تو اپنے آوارہ باپ کو جا کر درست کرے جو دوسروں کی بہو بیٹیوں
کو تاکتا پھرتا ہے....."

ٹھیک اسی وقت ممتاز قمر عالم کے ساتھ محلہ میں داخل ہوا۔ وہ یہ سمجھ کر آ رہا تھا کہ
خطوط تو اُس کے پاس ہی نہیں وہ طیبہ کے باپ کو تاؤ دلا کر ایسے تانے اُس نے رکھنا

پسند نہ کرکے جلا ڈالے لیکن حقیقت وہی ہے جو آپ تک میرے دوست نے پہنچائی ہے
آپ طیبہ کو بلا لیں اور پھر صحیح فیصلہ فرما دیں..... اسے یقین تھا کہ طیبہ وہی کہے گی جو
وہ چاہتا ہے اور پھر کسی طرح کی دشواری پیدا ہونے کا خوف ہی نہیں ہے.....
لیکن اپنے مکان کے پاس محلہ والوں کا مجمع دیکھ کر اس کا ماتھا ٹھنکا وہ جیسے
اسی طرف دوڑا اسی کے کارن ہنگامہ برپا تھا اس کے چچا زاد بھائی اعجاز نے
اسے دیکھتے ہی بغیر کچھ کہے سنے ایک طمانچہ رسید کر دیا۔
"نکل جا مردود اپنی نحوس شکل لیکر میرے سامنے نہ آ....."
اور وہ دوسری طرف مڑا تو برقعہ میں لپٹی ہوئی طیبہ کی آواز گونجی.....
"ذرا پڑھئے اپنی تحریریں اور دیکھیے خطوط کے آئینہ میں اپنی صورت..... بھلا مجھ
سے آپ سے واسطہ کیا۔ یہ البتہ آپ کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے میرا پیچھا پکڑ رکھا ہے اور
دنیا بھر کے خطوط مجھے لکھے ہیں..... اور مفت میں مجھے بدنام کرتے پھرتے ہیں۔ میرا
آپ سے کیا رابطہ! خبردار جو آئندہ سے کسی شریف لڑکی کے بارے میں کچھ کہا۔"
ممتاز کی آنکھوں کے نیچے اندھیرا آ گیا اس کے اردگرد خاصہ مجمع لگ گیا تھا۔
دروں سے عورتیں جھانک رہی تھیں اور وہ چور بنا سب کے درمیان سر جھکائے کھڑا تھا
"لیجئے اپنے خطوط میں نے بس اسی دن کے لئے رکھے تھے مجھے اب نہیں چاہیے۔"
اس نے ممتاز کے منہ پر دے مارے۔ جوان عورتیں پردے کے پیچھے ہنس پڑیں.....
ان کی بھتیجیوں نے طیبہ کو اپنے یہاں بلا لیا۔ ہنسی کے دریا بہنے لگے۔ خوشی کے فوارے
چھوٹنے لگے۔ اور وہ آہستہ آہستہ محلہ سے باہر نکل گیا۔

۱۵

اور کرن سنگھ دیپ میں داخل ہوا۔

اُس کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ آنکھیں بے نور ہو رہی تھیں اور دل کی دھڑکن بہت تیز تھی۔ اس نے اپنے گرو سے نشاط کو بہن کہہ دیا تھا اور شریف جو کچھ منہ سے کہہ دیتے ہیں وہ ضرور پورا کرتے ہیں۔ ایک بہن کے لئے بھائی کو جو کچھ کرنا چاہیے وہ بھی کرنا چاہتا تھا۔ مگر کرن سنگھ نے سوچ لیا تھا کہ اگر کوئی صورت نشاط کے بچنے کی ممکن نہ ہو گی تو وہ کھلم کھلا کہہ دے گا۔

"مجرم میں ہوں۔"

"میں نے موقع پا کر نسیم صاحب کو قتل کیا تھا......"

لیکن اس کا اثر برخلاف تھا وہ ایک ایسے بیباک اور سفید ہفتہ وار کا ایڈیٹر تھا کہ اس کے ماننے والوں کی کثرت تھی۔ اسی لئے تو جو کام دوسروں کیلئے مشکل تھا وہی اُس کیلئے آسان اور بہت آسان۔

رات ہو چکی تھی..... وہ ایک ہوٹل میں ٹھہرا ہوا تھا..... کمرے دریچے کھلے ہوئے تھے رم جھم کا سلسلہ جاری تھا اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکے دل و دماغ کو فرحت بخش رہے تھے۔ نشاط کئی روز کے بعد قید سے رہا ہوئی تھی کھلی فضا میں سانس لیکر اسکا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہا تھا..... اس کی معصوم

جوانی اپنی بہار دکھا رہی تھی..... اور سڈول جسم کسی کامیاب مصور کا شاہکار معلوم ہو رہا تھا..... اچانک اس کی نگاہ سنگھار میز سے ٹکرا گئی۔ قد آدم آئینہ میں اس کا سراپا ناچ رہا تھا..... وہ ایک لمحہ کے لئے کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی.....

اسے اپنی جوانی اور اپنا حسن ایک خطا محسوس ہونے لگا..... لیکن فوراً ہی کرن سنگھ کی آواز نے اسے مخاطب کر لیا.....

"بہن نشاط تم اُداس نہ رہو۔ جب تک تمہارا یہ بھائی زندہ ہے تم پر آنچ نہ آنے دے گا۔"

اور وہ چونک اٹھی..... اپنے بھائی کو غور سے دیکھنے لگی..... خوبصورت چہرہ گورے رنگ پر چمکتی ہوئی سیاہ داڑھی گٹھیلا جسم۔ تندرست اعضاء اور چوڑی چھاتی۔ وہ فخر سے تن گئی اور بے اختیار اس کے منہ سے نکل گیا۔

"جس بہن کا بھائی ایسا ہو گا وہ اُداس کیوں رہے گی..... البتہ میں یہ سوچ رہی ہوں کہ میری وجہ سے میرے بھیا پر کوئی آنچ نہ آ جائے....."

"مگر میں تو یہ سوچ کر یہاں آیا ہوں کہ اگر تمہارے دامن کی طرف شعلے بھڑکے تو میں بیچ میں آ کر اپنے کو جلا دوں گا اور تمہیں بچا لوں گا....."

"لیکن کیا اتنے دلیر بھائی کی بہن اتنی بزدل ہو سکتی ہے کہ اپنے بچنے کے لئے بھائی کے جلنے کا تماشہ دیکھے گی.....؟ اگر ایسی صورت پیدا ہوئی تو میں بھی تمہارے ساتھ جل کر راکھ ہو جاؤں گی....."

"واہ گرو بے گناہ بھائی بہن پر کبھی کوئی آنچ آنے ہی نہ دیں گے۔ کرن سنگھ پورے وثوق کے ساتھ بولا..... اور گرو گرنتھ صاحب نکال کر پڑھنے لگا..... نشاط نے بھی کلام اللہ کی تلاوت شروع کر دی اور ایک ہی کمرے سے دو توحید کے پرستار اپنی

اپنی زبان میں نعرہ حق بلند کرنے لگے۔۔۔ ان کے دل آئینہ کی طرح چمک رہے تھے
تعلیم کی برکت اور خوشحالی کے فیض نے انکو آسودہ کر دیا تھا جس طرح وہ روٹی
کی طرف دوڑنا اپنی شان کے خلاف سمجھتے تھے اسی طرح جنسی کشش میں بھی ہر طرف
کھنچتے پھرنا اپنے وقار کے خلاف سمجھتے تھے وہ آسودہ تھے اور مکمل طور پر آسودہ۔
اڑکرن سنگھ کے پرس میں ہمیشہ اُس کی بیوی کی تصویر دکھائی دیتی تھی تو نشاط کے
کانوں میں بھی ایک ہی جملہ گونجا کرتا تھا۔۔۔

"میرا انتظار کرنا نشاط میں ضرور آؤں گا۔۔۔"

اور وہ اس کا انتظار کر رہی تھی۔۔۔ بظاہر تو دعوت انتظار دینے والا وطن
قربان ہو گیا تھا۔۔۔ دنیا میں کہیں اس کا کوئی پتہ نہ تھا۔ اسے بھی دوسروں کے
ساتھ کہنا پڑا تھا۔۔۔

"وہ پرلوک سدھار گئے۔۔۔"

مگر اس کا دل یہ ماننے کو تیار نہیں ہو رہا تھا۔۔۔ اور اسے یقین تھا۔۔۔

"وہ ضرور آئیں گے۔۔۔!"

"انہیں جھوٹ بولنے کی عادت نہیں ہے۔۔۔"

"مردوں کی زبان ایک ہوتی ہے۔۔۔"

"اور وہ بھی مرد ہیں بڑے بہادر مرد۔۔۔"

اُس کے ذہن کے پردوں پر ان کا تصور مجسم ہو کر اُبھر آیا۔۔۔ اور وہ کھو گئی
اُسے یاد نہ رہا کہ کہاں ہے۔ کرن سنگھ نے آواز دی۔

"بہن نشاط۔۔۔؟"

اور اسے ایسا معلوم ہوا جیسے کسی نے اس کے رنگ بھون کر گرا دیا اس کی ہنستی
کھیلتی دنیا برباد کر دی۔۔۔ اور اس کے عالم خیال میں تہلکہ مچا دیا۔ وہ تڑپ اٹھی۔

"میں کہتی ہوں بھیا تمہیں نیند کیوں نہیں آتی ہے جب دیکھو اپنی بہن کو پکار
جا رہے ہو۔ آخر کسی وقت چپ بھی رہو گے یا نہیں۔۔۔؟" کرن سنگھ خلاف امید
جواب پا کر کچھ سٹپٹا گیا اور کھسیانی ہنسی ہنستا ہوا بولا۔

"معاف کرنا۔۔۔ مجھے معلوم نہیں کہ تم کو نیند آ رہی ہے۔ اچھا سو رہو اب
کل صبح باتیں ہوں گی۔ میں بھی سوتا ہوں۔" اور وہ چادر تان کر لیٹ رہا۔
نشاط کو یک گونہ سکون میسر ہو گیا۔۔۔ آج وہ تنہائی ڈھونڈ رہی تھی۔ اُس کے
دماغ میں ہلچل مچی ہوئی اور وہ پچھلی یادوں میں ڈوبی جا رہی تھی۔۔۔

"بھئی ایک بات سن لو ورنہ میں بھول جاؤں گا۔!" کرن سنگھ تڑپ کر اُٹھ بیٹھا
"کہو کون سی بات۔؟" اُس نے سوچا کسی طرح بلا تو ٹلے مخاطب ہو گئی۔

"وہ کہانی کار جس کی کہانی تم کو بہت پسند آئی تھی۔ اس کی ایک کہانی پھر آئی
ہے۔ ڈھونڈنے والے۔۔۔"

"کہاں ہے وہ کہانی۔۔۔؟" نشاط بے چین ہو گئی۔۔۔"

"کہانی تو میں ساتھ نہیں لایا فائل میں رکھدی ہے۔۔۔" کرن سنگھ اس
طرح بولا جیسے اس سے کچھ بھول ہو گئی ہے۔

"پھر تو تم نے بہت برا کیا۔۔۔ نشاط رو ٹھ گئی۔۔۔ کیا تم کو یہ نہیں معلوم
تھا میں اس کی پہلی ہی کہانی پڑھ کر دیوانی ہو چکی ہوں کم از کم میرے شوق کا تو تم
احترام کرتے۔۔۔؟"

"میں نے سوچا کہ میری بہن جب ایک کہانی کار کی پڑھ کر دیوانی ہو چکی ہے تو دوسری کہانی پڑھ کر تو مستقل اپنے آپے ہی سے باہر ہو جائے گی اس لئے جتنا ہو سکے اتنا اُس سے چھپاؤ۔۔۔"

"واہ یہ تو خوب رہی۔ اس کا غصہ اور بڑھ گیا۔ آخر کب تک چھپاؤ گے مجھ سے کیا وہ کہانی چھپے گی نہیں رسالہ میں۔۔۔؟"

"میرا ارادہ تو یہی ہے کہ اُسے نہ چھاپوں۔۔۔!" کرن سنگھ نے چھیڑا۔

"بڑا اچھا ارادہ ہے تمہارا۔۔۔!"

"اچھا ہے یا برا یہ تو میں نہیں جانتا مگر ارادہ ہے۔۔۔"

"اس ارادہ کو تمہیں بدلنا ہوگا۔ !"

"کوئی وجہ تو نہیں معلوم ہوتی ہے بدلنے کی۔۔۔!"

"لیکن اس کا بھی تو کوئی سبب نہیں معلوم ہوتا ہے کہ کہانی نہ چھپے۔۔۔؟"

"اس کا تو سبب ہے اور بہت بڑا سبب۔؟"

"کون سا بڑا سبب ہے۔۔۔؟"

"وہی تمہاری دیوانگی کے بڑھ جانے کا اندیشہ۔۔۔!"

"مگر میں تو دیوانی ہوں ہی بھیا۔!" نشاط کی دبی ہوئی چوٹ ابھر آئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ رک رک کر سلسلۂ کلام جاری رکھتی ہوئی بولی۔

"مجھے تو کوئی اُسی دن دیوانہ بنا گیا جس دن میرے سہاگ پر بجلیاں گر پڑیں۔"

اور پھر اس کی آواز گلوگیر ہو گئی وہ آگے کچھ نہ بول سکی بس پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔۔۔ کرن سنگھ کے سارے بدن میں رعشہ پیدا ہو گیا۔ اس کا بے اختیار

جی چاہا کہ وہ کہیں سے نشاط کے شوہر حمید خاں کو پھیر لے آئے اور ایک بار صرف ایک بار اس کی زندگی کو ہنستا کھیلتا دیکھ لے۔

لیکن حمید خاں تو جنگ میں کام آ چکا تھا۔ اُسے کون لا سکتا تھا۔۔۔

کرن سنگھ کا دل زور سے پہلو میں دھڑکا اور وہ نشاط کے آنسو پونچھنے کے لئے اسکی طرف بڑھنا ہی چاہ رہا تھا کہ وہ بے تحاشہ اُس کے قدموں پر گر پڑی۔

"بھیا اگر تم سچ مچ میرے بھیا ہو تو بس ایک بات میری پوری کر دو۔۔۔"

"میں تمہاری ہر بات پوری کرنے کو تیار ہوں بہن۔ کہو کیا کہنا چاہتی ہو؟"

کرن سنگھ نے اس کا سر اپنے قدموں پر سے اُٹھاتے ہوئے انتہائی پُرخلوص لہجے میں کہا۔

"تم میرے لئے کوئی پیروی نہ کرو۔۔۔ مجھے خونی ثابت ہونے دو۔۔۔ شاید اللہ نے میرے لئے غیب سے سامان کر دیا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ اسی بہانے مجھے زندگی سے چھٹکارا مل جائے۔۔۔" نشاط نے التجا کی۔

"مگر یہ بھی تو سوچو میری بھولی بہن کہ اس طرح تمہیں زندگی سے چھٹکارا کہاں مل پائے گا۔۔۔ پھانسی تو ہو گی نہیں۔ عمر بھر کی اگر قید ہو بھی گئی تو جینا تو پڑے ہی گا تمہیں۔۔۔ اور اس وقت یہ یادیں سیاہ ناگن بن کر تمہیں ڈستی رہیں گی۔" کرن سنگھ نے سمجھایا۔

"پھر بتاؤ میں کیا کروں بھیا۔؟" وہ بیتاب ہو گئی۔

"میں بار بار تمہیں بتا چکا ہوں کہ پچھلی یادیں بھول جانے ہی کے لئے ہوتی ہیں۔۔۔ تم بھی سب کچھ بھول جاؤ اور نئے سرے سے اپنا گھر بساؤ ابھی تمہاری

عمر ہی کیا ہے۔۔۔۔" کرن سنگھ نے مخلصانہ مشورہ دیا۔۔۔۔

"ایسا کبھی نہیں ہوگا بھیا۔۔۔۔" وہ غصہ سے آگ بگولہ ہوگی۔۔۔ عورت کا گھر عمر میں صرف ایک بار بستا ہے اور جب وہ ویران ہوجاتا ہے تو سدا کے لئے ویران ہی رہتا ہے۔۔۔۔"

"یہ تو بڑے پرانے خیالات ہیں بہن۔۔۔" کرن سنگھ کا جب کوئی بس نہ چلا تو وہ گفتگو کو اس رخ پر آیا۔۔۔

"لیکن تم لوگوں نے نئے خیالات کے معنی یہ کیوں سمجھ رکھے ہیں کہ عورت محبت سے بیگانہ ہوجائے۔۔۔ کبھی اس طرح پر کیوں نہیں سوچتے کہ علم سے اچھے برے کی تمیز پیدا ہوتی ہے۔ سوسائٹی موو کرنے سے نیک و بد کا فرق معلوم ہوتا ہے اور آزاد خیال لڑکیاں بے جھجک نہیں بلکہ خوشی سے کسی کو اپنا دل دیدیتی ہیں۔۔۔" نشاط کے تیور بدل گئے۔۔۔۔

"میں تو خود تمہارا ہم خیال۔۔۔۔" کرن سنگھ نے تائید کی "مگر عام طور پہ لوگوں کا کہنا ہے کہ علم اور آزادی نے عورت کو وہ نہ رہنے دیا جو اسے رہنا چاہیئے تھا۔۔۔۔"

"اس طرح کے توہم میں وہ لوگ مبتلا ہیں جن کے دل و دماغ پر ابتک جہالت کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ نئے زمانے کی عورت اس لئے محبت نہیں کرتی کہ اسے محبت کرنا ہے۔۔۔ بلکہ وہ مرد کی خوبیاں دیکھکر بغیر کسی لالچ کے اپنا صحیح شریک زندگی بنا کر اسے پوجتی ہے۔ جن لوگوں نے آج کے دور کی لڑکیوں کی روح میں جھانک کر نہیں دیکھا وہ لکیر کے فقیر بنے ایک

بات سمجھتے ہی رہیں گے۔۔۔"

"مجھے اس حقیقت سے انکار نہیں۔ لیکن تمہیں ذرا دوسرے طور پر بھی سوچنے کی ضرورت ہے۔۔۔" کرن سنگھ نے مشورہ دیا۔

"کس طور پر۔" وہ چونکی۔

"میرا مطلب ہے کہ پانچوں انگلیاں یکساں نہیں ہوتیں۔ نہ میں اپنی تعریف کر رہا ہوں نہ تمہاری خوشامد۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا میں نہ ہر عورت تمہاری ایسی محبت پرست ہے نہ ہر مرد میری طرح پاک دامن۔۔۔۔"

"مجھے معلوم ہے بھیا۔۔۔ تم شاید یہ کہنا چاہتے ہو کہ میرا اکیلا رہنا خطرے سے خالی نہیں۔۔۔۔"

"ہاں بہن۔۔۔ جوان ہو۔۔ سندر ہو۔ میں کوئی ہر وقت تو تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا۔۔۔" کرن سنگھ کچھ اور آگے کہنا ہی چاہ رہا تھا کہ اس نے روک دیا۔۔۔۔

"ٹھہرو۔۔۔ تم یہ کیوں نہیں یاد رکھتے کہ عورت سب سے پہلے اپنی عزت آپ ہے۔۔۔ اور جب تک مجھے اپنی عزت کا پاس رہے گا اس وقت تک دنیا کی کوئی طاقت بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔۔۔" نشاط کے لہجے میں بڑا اعتماد تھا۔۔۔ وہ انتہائی یقین کے ساتھ بولی تھی اس نے آج طے کر لیا تھا کہ اس طرح کی گفتگو کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے ختم کردے گی۔ وہ یہ سننا نہیں چاہتی تھی کہ کوئی اسے دوبارہ اپنا گھر بسانے کا مشورہ دے۔۔۔ وہ تو اپنے شوہر حمید خاں کی پجارن تھی۔ آج بھی اس کے سینے کے پاس جمپر

کے اندر اس کی تصویر بدستور رکھی ہوئی تھی اس یہ مجبور کرا سے نہیں چاہا تھا کہ وہ چاہنے کے لئے مجبور کر دی گئی ہے... ماں باپ نے آنکھ بند کر کے اسے کسی کے سپرد کر دیا ہے۔ اگر وہ اس کا گھر نہ لگائے گی تو اسے روٹی کپڑا میسر نہیں گا۔ سکھ چین بھی نصیب نہیں ہوگا۔ وہ ایک پالتو جانور ہے جس کی ساری ذمہ داری کسی اور پر ہے اور اسے اشاروں پر ناچنا ضروری ہے ....

نشاط نے حمید خان کو شادی سے پہلے دیکھا تھا۔ اس کی تہذیب نے دونوں کو بہت دنوں گھل مل کر بیٹھنے کا موقعہ دیا تھا۔ ایک دوسرے سے مانوس ہوئے تھے اور ان لوگوں نے یہ سوچ کر پریم و پیار کا گھروندا بنایا تھا کہ یہاں مسرتوں کے دیپک جلائیں گے۔ مسرتوں کی دیوالی منائیں گے اور زندگی کی کٹھن راہ میں ایک دوسرے کا سچ مچ سہارا بنیں گے ....

نشاط کے لئے کھانے کپڑے کی کمی نہ تھی ... وہ اپنی ضروریات بغیر کسی سہارے کے بھی پوری کر سکتی تھی۔ اور اسی کی طرح حمید خان کو بھی نوکرانی یا بچہ پیدا کرنے کی مشین حاصل کرنے کی تمنا نہ تھی۔ بلکہ دونوں یہ جانتے تھے کہ مرد و عورت مل کر زندگی کو باغ و بہار بناتے ہیں۔ جب تک وہ تنہا رہتے ہیں اس وقت تک سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ان کی زندگی میں خلا رہتا ہے۔ خزاں کا دور دورہ رہتا ہے اور بے کیفیوں کا ہجوم ....

وہ دونوں ایک دوسرے سے مل کر اپنی کمی پوری کرنا چاہتے تھے۔ ان کی محبت غرض سے پاک تھی۔ وہ بے لوث تھے۔ اور بے نیاز۔ اگر حمید خاں نے جہیز اور نسیم صاحب کی دولت کی طرف کبھی رخ نہیں کیا تھا تو نشاط نے بھی پلٹ کر

یہ نہ دیکھا تھا کہ اس کے پاس کیا کچھ ہے۔ وہ کتنا کماتا ہے۔ اور کس انداز سے اسے رکھ سکتا ہے ... نشاط اور حمید خاں بس ایک ساتھ رہنا چاہتے تھے۔ بالکل اس طرح ایک ساتھ جیسے چکور اور چاند۔ بھنورا اور کلی۔ پھول اور رنگ۔ اسی لئے تو بچھڑ کر وہ کہیں نہیں رہے تھے ... اگر حمید خاں دنیا سے چل بسا تھا تو نشاط کے لئے بھی دنیا مر گئی تھی ... وہ اب کسی چیز میں کوئی دلکشی نہیں پاتی تھی ... اس کا جی چاہتا تھا کہ وہ تنہا خاموش پڑی رہے اور کسی کی یاد میں اپنی بقیہ زندگی گزار دے۔ اگر نسیم صاحب کے ساتھ اسے اپنا فرض ادا نہ کرنا ہوتا تو شاید وہ اس ہنگامہ میں ایک لمحہ کے لئے بھی نہ آتی ... لیکن محبت کے ساتھ ساتھ اسے اپنا فرض بھی تو ادا کرنا تھا ... وہ تو بڑی حساس لڑکی تھی۔ نہ خودکشی کر کے حالات سے ہار ماننا چاہتی تھی۔ نہ کسی دوسرے پر اپنا بار ڈالنا چاہتی تھی نہ دیوانی ہو کر دنیا والوں کو اپنے اوپر ہنسنے کا موقعہ دے سکتی تھی۔ اسے موت کے انتظار میں جینا تھا۔ اور جینے کے لئے ہاتھ پاؤں بھی چلانا تھے۔ دنیا کو دنیا کی طرح سے برتنا بھی تھا۔ اور لوگوں سے ملنا جلنا بھی تھا۔ نشاط ایک ایسی شمع تھی جو آندھیوں کے ہجوم میں جل رہی تھی۔ اس پتنگوں کے پر ٹوٹے پڑ رہے تھے۔ حمید خاں نے ساتھ چھوڑا ... جس گھر میں آنکھیں کھولیں وہاں سے نکلنا پڑا اور پھر خون کا الزام بھی برداشت کرنا پڑا ... کرن سنگھ کو اس کی حالت پر ترس آ رہا تھا۔ اس نے سوچا۔ میں نے ناحق وہ بات چھیڑی جو نشاط سننا نہیں چاہتی تھی۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس نے کٹے پر نمک مرچ چھڑک دیا ہو۔ وہ کچھ شرمندہ سا ہو گیا اور نیچی نظریں کرتا ہوا بولا ....

"میری باتوں کا برا نہ ماننا بہن ۔۔۔۔"

"بھلا میں تمہاری باتوں کا کیا برا مانوں گی بھیا ۔ تم ہی تو ایک میرے اپنے ہو اس دنیا میں ۔۔۔ اور تو کوئی رہا نہیں ۔۔۔۔" وہ غمزدہ ہو گئی ۔

"جن کا کوئی نہیں رہتا ان کا خدا تو ہوتا ہے ۔۔۔" کرن سنگھ درمیان میں بول اٹھا ۔۔۔۔

"خدا" نشاط نے ایک ٹھنڈی سانس کھینچی ۔۔۔ خدا نے تو بڑی عنایتیں کی ہیں میرے حال پر ۔ آنکھ بھی نہ کھولنے پائی تھی کہ ماں باپ مجھے دوسرے کے حوالے کر کے ہمیشہ کے لئے مجھے بھول گئے ۔۔۔ جوان ہو کر جس کے دامن سے بندھی وہ مادر وطن پر نثار ہو گیا ۔۔۔ اور جب خود احسان کا بدلا اتارنے یہاں آئی تو خوفی بنا دی گئی ۔۔۔ خدا ۔ خدا کی رحمتوں کے کتنے گن گاؤں ۔۔۔" وہ نشاط جذبات کے سمندر میں ڈوب گئی ۔۔۔ اور اس کی بڑی بڑی آنکھوں سے آنسوؤں کے موٹے موٹے قطرے ڈھلک کر اس کے گالوں پر آ گئے ۔۔۔ کرن سنگھ کی روح بے چین ہو گئی وہ دُکھے ہوئے دل کو دکھانا نہیں چاہتا تھا ۔ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور اس کا خیال بدلنے کی کوشش کرنے لگا ۔

"تم تو بالکل جذباتی ہو گئیں بندوں سے لڑتے لڑتے اللہ میاں سے بھی لڑنے پر آمادہ ہو گئیں ۔۔۔ میں تو محض تمہیں چھیڑ رہا تھا ۔ کہانی تو اس کہانی کار کی ضرور چھپے گی ۔۔۔۔"

"کس کہانی کار کی ۔۔۔۔؟" نشاط یکبارگی سب کچھ بھول کر اس کی طرف مخاطب ہو گئی ۔۔۔"

"اسی کہانی کار کی جس کی پہلی کہانی تمہیں بہت پسند آئی تھی ۔۔۔۔"

"پردیسی کی ۔۔۔۔؟"

"ہاں پردیسی کی ۔۔۔۔ مگر بھئی مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کہانی کار کچھ چھپ چھپ کر وار کرنا چاہتا ہے ۔۔۔۔ آخر اُس نے اپنا پورا نام کیوں نہیں کیا یہ پردیسی کیا ۔۔۔۔؟"

"معلوم تو مجھے بھی کچھ ایسا ہی ہوتا ہے ۔ نشاط بولی ۔۔۔ آپ اس سلسلہ میں تحقیق کیوں نہیں کرتے ۔۔۔۔؟"

"مگر تحقیق کروں تو کس سے پہلی کہانی جب اس کی آئی تھی تو میں نے اس کے پتہ پر فوراً اسے مبارکباد لکھتے ہوئے درخواست کی تھی کہ آپ برابر مجھے نوازیں مگر جواب ملا تھا ۔ کہانی لکھنے والا تو لاپتہ ہے کبھی وہ میرے ساتھ تھا اور یہ اسکی ایک نشانی میرے پاس تھی جو میں نے آپ کو بھیج دی اب کہاں سے لاؤں ۔۔؟"

"مگر اب تو دوبارہ آپ کے پاس اس کی کہانی آئی ہے ۔۔۔!"

"ہاں ۔۔۔ مگر اس میں کوئی پتہ نہیں لکھا ہوا ہے ۔۔۔۔ اس کا بھیجنے والا بھی کوئی دوسرا ہے ۔ لفافہ پر مہر بھی نیپال کی ہے ۔۔۔"

"یہ تو مستقل ایک راز ہے ۔۔۔" نشاط نے حیرت و استعجاب کے لہجے میں کہا ۔

"مگر راز کبھی کبھی کھل بھی جایا کرتا ہے ۔۔۔" کرن سنگھ بولا ۔

"خدا کرے یہ راز کھل جائے ۔۔۔" نشاط کے منہ سے بیساختہ نکل گیا ۔

"بڑی دلچسپی معلوم ہوتی ہے تمہیں اس کہانی کار سے ۔۔۔" کرن سنگھ نے

برجستہ کہا۔۔۔ اور نشاط کچھ جھینپ سی گئی ابھی کچھ دیر پہلے وہ اپنے لئے ساری دنیا کو بیکار بتا رہی تھی اور صرف جنگ میں کام آنے والے شوہر کی یاد کو سب کچھ ظاہر کر رہی تھی۔ اور ابھی ایک ان دیکھے کہانی کار کی ذات میں دلچسپی لینے لگی۔ اسے اپنے اوپر غصہ آنے لگا۔ اُس نے سوچا۔۔۔

"کیا کہتے ہوں گے اپنے جی میں میرے کرن بھیا۔۔۔؟" اور وہ گردن جھکا کر اپنے دوپٹہ کے آنچل سے کھیلنے لگی۔

"آج تم کچھ دکھی ہو گئیں نشاط بہن۔۔۔ لو میں تمہیں خوش کئے دیتا ہوں۔" کرن سنگھ نے اپنا فولیو اٹھایا۔۔۔ سچ پوچھو تو میں تمہیں چھیڑ رہا تھا۔ پردیسی کی کہانی میں تمہیں دکھانے کے لئے ساتھ لیتا آیا ہوں۔ پڑھو۔۔۔"

نشاط کے پورے بدن میں رعشہ پیدا ہو گیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے۔ وہ کوشش کر رہی تھی کہ پردیسی کی کہانی کو ہاتھ نہ لگائے۔ غیر مرد سے اُسے واسطہ کیا۔ مگر اس کی نس نس ٹوٹی جا رہی تھی۔ اُس کے اندر کی چھپی ہوئی عورت بے چین ہوئی جا رہی تھی۔ اور دل پہلو سے نکلا جا رہا تھا۔ وہ اپنے کو سنبھال نہ سکی اور کرن سنگھ کے ہاتھ سے کہانی کا مسودہ لے کر پڑھنے لگی۔۔۔ رات زیادہ ہو چکی تھی۔ چاروں طرف سناٹا طاری تھا۔ ہوٹل میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ کرن سنگھ نے اس کی خاطر سے لائٹ تو نہ آف کی لیکن سر سے پیر تک چادر اوڑھ کر لیٹ گیا۔۔۔ نشاط کو یکسوئی میسر ہو گئی۔ وہ کہانی کے ایک ایک لفظ پر قربان ہونے لگی۔ اسے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے یہ کہانی نہیں ہے بلکہ اُس کے دل کی دھڑکنیں ہیں جو کسی نے الفاظ کے سانچے میں ڈھال دی ہیں۔

لکھنے والے نے اسی کے جذبات کی ترجمانی کی تھی۔۔۔۔ عنوان تھا۔۔۔ "اُن کی کہانی اپنی زبانی" اور نشاط سچ مچ کسی کی زبان سے اپنی کہانی سن رہی تھی۔۔۔ اس کے دل کی رفتار تیز ہو گئی تھی۔۔۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے۔۔۔ اور وہ بار بار ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں بھر رہی تھی۔۔۔۔ رات رینگ رہی تھی اُداسیاں بڑھتی جا رہی تھیں اور کوئی پردے پردے میں کسی کو بے چین کئے دے رہا تھا۔۔۔۔ بے چین۔

(١٦)

اور ممتاز کو بھی طیبہ کی یاد بے چین کیے ہوئے تھی.....

آدھی رات گزر چکی تھی۔ وہ گھر بھر کا ٹھکرایا ہوا ناکام و نامراد انسان اپنے محل سے بہت دور ہی محل میں چپ سسکیاں بھر رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے نیند اڑ گئی تھی۔ وہ بار بار کروٹیں بدل رہا تھا اور آپ ہی آپ گنگنا رہا تھا۔ ع

جو دل کو توڑتے ہیں پھر چین ہے انھیں سے
لے سبق زمانہ میرے خطا جبیں سے

اس کے تصور میں طیبہ کی بھول برساتی ہوئی جوانی ناچ رہی تھی۔ بوڑھی رگوں کا خشک ہوتا ہوا خون یکبارگی اپنی گردش تیز کر بیٹھا تھا۔ اور ہوس کا دیوتا اسے پکار رہا تھا....

"طیبہ بے وفا نہیں ہو سکتی...."

"اس نے جو کچھ بھی برا سلوک کیا محض دنیا کو دکھانے کیلئے...."

"آخر شریف لڑکی ہے آبرو بچانا ضروری تھا اس کے لئے...."

"وہ بے خطا ہے بالکل بے خطا...."

اور ٹھیک اسی وقت طیبہ ایک نئے شکار کا خون چوس کر سینما سے لوٹ رہی تھی۔ اس نے سوچا ذرا لگے ہاتھوں اپنے پرانے عاشق صادق

کی بھی حجامت بنائی جائے۔ تھوڑی دیر ہی تو ہو جائے گی گھر پہنچنے میں تو مضائقہ کیا ہے۔ میرے ابا اماں تو اللہ میاں کی گائے ہیں کہہ دوں گی....

"سواری نہیں مل رہی تھی پھر رات بھی کون بہت زیادہ ہو گئی ہے ابھی بارہ بھی تو نہیں بجے ہیں...."

ذرا دیر بعد گئی درگاہ بہ عمارت چڑھ تھی....

اور دبے پاؤں ممتاز کی قیام گاہ میں داخل ہو گئی.... اس نے پیروں کی آہٹ سنی۔ اور تڑپ کر باہر نکل آیا۔

"کون.... ؟" بے ساختہ پوچھا۔

"آپ کی گنہگار....!"

"طیبہ....؟" اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں ہو رہا تھا۔

"جی ہاں...."

"مگر اتنی رات کو....؟"

"آپ کے لئے تو رات دن کچھ نہیں دیکھ پاتی.... نہ جانے کون سا جادو کیا ہے آپ نے مجھ پر کہ ابھی تک عقل گم ہو کر رہ گئی ہے...."

"اچھا اندر آجاؤ...." ممتاز اسے لئے ہوئے اپنے کمرے میں چلا آیا اور روشنی تیز کر کے اس کے چہرے کو دیکھنے لگا آج کئی دنوں کے بعد اسے زیارت نصیب ہو رہی تھی۔ اس کا بس نہیں تھا کہ وہ کتنی بلائیں لے کتنے بوسے لے اور کیونکر اسے اپنے اندر چھپا لے وہ عالم بیتابی میں اس کی طرف بڑھنا ہی چاہ رہا تھا کہ اس نے ایک تیر چلایا....

"کہنے کو تو عورتوں کو بے وفا کہا جاتا ہے لیکن سچ پوچھئے تو آپ مرد بے وفا ہوتے ہیں۔۔۔"

"بھلا میں نے کیا بے وفائی کی تمہارے ساتھ۔۔۔؟" ممتاز گھبرایا۔

"کیا آپ کو شک ہے اپنی بے وفائی میں۔ اُس روز جو میں نے حالات سے مجبور ہو کر اپنا دامن بچایا تو آپ ایسے روٹھے کہ بھول کر کبھی یاد بھی نہ کیا مجھے۔۔۔؟" طیبہ نے الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کی مثل صادق کی۔۔۔"

"مگر ذرا یہ بھی تو سوچو کہ اُس روز جس طرح میری بے آبروئی ہوئی اُس کے بعد کیا مجھ میں تم سے ملنے کی ہمت باقی رہ سکتی تھی۔؟"

"اوئی اللہ کوئی آپ عورت ہیں کہ ذرا سی بات میں ہمت ہار بیٹھے۔۔۔ مرد تو اس راہ میں بڑے بڑے دکھ جھیلتے ہیں آپ کے ساتھ پیش ہی کیا آیا۔ ت

"تمہارے خیال میں جو کچھ پیش آیا وہ کوئی اہم ہی نہیں تھا۔۔۔؟"

"میں تو اسے اہم نہیں سمجھتی۔ پھر اس کا گلہ اگر آپ کرنا ہی چاہتے ہیں تو اپنے دوست سے کیجیے جو آپ کے تو بڑے ہمدرد بنتے ہیں لیکن حقیقتاً جانی دشمن ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہمارا آپ کا رشتہ ختم ہو جائے۔۔۔"

"سچ کہو۔۔۔؟" ممتاز گھبرایا۔

"تو کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں آپ سے انہیں نے تو اچھی بھلی بات بگاڑ کر رکھ دی۔ نہ وہ مجھ پر کیچڑ اچھالتے نہ مجھے اپنے کو بچانے کے لئے وہ ک پڑتا جو میں نے کیا۔۔۔"

"میں ایسا نہیں سمجھتا تھا انکو۔۔۔"

"آپ تو ہیں بھولے۔ ذرا سی کسی نے میٹھی بات کی اور اسے سمجھ بیٹھے کہ وہ بس اپنا ہے۔۔۔ یقین جانئے بجز میرے کوئی آپ کا ساتھ نہیں دے سکتا۔"

"تم میرا ساتھ دو گی۔۔۔؟"

"اگر ساتھ نہ دینا ہوتا تو آدھی رات کو یہاں تک آتی کیسے۔؟"

"پھر تم مجھ سے نکاح کیوں نہیں کر لیتیں۔۔۔"

"بس لگے بہکی بہکی باتیں کرنے۔۔۔"

"مگر یہ بہکی بہکی باتیں کب ہیں۔۔۔؟"

"ہیں کیوں نہیں۔۔۔ آدمی کو کام وہ کرنا چاہیے کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ یوں سمجھیے کہ آپ کی بیوی بھی جہنم کی روگی ہیں اور میرے ابا بھی چراغ سحری ان لوگوں کو آنکھ بند کرتے کچھ بہت زیادہ دن نہیں لگیں گے۔ بس انہیں مر جانے دیجیے۔"

"پھر تو آپ ہم ایک ہو ہی جائیں گے۔۔۔"

"مگر کیا ضروری ہے کہ وہ لوگ مر ہی جائیں عمر کا حال تو اللہ کو معلوم ہوتا ہے۔۔۔"

"پھر بھی انسان عقل سے بہت کچھ سمجھ سکتا ہے ویسے آپ کو جلدی ہے تو چلیے متعہ کر لیجیے۔۔۔ بس اب تو یقین ہو جائے گا کہ میں آپ کی ہوں۔"

"خدا تمہیں خوش رکھے طیبہ۔۔۔" ممتاز نے بڑھ کر اسے اپنی بھرپور گرفت میں لے لیا۔ "میرے دل کی بات کہہ دی تم نے۔ سچ سچ تم میری ہو پھر آؤ ہم تم متعہ کر لیں۔۔۔" اُس نے جلدی سے بریکٹ پر سے ایک کتاب اتاری اور

آپس میں صیغہ متعہ جاری کرنے کی ترکیب تلاش کرنے لگا۔۔۔ وہ اُسے کنکھیوں سے دیکھتی ہوئی مسکرائی اور اٹھلا کر بولی۔۔۔۔

"مگر پتہ بھی معلوم ہے آپکو کہ متعہ بھی بغیر مہر کے نہیں ہوتا۔۔۔؟"

"میں جانتا ہوں اور تمہارا مہر پہلے ادا کردوں گا۔۔۔"

"ہاں کبھی میں شرعی کاموں میں لگی لپٹی رکھنے کی عادی نہیں۔۔۔"

"میں جانتا ہوں۔۔۔ تو اس وقت بس یہی حاضر ہے مہر کے طور پر قبول کرلو۔۔۔" ممتاز نے اپنے سرہانے سے پرس نکال کر دس دس کے دس نوٹ اسکی طرف بڑھا دیئے۔۔۔

"بس۔۔۔؟ میں نے تو یہ سمجھا تھا کہ بہت دنوں سے آپ مجھ سے نہیں ملے ہیں جو کچھ کما رہے ہوں گے سب جمع ہوگا کسی اور طرف خرچ نہ کر رہے ہونگے مگر معلوم ہوتا ہے جناب نے خوب گلچھرے اڑائے ہیں۔"

"ارے نہیں ایسا خیال بھی نہ کرنا۔۔۔" ممتاز بوکھلا گیا۔ "میں اور گلچھرے اڑاؤں گا۔ بات یہ ہے کہ میں تمہاری یاد میں اس طرح کھویا رہا کہ کوئی کام کاج کر ہی نہ سکا یوں سمجھو کہ اتنا پھر بھی تمہاری تقدیر سے جمع ہوگیا ورنہ اس کی بھی امید نہ تھی۔۔۔"

"تب تو پھر میری تقدیر کا مجھے ملنا چاہیئے۔۔۔" طیبہ بولی۔

"یہ تو ہے ہی تمہارا لے لو۔۔۔" ممتاز نے روپے دیتے ہوئے طیبہ کے دونوں پھول سے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اس کے لرزتے ہوئے ہونٹوں پر اپنے جلتے ہونٹ رکھ کر لمبی لمبی سانسیں لینے لگا۔۔۔ وہ بھی آج

اُس سے چپک جانا چاہ رہی تھی۔ اپنی دونوں بانہیں ممتاز کی گردن میں ڈالتی ہوئی بولی۔۔۔؟

"سچ بتائیے آپ مجھ سے خفا تو نہیں ہیں۔۔۔؟"

"بھلا میں اور تم سے خفا ہو سکتا ہوں۔۔۔؟" تم میری روح و جان ہو۔ میری زندگی ہو۔ اور میرے جینے کا واحد سہارا۔۔۔"

"تو پھر میرا ایک کہنا مانئے۔۔۔"

"کہو۔۔۔؟"

"آپ میرے ابا کو ایک خط میرے لئے لکھئے میں نے اپنی بہن کے ذریعہ اُن کو اپنے خیال سے آگاہ کر دیا ہے مجھے یقین ہے کہ وہ آپ کا خط پاتے ہی مجھے آپ کے حوالے کر دینے کو تیار ہو جائیں گے۔۔۔"

"اگر ایسا ہو جائے تو کیا کہنا ہے۔۔۔" ممتاز خوش ہو گیا۔

"ہو کیوں نہیں جائے گا ایسا۔ آخر میری سچی محبت رائیگاں تو نہیں جا سکتی۔"

"تم مجھ سے سچی محبت کرتی ہو طیبہ۔۔۔؟" ممتاز نے آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ اور وہ ایک لمحہ تک اسے دیکھتی رہی دیکھتی رہی اور پھر اُس کے سینے پر اپنا منہ رکھکر اس طرح سسکیاں بھرنے لگی جیسے اُس کے بغیر وہ زندہ نہ رہ سکے گی۔۔۔ اور ممتاز نے اُسے اپنے سینے سے لگا لیا۔۔۔ وہ دونوں مدغم ہو گئے۔۔۔ اُدھر اس رات ایک بار پھر رنگین بن گئی۔ شیطان مسکرا اٹھا اور یزدان حوا کی بیٹی کا یہ روپ دیکھکر شرمندہ ہو گیا کاش اُس نے کچھ اور تخلیق کیا ہوتا۔۔۔ کچھ اور۔

اور دلچسپی لے رہا تھا۔ اُس نے کرن سنگھ کو فریب دیا تھا....

"میں عام وکیلوں کی طرح سودا بازی نہیں کرتا۔"

"میرے لئے سب کچھ روپیہ ہی نہیں ہے...."

"میں علم و ادب کی بھی قدر کرتا ہوں اور آپ و نشاط زبان و ادب کے معمار ہیں اس لئے میں فری کام کروں گا...."

سیدھا سادا صاف دل کرن سنگھ اس کے اندر کے چھپے ہوئے انسان کو نہ پہچان سکا تھا۔ اور اس کے حسن سلوک کا گرویدہ ہو گیا۔ . مقدمہ کی پیشیاں ہو رہی تھیں اور کبھی کبھی نشا لکھنؤ سے بغیر اُس کو ساتھ لئے تنہا بھی دہلی آجاتی تھی۔ اپنے وکیل ہی کے یہاں ٹھہرتی تھی اور دن رہ کر رات کو واپس ہو جاتی تھی... وہ اُس کے ساتھ چلتے وقت ان گنت تحائف کرتا تھا....

"گھنٹہ گھر کے مشہور حلوائی کے یہاں کی مٹھائیاں...."

"دریبہ کے موڑ پر جو دوکان ہے وہاں کی امرتیاں...."

"اور ساری بلوز کے کپڑے سوٹ کیلئے ساٹن...."

نشاط و کرن سنگھ کو یہ بات کچھ بھلی نہیں معلوم ہوتی تھی لیکن وہ دونوں اُس کی دل شکنی بھی تو نہیں کرنا چاہتے تھے پھر یہ موقع بھی انہیں تھا باسو کو ناراض کرنے کا.... البتہ وہ ایسا کرتے تھے کہ جتنے تحائف وہ پیش کرتا تھا اس سے کچھ بڑھ چڑھ کر ہی پیش کر دیتے تھے اور وہ تڑپ کر رہ جاتا تھا لینے سے انکار اسلئے نہ کر پاتا تھا کہ یہ رسم خود اسی نے جاری کی تھی۔ مگر اتنا ضرور بول اٹھتا تھا۔

"آخر اسکی کیا ضرورت تھی...."

۱۷

"اور تصویر کا دوسرا رخ دیکھکر وہ اپنی تخلیق پر جھوم بھی اٹھا...."

کرن سنگھ نے شہر کے سب سے بڑے وکیل مسٹر باسو کو یہ سمجھ کر نشاط کی طرف سے پیروی کرنے کیلئے مقرر کیا تھا کہ قانون کی دنیا میں اس کا سکہ چلتا ہے۔ وہ جس مقدمہ میں اپیر ہوتا ہے وہ ضرور اس کے حسب دلخواہ ہو جاتا ہے۔ دور تک اس کا لوہا مانا جاتا ہے۔ ویسے وہ کچھ سن دار تو نہیں ہے یہی تیس پینتیس سال کی عمر ہوگی مگر ذہین بلا کا ہے اور جب بولنے پر آتا ہے تو دریا بہا دیتا ہے... ہر شخص کا کہنا تھا....

"نشاط کی طرف سے وکیل بڑا تگڑا مقرر ہوا ہے...."

وہ ظاہری طور پر بھی تگڑا تھا۔ لانبا قد۔ کھرا کھرا جسم۔ گٹھیلا بدن۔ اُبھرے ہوئے اعصاب۔ اور خوبصورت چہرا اس کی شخصیت دیکھنے والوں پر خاصا اثر مرتب کرتی تھی۔ مگر وہ نشاط کو دیکھکر متاثر ہو گیا تھا۔ اور دل ہی دل میں سوچنے لگا تھا۔

"یہ تو پھول ہے...

گلاب کا تازہ پھول۔"

اور اس کے دل میں گدگدی پیدا ہوئی تھی۔ رگوں میں تناؤ پیدا ہوا تھا۔ اور آنکھوں میں گلابی گلابی ڈورے تیرنے لگے تھے وہ نشاط سے غیر معمولی ہمدردی

rekhta

"وہی ضرورت جو آپ کو پیش آتی ہے....."

"جی.....!" مسٹر باسو کو سٹپٹا جاتا تھا۔

"میرا مطلب ہے کہ اگر آپ مجھے تحفے تحائف پیش کرنے کی ضرورت محسوس کر سکتے ہیں تو کیا میں یہ ضرورت نہیں محسوس کر سکتی.....؟ آخر آدمی تو ہم دونوں ہیں۔!" نشاط کہتی تھی.....

اور یہ سلسلہ آہستہ آہستہ دراز ہوتا جا رہا تھا۔

موسم کا پہلا چھینٹا پڑ چکا تھا۔ گرمی میں بڑے لطیف قسم کی ٹھنڈک گھل مل گئی تھی ہوا کے جھونکے مستانہ وار دلوں کی دنیا میں تلاطم مچانے لگے تھے۔ اور بہار کی رانی انگڑائیوں پر انگڑائیاں لے رہی تھی..... کچہری سے لوٹتے ہوئے نشاط کی طرف مسٹر باسو مخاطب ہوا.....

"تو کیا آپ کے بھائی صاحب مسٹر کرن کو آنے کا موقعہ نہ مل سکا.....؟"

"وہ بہت مصروف آدمی ہیں دم مارنے کی اُن کو فرصت نہیں ملتی۔"

"ویسے ان کی کوئی ضرورت بھی نہیں تھی بس آپ کا آنا کافی تھا۔"

"اسی لئے تو میں آگئی....."

"اس مقدمے نے میری تقدیر روشن کر دی ہے....."

"مگر میں تو سمجھتی ہوں کہ آپ کے مفت درد سری کا سامان فراہم ہو گیا ہے۔"

"جی نہیں یہ تو میرے لئے راحت کا سامان مہیا ہوا ہے..... اگر یہ مقدمہ آپ پر قائم نہ ہوتا تو شاید مجھے آپ کے درشن بھی نہ ہوتے....." باسو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور نشاط نے ایک جھرجھری لی۔ وہ اُس کے پہلو میں موٹر کی اگلی سیٹ

پر بیٹھی ہوئی تھی۔ مگر کچھ اس طرح پٹ سے لگی ہوئی الگ تھلگ جیسے قدم قدم پر احتیاط برت رہی ہو..... وہ جمنا کی طرف کار کو موڑتا ہوا بولا.....

"آرام سے بیٹھئے....."

"میں بہت آرام سے بیٹھی ہوئی ہوں..... لیکن آپ اس طرف کہاں آ گئے ہیں؟"

"میں نے سوچا ذرا دریا کنارے کچھ دیر ٹہل کر دن بھر کی دماغی تھکن دور کر لی جائے..... کورٹ میں ہم آپ دونوں کافی بور ہو چکے ہیں۔"

"وہ تو صحیح ہے مگر مجھے میل سے آج ہی لکھنؤ واپس ہونا ہے۔" نشاط نے بتایا۔

"آپ تو ہوا کے گھوڑے پر سوار آتی ہیں کبھی تو مجھے اپنی خدمت کا موقع دیجئے۔"

"یہ کیا کچھ کم خدمت میری کر رہے ہیں..... میں تو سمجھتی ہوں کہ جس طرح آپ میرے مقدمے کی پیروی کر رہے ہیں اس طرح شاید ہی کسی کے مقدمے کی پیروی کی ہو آپ نے.....؟"

"یہ تو بالکل حقیقت ہے..... لیکن دوسروں سے آپ الگ بھی تو ہیں۔"

"کیا کہا آپ نے.....؟" وہ چونکی۔

"میں یہ کہہ رہا تھا کہ نیچر نے جو خصوصیات آپ میں دی ہیں وہ دوسروں کے حصے میں کہاں آتی ہیں۔ ذرا غور سے آئینے میں اپنے کو دیکھئے....."

مسٹر باسو نے سامنے لگا ہوا آئینہ بالکل اُس کے منہ کے سامنے کر دیا اور وہ نگاہیں چراتی ہوئی بولی۔

"عورت اپنے کو آئینہ میں نہیں دیکھا کرتی....."

"تو پھر میری آنکھوں میں جھانک کر دیکھئے....." باسو نے برجستہ کہا.....

"میں جس کی آنکھوں میں اپنے کو جھانک کر دیکھ سکتی تھی وہ نہیں رہا اب کسی کی آنکھوں میں کیا جھانکوں گی....؟" نشاط کے تیور بگڑنے لگے۔

"مگر مرنے والے کے ساتھ مرا تو نہیں جاتا ہے...."

"لیکن مرنے والا سب کچھ لوٹ کر لے جائے تو پھر زندہ رہنے کی کوئی کیوں تمنا کرے...."

"آپ کے خیالات بڑے دقیانوسی ہیں میں نے تو سمجھا تھا کہ آپ آزاد خیال خاتون ہیں، زندگی کو زندگی کی طرح برتنا جانتی ہوں گی...."

"مگر اب تو آپ کو مایوس ہو جانا چاہیئے...."

"ہم خوش قسمت مرد آخری وقت تک ہمت نہیں ہارتے ہیں۔"

"پھر تو آپ لوگ بڑے سخت جان ہیں...."

"جی ہاں...." مسٹر باسو نے آہستہ سے جواب دیا اور دریا کنارے اپنی گاڑی روک دی۔ سورج ڈوب رہا تھا۔ آسمان پر ہلکی ہلکی سنہری کرنیں اس طرح پھیل گئی تھیں جیسے کسی حسینہ کے دوپٹہ میں سرخ دھاری ڈال دی گئی ہو۔ آئس کریم والے اپنی اپنی گاڑیاں لئے چکر کاٹ رہے تھے اور کچھ دور پر دھوبی کپڑے دھو رہے تھے....

"آئس کریم کھائیے...." مسٹر باسو نے نشاط کو دعوت دی۔

"شکریہ...." میں اس وقت کچھ نہ کھاؤں گی...."

"شاید آپ کچھ روٹھ گئیں...؟"

"ہاں مجھے اس طرح کی باتوں سے تکلیف تو ضرور ہوتی ہے...."

"لیکن جو آپ کا ہمدرد ہوگا وہ ضرور یہی بات کہیے گا اور سچی بات تو کڑوی ہوتی ہی ہے...."

"مگر آپ نے یہ سچی بات نہیں کہی...."

"میں نے سو فیصدی سچی بات کہی ہے...." مسٹر باسو نے اپنے پینٹ کی جیب سے ایک پاکٹ بک نکال لی۔ "دیکھئے یہ ہندوپاک کے ایک بیحد چلتے ہوئے مشہور ناول نویس کا نیا شاہکار ہے...."

"ہوگا...." نشاط نے بات ٹالنا چاہی....

"ہوگا نہیں.... بلکہ یوں کہیے کہ ہے...."

"اچھا اگر میں یہ بھی کہہ دوں کہ ہے تو آپ کو کیا فائدہ پہنچے گا...؟"

"میں نے اپنے فائدہ کے لئے اس کا ذکر نہیں چھیڑا ہے...."

"پھر کس کے فائدہ کے لئے اس کا ذکر چھیڑا ہے۔؟"

"آپ کے فائدہ کے لئے....؟"

"بھلا مجھے اس سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے....؟"

"بہت بڑا فائدہ پہنچ سکتا ہے.... ں کو آپ عام آدمیوں سے تو ضرور اونچا مانتی ہوں گی اور یہ بھی وشواس رکھتی ہوں گی کہ وہ بڑی اچھی باتیں کرتے ہیں...."

"مگر اس تمہید سے آپ کی مراد کیا ہے...؟"

"یہ بتانا چاہ رہا ہوں کہ اس نے اپنے ناول میں ایک پلا سٹیشن کا پس منظر قائم کر کے یہ بتایا ہے کہ پڑھی لکھی و موڈرنائزڈ لڑکی غریب نوجوان کے

شباب سے کھیل کر اس طرح اسے بھول کر اس کی دنیا ہمیشہ کیلئے تباہ ہو گئی۔"

"تو آپ نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ نئی تہذیب کی پروردہ عورتیں تعلقات جنسی کو ایک کھیل سمجھتی ہیں۔۔؟"

"کم از کم اس لیکھک نے تو مجھے یہی بتایا ہے۔۔۔"

"میرے خیال میں یہ لیکھک جاہل ہے اسے کسی مہذب لڑکی نے کبھی کوئی لفٹ نہیں دیا ہوگا اس لئے جلے دل کے پھپھولے پھوڑ رہا ہے سچ پوچھئے تو یہ احساس کمتری کا مریض ہے۔۔۔" نشاط کو غصہ آ گیا۔ مسٹر باسو نے اس کے تیور پہچان لئے اور بات کا رخ بدلتے ہوئے بولا۔

"آپ خفا ہو گئیں۔۔۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا کہ پانچوں انگلیاں یکساں ہوتی ہیں۔۔۔"

"ممکن ہے آپ کا یہ مطلب نہ ہو مگر کم از کم لیکھک یہی بتانا چاہتا ہے کہ ترقی یافتہ اور پڑھی لکھی لڑکیاں گمراہ ہوتی ہیں۔ اس طرح وہ زمانے کی رفتار کو روک دینے کا خواہاں ہے مذہب کے نام پر رجعت پسندی کا اعلان کرتا ہے۔ اور کھلم کھلا اخلاقی قدروں کی توہین کرتا ہے۔۔۔"

"آپ تو بالکل ڈس موڈ ہو گئیں۔۔؟" مسٹر باسو سنبھلا۔۔۔ "یہ تو میں نے یونہی ایک بات چھیڑ دی تھی۔ میرا مطلب تو یہ تھا کہ آپ ابھی کمسن ہیں آخر پہاڑ سی زندگی اکیلے کیسے کاٹ سکیں گی۔۔۔؟"

"یہ تو میرے سوچنے کی چیز ہے آپ کیوں دلچسپی لے رہے ہیں۔۔؟"

"اس لئے کہ مجھے آپ سے ہمدردی ہے۔"

"شکریہ۔ مگر میں ایسی ہمدردی کو اپنے ساتھ دشمنی سمجھتی ہوں۔"

"یہ تو آپ کی کم عقلی کا ثبوت ہے۔۔۔"

"جو کچھ بھی ہو۔۔۔ خیر اب مجھے اجازت دیجئے۔ میری گاڑی کا وقت قریب آ رہا ہے۔۔۔" نشاط نے اپنی مرمری کلائی پر بندھی رسٹ واچ دیکھی اور قدم بڑھانا چاہا۔

"مگر آج آپ سفر نہ کر سکیں گی۔۔۔" باسو نے اسکا راستہ روک لیا۔

"کیوں۔۔۔؟"

"اس لئے کہ آپ میری مہمان ہیں اور مہمان میزبان کی اجازت کے بغیر رخصت نہیں ہو سکتا۔۔۔"

"لیکن میں آپ کی مہمان کب ہوں۔ البتہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ میرے وکیل ہیں اور میں اپنی پیشی پر حاضری دینے آئی تھی اب وہ ختم ہو چکی لہذا جا رہی ہوں۔۔۔"

"یہ تو سب کچھ ٹھیک ہے۔ مگر آپ صحیح طور پر مجھے پہچانتی بھی ہیں۔۔؟"

"کم از کم اس حیثیت سے تو ضرور پہچانتی ہوں کہ آپ میرے وکیل ہیں اور میرے مقدمہ کی پیروی کر رہے۔۔۔"

"تو پھر آپ کو یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ جس طرح مجھے بھڑکتی ہوئی آگ کو ٹھنڈا کرنا آتا ہے اسی طرح دبی ہوئی چنگاریوں کو ابھارنے کا بھی ہنر معلوم ہے۔۔۔"

"تصویر کے دو رخ تو ہوا ہی کرتے ہیں۔ اور آپ کا بھی دو رخ

ہو سکتا ہے.....''

''جی ہاں میرا دو رخ ہے.... میں دو مونہا سانپ ہوں مجھے ڈسنا بھی آتا ہے اور زہر کو ہضم کرنا بھی.....'' باسو نے اپنے لہجہ کو کسی قدر سخت کر دیا اور ڈرامائی انداز میں گفتگو شروع کی....''

''شاید آپ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جس طرح آپ مجھے بچانے کی کوشش کر سکتے ہیں اسی طرح پھنسا بھی دے سکتے ہیں....؟''

''جی ہاں... آپ کو یہ نہ بھولنا چاہیے کہ آپ پر خون کا الزام ہے آپ نسیم صاحب کی قاتل مشہور ہیں۔ یہ میرا ہی دم خم ہے جس نے آپ کو ضمانت پر رہا کرا کے کھلی فضا میں سانس لینے کا موقعہ فراہم کیا ہے... اگر آج میں آپ سے اپنا ناطہ توڑ لوں تو یقین جانئے جیتی ہوئی بازی پل بھر میں ہار جائیے گا...''

''نیور مائنڈ مسٹر باسو... نشاط زور سے چیخی... آپ میری مجبوری سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ جو کچھ آپ میرے لئے کر سکتے ہیں ضرور کیجئے لیکن میں اپنی جگہ سے کبھی جنبش نہ کروں گی...''

''آپ نے میری کا شاید غلط مطلب نکالا... باسو پھر دھیما پڑ گیا۔ میں آپ کے برائی چاہنے والوں میں نہیں ہوں بلکہ بھلائی کا خواہاں ہوں۔ آپ کی سادگی، آپ کی خصوصیات۔ اور آپ کی موہنی صورت نے مجھے آپ کا گرویدہ کر دیا ہے۔ میرا خاطر خواہ بینک بیلنس ہے نئی دہلی میں کوٹھی ہے میں سب کچھ آپ کے نام کر دینے کو تیار رہوں آپ مجھ سے سیول میرج کر کے اپنی

اور میری دونوں کی زندگی کو پرسکون بنا لیجئے.....''

''خاموش رہو مسٹر باسو..... نشاط دیوانی ہو گئی۔ اس کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ اس کے گھنگھریالے سر کے بال کھڑے ہو گئے اور وہ بدن سے کانپنے لگی... مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ تم انسان کے بھیس میں شیطان ہو....''

''اگر میں نے کونسی شیطنت دکھائی آپ کو...؟'' باسو مسکرایا۔

''کیا کسی جوان اور بے بس عورت سے اس طرح بیباکانہ نامہ و پیغام کرنا شیطنت نہیں ہے...؟''

''میرے خیال میں تو ہرگز نہیں ہے۔ جس طرح کسی مکان پر ٹولیٹ کا بورڈ دیکھ کر ہر شخص کو اختیار ہے کہ اسے حاصل کرنے کے لئے کوشش کرے۔ اسی طرح بیوہ اور غیر شادی شدہ کو بھی پیغام دینے کا ہر مرد حق رکھتا ہے۔

''لیکن زبان کھولنے سے پہلے یہ بھی تو سوچنا چاہیے کہ ہم دونوں کے مذہب میں فرق ہے...؟''

''آج کی دنیا میں مذہب کا فرق آڑے نہیں آیا کرتا...''

''اگر یہ مان بھی لیا جائے تو لٹی ہوئی بہار سے کھیلنا کیسے گوارا کیا جا سکتا ہے...؟''

''آپ میری نظر میں لٹی ہوئی بہار نہیں ہیں... میری آنکھوں سے اپنے کو دیکھئے آج بھی آپ مجسم بہار ہیں مجسم بہار...'' باسو کی آنکھوں میں شرارت کروٹیں بدلنے لگی... وہ بالکل نشاط کے سامنے آ گیا... سورج ڈوب

چکا تھا۔ گھاٹ پر سناٹا چھاتا جا رہا تھا... صرف ایک رامو نامی کان لگائے ان لوگوں کی باتیں سن رہا تھا... وہ اپنے کو کچھ بے بس محسوس کرنے لگی۔ اور گلوگیر آواز میں بولی۔

"مسٹر باسو میں باسی پھول ہوں..."

"میں ایسی کلی ہوں جو بہت پہلے مرجھا چکی ہے..."

"خدا کے لئے میرا خیال دل سے نکال دیجئے۔ میں آپ کے پیروں پر سر رکھتی ہوں..."

نشاط کی آنکھوں سے آنسوؤں کے موٹے موٹے قطرے زمین پر گر کے جذب ہونے لگے۔ وہ ہنسا... اور سگرٹ جلاتا ہوا بولا۔

"جذبات کے ہجوم میں انسان ایسی ہی بہکی بہکی باتیں کرتا ہے... اور آپ بھی اس وقت جذباتی ہو رہی ہیں۔ میں ان باتوں کا اثر نہ لوں گا اور جو آپ کے حق میں بہتر سمجھتا ہوں وہ ضرور کروں گا... ایک مخلص کی حیثیت سے یہ میرا فرض ہے..."

"تو اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ میرے ساتھ زبردستی کریں گے۔؟" نشاط گھبرا گئی... اس لئے کہ وہ جمنا کے ایسے ویران گھاٹ پر کھڑی تھی جہاں سرِ شام لوگ ابھی ہوا کھانے نہیں آتے... بس دو چار دھوبی سورج ڈوبتے ہی کپڑے دھو کر چلے جاتے ہیں اور پھر ویرانی کا دور دورہ ہوتا ہے وہ تو اتفاق سے رامو ابھی تک نہیں گیا تھا... تو باسو کے لئے اس کی حیثیت ہی کیا تھی۔؟" وہ اس کی طرف سے بے پرواہ سگرٹ کے دھوئیں سے فضا میں چھلے بناتا ہوا بولا۔

"اگر سیدھی انگلی سے گھی نہ نکلے گا تو ضرور ٹیڑھی کرنی پڑے گی مجھے۔"

"مگر اس کا انجام بھی آپ کو معلوم ہے کہ کیا ہوگا...؟"

"ہم لوگ انجام پر نظر نہیں رکھتے۔"

"بس آپ لوگ صرف عورتوں ہی پر نظر رکھتے ہیں...؟" نشاط نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"عورت ہی تو ایسی چیز ہے جس پر نظر رکھنا ہر مرد کا پیدائشی حق ہے..."

"تو کیا آپ لوگوں کے گھروں میں عورتیں نہیں ہیں...؟"

"ضرور ہیں اور ان پر بھی کوئی ہماری طرح نظر رکھتا ہوگا..."

"آپ بیحیا ہیں۔"

"ممکن ہے آپ کا خیال صحیح ہو..."

"آپ کمینے ہیں...!"

"شاید آپ نے ٹھیک سمجھا ہو..."

"دیکھئے مسٹر باسو بیحد پریشان نہ کیجئے..."

"اور آپ بھی بآسانی میرے احسانات کا بدلہ کر دیجئے..."

"کیا کہا آپ نے...؟"

"یہی کہ اگر آپ کو میری پیش کش قبول کرنا گوارا نہیں ہے تو نہ کیجئے۔ لیکن اب تک جو میں نے آپ کے مقدمے میں جی جان سے پیروی کی ہے اور آپ کے حسن سے متاثر ہو کر کوشش کی ہے اس کا بدلہ تو آپ کو اتارنا ہی ہوگا۔"

"آپ کچھ پاگل ہو گئے ہیں..."

rekhta

"آپ نے مجھے سچ مچ پاگل بنا دیا ہے ....." وہ اسے اپنی بھرپور گرفت میں لینے کے لئے آگے بڑھا ... نشاط پینترا بدل کر نکل گئی ۔

"اونہہ ۔ آپ کو رخ بدلنا بھی آتا ہے ..... باسو ہنسا ۔ لیکن آج تک کوئی عورت میرے چنگل سے بچ کر نہیں نکلی ہے اور آپ بھی یقیناً نہ جا سکیں گی ..." وہ شیر کی طرح اس پر جھپٹا ... نشاط نے اپنے ہاتھوں کو ڈھیلا کر کے ایک ایسا طمانچہ اس کے گال پر مارا کہ وہ غصہ سے بھڑک اٹھا ...

"عورت ہو کر اتنی ہمت ... ؟"

"ہاں جب عورت کی لاج پر حرف آتا ہے تو اس کی ہمت اس سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے ..." نشاط چیخی ۔

"دیکھتا ہوں کیسے ہمت زیادہ ہوتی ہے ..." باسو نے بڑھ کر اس کے دونوں ہاتھوں کو پکڑ لیا ... ٹھیک اسی وقت رامو دھوبی نے پیچھے سے اس کے کوٹ کا کالر پکڑ کر گھسیٹا ....

"اسی پر شریف بنے پھرتے ہو ۔ موٹر میں بیٹھ کر سمجھتے ہو کہ ساری دنیا کو روند ڈالو گے ... بابو جی ابھی ہم غریب دنیا میں زندہ ہیں اور تم لوگوں کا سر کچل کر رکھ دیں گے ..."

"کمینے ، بدمعاش ، غنڈے تو کون ہوتا ہے ..."

"میں کوئی بھی نہیں ہوتا ہوں لیکن عورت کے پیٹ سے ضرور پیدا ہوا ہوں اور ایک عورت کی اس طرح کھلم کھلا ذلت برداشت نہیں کر سکتا۔"

"پتہ ہے تجھے ۔ میں شہر کا سب سے بڑا وکیل ہوں تیری دنیا خراب

کر کے رکھ دوں گا ....."

"تم تو میری دنیا خراب کر کے رکھ دو گے میں ابھی تمہاری دنیا خراب کئے دیتا ہوں ..." اور رامو نے اپنے فولادی ہاتھوں سے اسے ایسا دھکا دیا کہ وہ اپنی کار سے ٹکراتے ٹکراتے بچا ....

"بس اسی میں خیریت ہے بابو جی کہ چپکے سے نو دو گیارہ ہو جاؤ ورنہ جان سے مار کر موٹر سمیت دریا میں بہا دوں گا ۔ بڑے آئے ہیں عورت کی لاج لوٹنے والے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اب سنسار میں راون ہی تو بستے ہیں رام تو کوئی رہا ہی نہیں ..." دھوبی کی آنکھیں نکل پڑیں ۔ باسو اس سے مقابلہ کی تاب نہ لا سکا اور موٹر کا پٹ کھول اگلی سیٹ پر بیٹھتا ہوا بولا ....

"خیر دیکھ لوں گا اگر کل ہی تجھے اور اس عورت کو جیل نہ بھجوایا تو میرا نام باسو نہیں ...."

"چل چل بڑا آیا جیل بھجوانے والا ۔ دیکھ لیں گے جیل جا کے بھی ۔" رامو گرجا اور باسو نے موٹر اسٹارٹ کر دی ۔ نشاط سہمی ہوئی کھڑی تھی .. وہ اس کی طرف مخاطب ہوا ۔

"گھبراؤ نہیں بیٹی ... جہاں کہو میں تمہیں ساتھ چل کر پہنچا دوں ..."

"اب میں سیدھی اسٹیشن جانا چاہتی ہوں میرا ریٹرن ٹکٹ میرے پرس میں پڑا ہے اور ٹرین کا وقت بھی آ گیا ہے ۔ تم اگر چل کر پہنچا دو تو بڑی مہربانی ہوگی ...."

"ہاں ہاں چلو میرے ساتھ ..." رامو بہ مشکل اسے بھگا کے کچھ دور پر لایا پھر ایک رکشہ میں بٹھا کر اسٹیشن کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستہ میں وہ غصہ سے اپنے ہونٹ کاٹ رہا تھا۔ اسے دولت مند لوگوں کو دیکھ کر آنکھوں میں خون اتر رہا تھا۔ اور وہ نشاط سے پوچھ رہا تھا ...

"تمہارے ساتھ یہ صورت حال کیسے آئی ...؟"

اور وہ کسی اپنا ایک ہمدرد دیکھ کر وہ سب کچھ بتائے جا رہی تھی۔ اسٹیشن آ گیا۔ رامو نے پلیٹ فارم تک نشاط کو پہنچایا گاڑی میں بٹھایا اور جب گاڑی نے سیٹی دی ٹرین رینگی تو اس نے ہاتھ جوڑ کر سلام کرتے ہوئے کہا۔

"دیدی ... تم گھبرانا نہیں۔ تمہارا یہ سیوک تمہاری پوری سیوا کریگا۔"

اور گاڑی کی رفتار تیز ہو گئی۔ نشاط سیٹ کے ایک کونے میں دھنس کر اپنی زندگی کی گاڑی کی رفتار پر غور کرنے میں کھو گئی۔

۱۸

"آج تمہیں ہو کیا گیا ہے ۔؟" رامو کی بوڑھی بیوی دیا متی نے ٹوکا۔

"وہی جو مجھے ہونا چاہئے تھا ...."

"مگر میں پوچھتی ہوں تم ان کپڑوں کی گٹھری کو کیوں کھول رہے ہو ...؟"

"اس لئے کہ انہیں کھولنے کا وقت آ گیا ہے ...."

"کچھ بتاؤ تو بات کیا ہے ...؟"

"اگر بات سننا چاہتی ہو تو ادھر آؤ کان میں سنو ...." رامو نے دیا متی کو بالکل اپنے قریب کر لیا اور آہستہ آہستہ بولنے لگا ... یہ تو تم جانتی ہی ہو کہ یہ خون آلود کپڑے ہیں۔ میں نے اس لئے انہیں جلایا تھا کہ اگر کبھی ایسی بلا دوسرے کے سر تھوپی گئی تو انہیں ثبوت میں پیش کر کے دودھ کا دودھ اور پانی کا الگ کر دکھاؤں گا ..."

"تو کیا کوئی ایسی بات پیدا ہو گئی ہے ...؟" دیا متی گھبرائی۔

"ہاں .... ورنہ میں کیوں کسی راز فاش کرتا۔ میں نے تو سوچا تھا کہ اگر کوئی بے گناہ اس میں مبتلا نہ کیا گیا تو میں انہیں جلا کر خاک کر دونگا اور کبھی کسی سے ذکر بھی نہ کروں گا کہ اصل معاملہ کیا تھا ...؟" رامو بولا۔

"تو کسی بے گناہ کو پھنسا دیا گیا ہے ۔؟" دیا متی نے پوچھا۔

"ایک معلوم عورت کو جو روپ وتی بھی ہے اور ستوتی... جو وہ دھوبی بھی ہے اور تپی بھگت بھی... بتاؤ بتاؤ اس کی سہائتا کیسے نہ کروں۔؟"

"نہیں نہیں اس کی سہائتا تو تمہیں کرنا ہی پڑے گی..." دیا سکھی بھی تڑپ اٹھی... اور وہ رات دونوں نے جاگ کر کاٹی۔ صبح ہوتے ہی رامو خون آلود کپڑوں کی گٹھری کو دبائے ہوئے سیدھا کوتوالی پہنچ گیا۔

"کیا چاہتا ہے بوڑھے...؟" ایک کانسٹبل نے ڈانٹا۔

"نیائے... انصاف..."

"مگر کھل کر تو کچھ کہہ..."

"وہ تو کوتوال صاحب کے سامنے کہوں گا۔"

"تیری اس گٹھری میں کیا ہے۔؟"

"ایک بہت بڑا راز..."

"دکھا کھول کر..."

"اسے تو کوتوال صاحب ہی سامنے کھولوں گا..."

رامو کی ضد اور کانسٹبل کے اصرار نے اچھا خاصہ شور مچا دیا۔ اور تھانیدار کی نیند اچٹ گئی وہ آنکھیں ملتا ہوا باہر نکل آیا۔

"یہ کیا جھگڑا ہے...؟" زور سے چیخا...

"جے ہو مائی باپ آپ کی ایک غریب سے بھی کچھ سن لیجیے...."

رامو گٹھری لئے ہوئے اس کی طرف دوڑا۔

"بول کیا کہنا چاہتا ہے..." تھانیدار مخاطب ہوا۔

"اکیلے میں کہوں گا سرکار...."

"کچھ راز کا معلوم ہوتا ہے..." کانسٹبل نے رائے زنی کی مگر تھانیدار نے اسے اپنے پاس بلا لیا۔ اور دوسرے لمحہ رامو خالی ہاتھ اس کے پاس سے خوش خوش واپس آیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ جو کچھ چاہتا تھا وہ ہو گیا اس کی باچھیں کھل جا رہی تھیں چہرے کا رنگ نکھرتا جا رہا تھا اور بوڑھی رگوں میں ایک بار پھر شباب سے بھرپور خون دوڑنے لگا تھا۔

"ہو گیا تمہارا کام...؟" دروازہ پر کھڑے ہوئے پہریدار نے پوچھا۔

"ہاں مالک... بھگوان خوش رکھیں داروغہ جی کو جنہوں نے مجھ غریب کی سن لی۔"

"گٹھری میں کیا باندھ کر لائے تھے....؟"

"ستیہ کا سندیس...!" رامو جواب دیتا ہوا آگے بڑھ گیا... ادھر کوتوال نے فوراً سی۔ آئی۔ ڈی۔ ڈیپارٹمنٹ میں فون کیا۔ مسٹر سنتوشی سراغرساں کو بلا کر سارا واقعہ بتایا اور رامو کی لائی ہوئی گٹھری بھی سپرد کر دی۔

"اس میں تو زنانے مردانے دونوں کپڑے ہیں۔؟"

"چونکہ قتل میں دونوں کا ہاتھ تھا۔"

"معاملہ تو بہت صاف ہے دونوں کے کپڑوں پر ان کے ناموں کے پہلے حرف کی چھاپ لگی ہوئی ہے۔" سنتوشی نے خیال ظاہر کیا۔

"پھر رامو خود بھی تو گواہی دینے کو تیار ہے اس کا کہنا ہے کہ وہ چند دنوں سے ان لوگوں کے کپڑے دھویا کرتا تھا اور جس رات یہ واقعہ ہوا اس رات

وہ دونوں دبے پاؤں اس کے یہاں آئے اسے خاصی رقم دی اور اسی کے لباس سے لباس تبدیل کیا اور اسے ہدایت کی یا تو وہ فوراً ان کپڑوں کو بھٹی میں ڈال کر جلا دے یا پھر اتنا صاف کر ہلکا سا دھبہ بھی نہ رہے...." داروغہ نے بتایا

"راموتوان دونوں کو پہچانتا ہوگا...؟" سنتوشی نے سوال کیا۔

"ہاں....!" کوتوال نے کہا۔

"تب تو نشاط قاتل کی حیثیت سے ناحق ملزم قرار دی گئی ہے......" سنتوشی بولا۔

"بالکل وہ بے گناہ ہے...." کوتوال نے تائید کی...

"خیر وقت آنے پر سب کچھ آئینہ کی طرح چمک جائے گا۔ میں پوری طرح تحقیق کرتا ہوں۔ مجھے اچھا خاصہ مواد مل گیا ہے...." سنتوشی نے اطمینان کی سانس لی۔ اور مذاحیانہ انداز میں کوتوال کی طرف مخاطب ہوتے ہوئے بولا....؟"

"تمہیں تو دور کی کوڑی لانے کی عادت پڑ گئی ہے۔ بھلا معمولی دھوبی اور وہ بھی بوڑھا کسی تیر نظر سے کیا گھائل ہوگا...؟" کوتوال ہنسا۔

"یہ نہ کہو بوڑھاپے میں تو طبیعت اور منچلی ہو جاتی ہے..."

"مگر تم تو بوڑھے نہیں ہو پھر یہ تجربہ تمہیں کیسے ہوا۔؟"

"کم از کم بوڑھی عورتوں سے دوستی تو کی ہے میں نے..."

"تو یوں کہو تم پرانے چاول کے شوقین رہے ہو...؟"

"کچھ ایسا ہی سمجھ لو...." سنتوشی ہنستا ہوا اٹھا اور کوتوال سے ہاتھ

ملا کر رخصت ہو گیا.... وہ محکمہ سراغرسانی کی جان تھا اس کے بارے میں سب کا کہنا تھا کہ اُڑتی چڑیا کے پر گن لیتا ہے نسیم صاحب کے قتل کے معاملہ میں یہ بات اُس کے حلق سے اُتر نہیں رہی تھی کہ ان کی قاتل نشاط ہو سکتی ہے فوری طور پر پولس نے ضرور اُسے پکڑ لیا تھا اور مقدمہ بھی اُس کے خلاف قائم ہو گیا تھا وہ واقعات کی کڑیاں ملانے میں مصروف تھا اس نے چند دنوں سے نعین سے یارانہ قائم کر لیا تھا۔ روز شام کو اس کے ساتھ کلب جاتا تھا ٹوسٹ کرتا۔ بال ڈانس میں حصہ لیتا اور ہر طرح کی دلچسپیوں میں اس کا پاٹنر بنتا۔ وہ اپنی جگہ یہ سمجھ رہا تھا کہ اس بہانے سے سی۔ آئی۔ ڈی۔ پولس کو اچھی خاصی رشوت دینے کا موقعہ مل رہا ہے اور کم از کم اس رشوت کے بعد یہ خطرہ تو ضرور ٹلا جا رہا ہے کہ نزلہ کبھی اپنی طرف رجوع نہ ہو جائے۔؟" وہ یہ تو سمجھ رہا تھا کہ.... کہیں کچھ جاندار نہیں ہے۔ پھر نشاط کا نشیت بنا کرنا مشکل بھی ہے.... اگر لوور کورٹ سے کسی قدر بات بن بھی جاتی ہے تو ہائی کورٹ پہنچتے پہنچتے ضرور وہ رہا ہو جائے گی۔ لیکن یہی کیا کم تھا نعین کیلئے کہ پولس کی توجہ بٹی رہے اور وہ اصل قاتل کا سراغ نہ لگا سکے...

مگر سنتوشی بھی اُس کے مقابلہ میں کچھ کاٹ کا اُلّو نہ تھا.... اس نے کوتوالی سے نکل کر اپنے گھر میں راموکی دی ہوئی گٹھری رکھی اور سیدھا نعین کے یہاں پہنچ گیا۔

"ہیلو...." وہ پرجوش خیر مقدم کرتا ہوا بڑھا.... "یار آج صبح صبح کیسے آدھمکے یار..."

وہ دونوں دبے پاؤں اس کے یہاں آئے اسے خاصی رقم دی اور اسی کے کہا کہ لباس تبدیل کیا اور اسے ہدایت کی یا تو وہ فوراً ان کپڑوں کو بھٹی میں ڈال کر جلا دے یا پھر اتنا صاف کر ہلکا سا دھبہ بھی نہ رہے...“ داروغہ نے بتایا

"رامو تو ان دونوں کو پہچانتا ہوگا...؟“ سنتوشی نے سوال کیا۔

"ہاں... !“ کوتوال نے کہا۔

"تب تو نشاط قاتل کی حیثیت سے ناحق ملزم قرار دی گئی ہے...“ سنتوشی بولا۔

"بالکل وہ بے گناہ ہے...“ کوتوال نے تائید کی...

"خیر وقت آنے پر سب کچھ آئینہ کی طرح چمک جائے گا۔ میں پوری طرح تحقیق کرتا ہوں۔ مجھے اچھا خاصہ مواد مل گیا ہے...“ سنتوشی نے اطمینان کی سانس لی۔ اور مذاحیہ انداز میں کوتوال کی طرف مخاطب ہوتے ہوئے بولا...؟“

"نہیں تو دور کی کوڑی لانے کی عادت پڑ گئی ہے۔ بھلا معمولی دھوبی اور وہ بھی بوڑھا کسی تیز نظر سے کیا گھل مل ہوگا...؟“ کوتوال ہنسا۔

"یہ نہ کہو بوڑھاپے میں تو طبیعت اور منچلی ہو جاتی ہے...“

"مگر تم تو بوڑھے نہیں ہو پھر یہ تجربہ تمہیں کیسے ہوا۔؟“

"کم از کم بوڑھی عورتوں سے دوستی تو کی ہے میں نے...“

"تو یوں کہو تم پرانے چاول کے شوقین رہے ہو...؟“

"کچھ ایسا ہی سمجھ لو...“ سنتوشی ہنستا ہوا اٹھا اور کوتوال سے ہاتھ

ملا کر رخصت ہو گیا... وہ محکمہ سراغرسانی کی جان تھا اس کے بارے میں سب کا کہنا تھا کہ اڑتی چڑیا کے پر گن لیتا ہے نسیم صاحب کے قتل کے معاملہ میں یہ بات اُس کے حلق سے اتر نہیں رہی تھی کہ ان کی قاتل نشاط ہو سکتی ہے فوری طور پر پولس نے ضرور اُسے پکڑ لیا تھا اور مقدمہ بھی اُس کے خلاف قائم ہو چکا تھا وہ واقعات کی کڑیاں ملانے میں مصروف تھا اس نے چند دنوں سے نبین سے یارانہ قائم کر لیا تھا۔ روز شام کو اس کے ساتھ کلب جاتا تو گشت کرتا۔ بال ڈانس میں حصہ لیتا اور ہر طرح کی دلچسپیوں میں اس کا پارٹنر بنتا وہ اپنی جگہ یہ سمجھ رہا تھا کہ اس بہانے اسے سی۔آئی۔ڈی۔ پولس کو اچھی خاصی رشوت دینے کا موقعہ مل رہا ہے اور کم از کم اس رشوت کے بعد یہ خطرہ تو ضرور ٹلا جا رہا ہے کہ نزلہ کبھی اپنی طرف رجوع ہو جائے۔ وہ یہ تو سمجھ رہا تھا کہ... کیس کچھ جاندار نہیں ہے۔ پھر نشاط کا ثبوت بنا کر سنگین بھی ہے... اگر لوور کورٹ سے کسی قدر بات بن بھی جاتی ہے تو ہائی کورٹ پہنچتے پہنچتے ضرور وہ رہا ہو جائے گی۔ لیکن یہی کیا کم تھا نبین کیلئے کہ پولس کی توجہ ہٹی رہے اور وہ اصل قاتل کا سراغ نہ لگا سکے...

مگر سنتوشی بھی اُس کے مقابلہ میں کچھ کاٹ کا اُلّو نہ تھا... اس نے کوتوالی سے نکل کر اپنے گھر میں رامو کی دی ہوئی گٹھری رکھی اور سیدھا نبین کے یہاں پہنچ گیا۔

"ہیلو...“ وہ پر جوش خیر مقدم کرتا ہوا بڑھا... یار آج صبح صبح کیسے آ دھمکے یار...

"تمہاری محبت نے دیوانہ بنا رکھا ہے۔ سوتا بھی ہوں تو بس ناز و نزاکت والی عورتوں کے خواب دیکھا کرتا ہوں...." سنتوشی نے کرسی پر کھسکتے ہوئے کہا....

"مگر یار دہلی میں ناز و نزاکت والی عورتیں کہاں یہاں تو پنجاب کی چھاپ ہے"

"ہاں دوست یہ تو تم سچ کہتے ہو....." سنتوشی نے سگریٹ جلایا۔ "کچھ زمانہ ہی دوسرا آگیا ہے۔ جہاں دیکھو مرد مار عورتیں سینہ تانے مقابلے میں چلی آرہی ہیں...."

"خیر تم سب جگہ کے لئے تو یہ نہیں کہہ سکتے بہت کچھ بدل جانے کے باوجود بھی ہمارے لکھنؤ میں نسائیت کافی باقی ہے اور ایسی عورتیں آج بھی مل جا سکتی ہیں جن کی باتیں سن کر لب سے لب چپکنے لگتے ہیں...." متین بولا۔

"کیا بتاؤں دوست لکھنؤ جانا ہی نصیب نہیں ہوتا ہے۔ تم بھی کچھ ایسے جم گئے ہو کہ چلنے کا نام ہی نہیں لیتے...." سنتوشی نے افسوس ظاہر کیا۔

"ذرا یہ مقدمہ ختم ہونے دو پھر تمہیں لکھنؤ سیر کراؤں گا ویسے تو چند دن پہلے وہاں کا ایک جانور ادھر آنکلا تھا مگر اس وقت تم سے میری ملاقات نہیں تھی ورنہ دیکھتا تا اس کے رنگ ڈھنگ ہیں...." متین چائے و ناشتہ کی ٹرے سنتوشی کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔

"تو یوں کہو تم کبھی کبھی لکھنؤ سے بھی جانور بلا لیا کرتے ہو...." سنتوشی نے ایک پیسٹری اٹھاتے ہوئے کہا۔

"بلاتا تو نہیں ہوں مگر یوں سمجھو کہ یہ ایک پالتو جانور ہے میں تو بھیجوا آیا تھا

کو کسی اور کے پلے پڑ جائے گا...."

"مگر وہ تمہارے علاوہ کسی طرف مخاطب ہی نہیں ہوا...." سنتوشی متین کی بات کاٹ کر بیچ میں اچھل اٹھا۔

"یہ بات نہیں ہے...." متین نے فوراً کہا۔

"پھر کیا بات ہے....؟"

"میں یہ کہہ رہا تھا کہ وہ جانور کسی ایک کا ہو کر تو رہنا ہی نہیں جانتا ہے چاروں طرف چرتا پھرتا ہے لیکن ادھر بھی آنکلا تھا اگر تم سے میرا یارانہ ہو چکا ہوتا تو میں تمہیں اس کی قربانی پیش کر دیتا.... بازار کا سنتو ہے باپ بھی کھاتا ہے اور بیٹا بھی۔" متین نے بتایا۔

"ارے دوست اس کا پتہ ہی بتا دے مجھے شاید کبھی لکھنؤ جانا پڑے تو کم از کم مل لوں گا...." سنتوشی نے بے چینی ظاہر کی۔

"سچ سچ بہت بیتاب ہو...." متین نے پوچھا۔

"یہاں جان نکلی جا رہی ہے اور تم بیتابی ہی کو پوچھ رہے ہو...." سنتوشی بولا۔

"تو لاؤ اپنی ڈائری میں پتہ لکھ دوں اس کا...." متین نے جوش میں آکر سنتوشی کی پاکٹ ڈائری لے لی اور طیبہ کا پتہ لکھنے لگا وہ کنکھیوں سے دیکھتا رہا اور جیسے ہی اس نے ختم کیا ویسے ہی وہ خوشی سے چیخ اٹھا۔

"شاباش میرے دوست آج تم نے بڑا کام کیا ہے...؟"

"مگر یہ بتا دوں کہ اس سے ملنا آسان نہیں ہے کچھ پاپڑ بیلنے پڑیں گے تم کو پردہ میں زردہ لگانے والی ہے...." متین نے بتایا۔

"تو میں عورت کے معاملہ میں پاپڑ بیلنے سے کب باز آتا ہوں۔" سنتوشی نے کہا

"وہ تو میں جانتا ہوں تمہاری سب بڑی کمزوری عورت ہے۔۔۔"

"ہے تو یار پتے کی بات۔۔۔"

"پھر تم شادی کیوں نہیں کر لیتے۔۔۔؟"

"کسی ایک کا ہو کر رہ جانا مجھے پسند نہیں۔۔۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا جائے۔۔۔"

"بات تو تم بھی کہتے ہو مزے کی تک کی ہے۔۔۔"

"ایک کہاوت ہے کہ شراب ہمیشہ پرانی اور عورت ہمیشہ نئی چاہئے۔"

"شراب کا نام لیکر تم نے طبیعت بےچین کر دی اب آؤ ایک ہلکا سا دور چل جائے۔۔۔"

"نیکی اور پوچھ پوچھ۔۔۔ سنتوشی نے کرسی سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے دوسرے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔۔۔"

۱۹

"ممتاز صاحب آپ ہی کا نام ہے۔۔۔؟"

"جی ہاں۔ فرمائیے۔۔۔"

"میں آپ سے ایک چھوٹا سا رسالہ علم نجوم پر لکھوانا چاہتا ہوں سنا ہے آپ بڑے عمدہ کاتب ہیں۔۔۔"

"عمدہ ہوں یا نہیں یہ تو اللہ جانتا ہے لیکن کاتب ضرور کہلاتا ہوں اور آپ کا رسالہ بھی لکھ دوں گا مگر چاہئے کب آپ کو۔۔۔؟"

"ذرا جلدی ہے محض اسی کی کتابت کے لئے لکھنؤ آیا ہوں اور آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ پردیس میں زیادہ ٹھہرنا کس قدر جیب پر بھاری گزریگا۔"

"مگر میں تو جلدی آپ کا کام نہ کر سکونگا۔ دفتر کا ملازم ہوں پھر اور بھی باہر کے کام پہلے سے ہاتھ میں ہیں۔۔۔"

"تو اپنے ذریعہ سے کسی اور سے لکھوا دیجئے۔۔۔"

"یہ ممکن ہے۔۔۔"

"میں نے سنا ہے کچھ عورتیں بھی یہاں کتابت کرتی ہیں۔۔۔"

"آپ نے صحیح سنا ہے اور میں ایک عورت ہی سے کتابت کرا دونگا۔"

"ٹھیک ہے آپ کسی سے کرائیں میرا مطلب بس اتنا ہے کہ ذرا جلد

اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں عورتیں ذمہ داری کو شدت سے محسوس کرتی ہیں۔"

"پھر میں تو ایسی عورت سے ثابت کرا دوں گا جو میرے قابو کی ہے مگر نگرانی میں انتہائی ذمہ داری سے کام کرے گی۔۔۔۔"

"بس میں یہی چاہتا ہوں۔ اجرت کی آپ کوئی فکر نہ کریں جو مانگے گا وہ دوں گا۔ ویسے یہ پچاس روپے پیشگی رکھ لیجئے۔۔۔؟"

ممتاز کے منہ میں پانی بھر آیا ایسے نگڑے اسامی شہر میں کہاں نصیب اور اسے ان دنوں ایسے ہی نگڑے اسامیوں کی ضرورت تھی۔۔۔ اس کی طیبہ روز نت نئی فرمائشیں کر رہی ہے۔۔ ویسے اس کے باپ نے تو ٹکا سا جواب دیدیا تھا۔

محترم

حیرت ہے آپ نے اپنے سن و سال اور ذمہ داریوں کو بالکل نظر انداز فرما دیا اور مجھے طیبہ کے لئے پیغام دیا ہے اس سلسلے میں پہلے بھی آپ کے اقدام کا چرچا ہو چکا ہے مگر آپ اپنی سرشت سے مجبور ہیں۔ میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ اس خیال سے باز آئیے اپنے فرائض کو انجام دینے کی کوشش کیجئے اور طیبہ کے بارے میں یہ سمجھ لیجئے کہ وہ عنقریب اپنے بھائی کے پاس کراچی بھیجدی جائے گی اور اس کا انتظام وہیں ہوگا۔۔۔۔"

مگر ممتاز کی امیدیں بدستور قائم تھیں۔ طیبہ نے اسکو بتا دیا تھا۔

"میرے ابا تو بھلے مزاج کے آدمی ہیں۔۔۔"

"ہو سکتے ہیں کسی غصہ میں جو ایسا جواب لکھ بیٹھے۔"

"آپ اپنا جی کیوں برا کرتے ہیں میں تو آپ کی ہوں۔"

اور وہ اسے اپنی سمجھ رہا تھا۔ اس پر تن من دھن نچھاور کر دینا چاہ رہا تھا۔ اس نے ایک اجنبی کو اپنے لئے فرشتہ رحمت پا کر سوال کیا۔

"کیا یہ آپکی تصنیف ہے۔۔۔؟"

"جی ہاں۔"

"جناب کو علم نجوم میں کمال حاصل ہے۔۔۔؟"

"کمال تو بس خدا کی ذات کے لئے مخصوص ہے۔ یوں سمجھئے کہ ساری عمر اسی کو حاصل کرنے میں گزری ہے اس لئے کچھ شد بد ضرور ہے۔"

"پھر تو آپ میرے مسیحا ثابت ہو سکتے ہیں۔۔۔۔"

"فرمائیے اگر میں آپ کی خدمت کر سکتا ہوں تو ضرور کرونگا۔"

"آئیے کینٹین میں بیٹھ کر آپکو اپنی داستان سناؤں۔۔۔" ممتاز اجنبی نجومی کو لئے ہوئے دفتر کے ریسٹورنٹ میں آگیا۔ سناٹا تھا۔ وہ کونے والی میز پر بیٹھ کر چپکے چپکے اپنا سارا حال بتانے لگا۔

"بھلا یہ بھی کوئی بات ہے۔۔۔ اس کام میں تو اللہ نے مجھے مہارت دی ہے۔ چٹکی بجاتے میں ایسا کر دوں گا کہ صاحبزادی بھی آپ کے قدموں میں ہونگی اور ابا جان بھی آپ کا گن گائیں گے بس ذرا بجلی آپکا ساتھ دے۔۔"

"میں یہ احسان عمر بھر نہ بھولوں گا آپکا۔۔۔" ممتاز نے اسکے قدم پکڑ لئے۔

"ارے آپ کیا کرتے ہیں آدمی کے کام آنا تو آدمی کا فرض ہے۔ لیکن تنہا کسی طرح ان محترمہ کو دور سے ہی سہی ایک نظر مجھے دکھا دیجئے تاکہ میں کچھ پڑھ کر

طرف پھینک سکوں۔ وہ بالکل محسوس نہ کر سکیں گی آپ مطمئن رہیں۔"

"یہ تو اس وقت بھی ممکن ہے۔ ممتاز مارے خوشی کے دیوانہ ہو گیا۔۔۔ آج وہ میرے ساتھ منگنی شو میں سینما جانے والی ہیں۔ یہیں "جے ہند" میں بھی قریب ہی ہے میں ابھی جا کر آپ کی سیٹ بھی بک کرائے لیتا ہوں اور ہال میں آپ اطمینان سے انہیں بے نقاب بھی دیکھ سکیں گے اور جو چاہیں گے پڑھ کر پھونک بھی سکیں گے۔۔۔"

"بہتر ہے تو پھر جلدی کیجیے میرا مطلب ہے کہ سیٹ ادھر ادھر کی نہ ملے بس بالکل آپ لوگوں کے قریب ہی ہو تاکہ مجھے اپنا کام کرنے میں آسانی رہے۔"

"جی ہاں۔ جی ہاں۔ ایسا ہی ہوگا۔۔۔ آپ بس تکلیف کر کے جے ہند آ جائیے میں سارا انتظام کر کے رکھوں گا اور آپ کو گیٹ ہی پر مل جاؤں گا۔"

ممتاز دیوانوں کی طرح جیتا باڈ انداز میں بولا اور جے ہند کی طرف بھاگا۔

جب سے اسے طیبہ نے شکار کیا تھا وہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا تھا۔ آدمی چونکہ دفتر کا پرانا تھا اور پھر اس کے ساتھیوں کو یہ بھی معلوم تھا کہ وہ ان دنوں کس بلا میں مبتلا ہو گیا ہے اس لئے کسی طرح کی اس پر آنچ نہیں آ رہی تھی اور نوکری بھی چل رہی تھی۔۔۔

مگر وہ ضرور اس کی حالت پر ہنس رہا تھا۔ اس نے لکھنؤ پہنچتے ہی سارا حال معلوم کر لیا تھا۔ سی۔ آئی۔ ڈی۔ تو بڑی دور کی کوڑی لاتے ہیں اور وہ بھی سی۔ آئی۔ ڈی کا انسپکٹر تھا۔ زمین کھود کر راز معلوم کرنے والا۔ اسے نہ جانے کیسے سب کچھ معلوم ہو گیا تھا۔ اور اس نے کتابت کرانے کا بہانہ صرف اس لئے

بنا رکھا تھا کہ ممتاز سے مراسم بڑھیں اور طیبہ تک پہنچنے میں آسانی پیدا ہو جائے۔

لکھنؤ پہنچ کر سنتوشی نہیں معلوم ہو رہا تھا اس نے بالکل بھیس بدل لیا تھا اور نام بھی قمر الدین بتاتا تھا۔ شیروانی ٹوپی ڈھیلی مہری کا پاجامہ اور اٹھتے بیٹھتے علم نجوم پر گفتگو۔ اسے معلوم تھا کہ عورتیں آج بھی اس فن پر ایمان رکھتی تھیں اور یہ جال پھیلا کر انہیں بآسانی قبضہ میں کیا جا سکتا ہے۔

وہ وقت سے کچھ پہلے ہی 'جے ہند' پہنچ گیا۔ ممتاز باہر اس کا منتظر تھا دیکھتے ہی چیخا۔

"آپ آ گئے۔۔؟"

"کیسے نہ آتا وعدہ جو کر لیا تھا اور آپ جانتے ہیں ہم لوگ زبان کے تو پابند ہوتے ہیں۔۔۔"

"بیشک بیشک۔۔۔ میں نے بھی صاحب رشوت دے کر ایسی سیٹ آپ کے لئے لی ہے کہ آپ پھڑک اٹھیں گے۔ میرا مطلب ہے کہ پہلے میری سیٹ ہے اس کے بعد ان محترمہ کی اور ان کے بعد آپ کی۔"

"پھر تو سمجھئے آپ کا کام ہو گیا۔ وہ تو تماشہ دیکھنے میں مشغول رہیں گی۔ اور میں اپنا وظیفہ پڑھ پڑھ کر ان پر دم کرتا رہوں گا۔"

"اسی لئے تو میں نے اتنی کوشش کی ہے۔۔۔"

"مگر آپ تو اکیلے کھڑے ہیں وہ محترمہ کہاں ہیں۔۔۔؟"

"آ گئیں۔ میں نے انہیں ریسٹورنٹ میں بٹھا دیا ہے۔ یہ بھی تو نہیں چاہتا تھا کہ ان کو خبر ہو جائے کہ آپ سے مجھ سے کبھی ہوئی ہے۔۔۔"

"ہاں یہ تو انکو معلوم ہی نہ ہونے دیجئے ورنہ وہ جو کہ تار رہیں گی اور جو کچھ میں کرنا چاہتا ہوں وہ کر نہ پاؤں گا۔"

"اچھا تو آپ اپنا ٹکٹ رکھئے ہال میں آ جائیے گا میں چلا۔۔۔"

"ہاں ہاں آپ جائیے۔۔۔" سنتوشی نے ممتاز کو رخصت کر کے بجھتی ہوئی سگریٹ سے دوسری سگریٹ جلائی اور سوچنے لگا منزل بہت قریب آ گئی تھی۔۔۔ وامو نے جو کچھ بتایا تھا اور نشاط کا جیسا کچھ بیان تھا اس سے یہ بات تو کھل گئی تھی کہ تینوں کا سب کچھ کیا دھرا ہے اور اس کی کوئی داشتہ اس میں شامل ہے لیکن ثبوت فراہم ہونے تک کچھ کہہ نہیں سکتا ابھی تو خیال تھا۔۔۔ سنتوشی ثبوت ہی فراہم کرنے یہاں تک آیا تھا۔۔۔ سینما کی گھنٹی بجی لوگ ہال میں جانے لگے اور وہ بھی اندر گیا گیٹ کیپر نے اس کے ٹکٹ پر ٹارچ کی روشنی ڈال کر سیٹ نمبر دیکھا اور پھر اسے لئے ہوئے طیبہ کے بغل کی کرسی تک چلا آیا۔۔۔

"بیٹھئے یہ ہے آپ کی جگہ۔۔۔"

اور طیبہ نے کنکھیوں سے دیکھا۔۔۔ صورت سے خوشحال اور جوان نظر آ رہا تھا۔ اس کے منہ میں پانی بھر آیا اور اس نے جان کر اپنا ہاتھ اس انداز سے کرسی کے ہتھے پر رکھا کہ بغل کے بیٹھنے والے سے مس ہو گئے۔۔۔ تماشہ شروع ہو چکا تھا ممتاز اسے دیکھنے میں محو تھا اور طیبہ کا ہاتھ سنتوشی کے ہاتھ میں تھا جسے وہ اس طرح ہولے ہولے سہلا رہا تھا جیسے کوئی اپنے پالتو جانور کی پیٹھ سہلاتا ہے۔۔۔

انٹرول میں جان کر طیبہ نے ممتاز سے کہا۔۔۔

"بھئی پیاس لگ رہی ہے۔۔۔!"

"آنے دو بیرا کو اورنج منگواتا ہوں تمہارے لئے۔۔۔"

"توبہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے جیسے آپ کے پیروں میں مہندی لگی ہوئی ہے ذرا خود ہی چلے جائیے گا لانے تو کیا ہو جائے گا۔۔۔؟"

اگر تمہاری خوشی ہے تو میں خود ہی چلا جاتا ہوں۔۔۔ ممتاز جو اس کا بندۂ بے دام تھا فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔ طیبہ نے سوچا کہیں ایسا نہ ہو یہ آرڈر دے کے الٹے پیروں واپس ہو جائیں۔۔۔ اور میرا سوچا کام نہ آئے؟ لہٰذا وہ برجستہ بولی۔

"اب ایسا نہ کیجئے گا کہ اپنی بلا دوسرے کے سر ڈال آئیے گا۔ اور وہ اورنج نہ لائیے گا۔ اپنے سامنے تازہ گنے کا رس نکلوا کر لائیے گا میرے لئے۔"

"بہتر ہے۔۔۔" ممتاز نے قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔۔۔ اور اس نے اطمینان کی سانس لی۔ طیبہ کو یقین ہو گیا کہ اب وہ فوراً واپس نہیں ہو سکتا ہے۔ اس نے جالی نقاب کو ذرا سا سرکا کر مسکراتے ہوئے بڑے لگاوٹ کے انداز میں سنتوشی کی طرف دیکھا۔۔۔

"کیا میں آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں۔۔۔؟" اس نے اشارہ پاکر چھیڑا۔

"کیا کیجئے گا نام جان کے سینما سے نکلنے کے بعد یاد بھی نہ رکھئے گا مجھے۔۔۔!"

"اگر آپ کا خیال درست ہوتا تو پھر مجھے آپ کا نام جاننے کی ضرورت کیوں محسوس ہوتی۔۔۔!"

"مردوں کو تو جوان عورتوں سے لطف لینے کی عادت ہی ہوتی ہے یہ تو کچھ عورتیں ہی ہیں جو ایک نظر میں اپنا دم دے بیٹھتی ہیں اور کسی کو بھلائے نہیں بھولتی ہیں...."

"تو کیا میں یہ سمجھوں کہ آپ نے بھی مجھے ایک نظر میں ذرہ سے آفتاب بنا دیا ہے...؟"

"یہ تو آپ کو اسی وقت سمجھ لینا چاہیئے تھا جس وقت میں نے آپ سے بات کی..."

"مگر یہ تو بہت مختصر بات ہوئی... جی چاہتا ہے ہم آپ کچھ دیر کھل کر باتیں کرتے....!"

"کل سرِ شام چوک کوتوالی کے سامنے میرا انتظار کیجئے گا...."

"بہتر ہے...."

ان دونوں کی گفتگو ختم ہی ہوئی تھی کہ ممتاز ہال میں گنّے کا رس لئے ہوئے آ گیا۔ اس کا جی تو چاہ رہا تھا کہ اپنے اُن نئے نجومی... کی بھی خاطر کرے جنہوں نے اس کی محبوبہ پر سحر کرنے کے لئے یہاں تک آنا گوارا کر لیا ہے لیکن وہ راز کو راز رکھنا چاہتا... اور طیبہ کو یہ بتانا نہیں چاہتا تھا کہ اُس کے بھیس میں جو نووارد چھپا ہے وہ جانا پہچانا ہے۔ ممتاز نے سنتوشی کی طرف کنکھیوں سے دیکھا مگر وہ اللہ کا نیک بندہ اپنا کام پورا کر کے اس طرح اسکرین پر نظریں جمائے تھا جیسے اس کے اغل بغل کیا ہے وہ جانتا ہی نہیں ہے۔ تماشہ پھر شروع ہو گیا.... لوگوں کی توجہ پردہ فلم پر سمٹ آئی۔ مگر وہ

آنکھیں بند کئے کسی اور کھیل کے خیال میں گم رہا۔ سینما سے نکل کر بھی وہ اپنی یکسوئی میں فرق نہ لا سکا۔ اسے منزل کچھ قریب آتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ اور وہ صبح نو کے تصور میں رات بھر جاگتا رہا.... دن بھی اُس نے بڑی بے چینی سے کاٹا.... اور سورج ڈوبتے ہی چوک کوتوالی کے سامنے سراپا انتظار بنا آ کھڑا ہوا....

"مجھے آنے میں دیر تو نہیں ہوگی...؟" ایک نسوانی آواز نے اسے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

"آپ آ گئیں...؟" سنتوشی چونک پڑا۔

"بھلا کیسے نہ آتی زبان جو دی تھی...؟"

"مگر میں نے تو سنا ہے کہ زبان مردوں کی ایک ہوا کرتی ہے۔"

"کبھی ہوتی ہوگی اب تو یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ مردوں کو اپنی زبان کا پاس بھی نہیں رہا ہے...."

"ممکن ہے ایسا ہوا ہو، عورتوں کے منہ میں اب مردوں کی زبان آ گئی ہو..."

"ہو سکتا ہے...." طیبہ شرما گئی...

"اچھا اب پروگرام بتائیے...؟"

"پہلے یہاں سے چلئے پھر باتیں کیجئے...." طیبہ اپنے علاقہ سے ذرا دور ہو جانا چاہتی تھی.... ویسے وہ چھپ چھپ کر تیر چلانے میں ماہر تھی پھر بھی احتیاط سے کام لینا ضروری سمجھتی تھی۔

"مگر چلا کہاں جائے...." سنتوشی نے رکشہ کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا....

"سکندر باغ چلئے...."

اور وہ دونوں پہلو بہ پہلو ایک رکشہ میں بیٹھ گئے... سکندر باغ جانے کا رکشہ والے کو حکم ہوا اور اس کے فولادی پیر پائڈل پر تیزی سے حرکت کرنے لگے.... شام ہو چکی تھی۔ ہوا کے نرم و نازک جھونکے دلوں کی دنیا میں گدگدی لگا رہے تھے اور ان دونوں کے جوان جسم بار بار رکشہ کے اتار چڑھاؤ سے آپس میں ٹکرا رہے تھے۔

سکندر باغ کے قریب پہنچ کر رکشہ چھوڑ دیا گیا۔ اور روش پر حسن روڈ کی طرف وہ دونوں خراماں خراماں چلنے لگے۔ اب طیبہ نے برقعہ کی نقاب پوری طرح الٹ دی تھی اس کا ملیح چہرہ سڑک کے برقی قمقموں کے ہجوم میں نکھر گیا تھا۔ اس کی مدھ بھری آنکھیں چمک رہی تھیں اور پتلے پتلے گلابی ہونٹوں پر مسکراہٹ ناچ رہی تھی...

"مجھے حیرت ہے کہ گلشن کی زینت بنانے والے پھول کو اب تک کسی نے پابند کیوں نہیں کیا...؟" سنتوشی نے گفتگو کا سلسلہ شروع کیا۔

"مرد ہرجائی ہوتے ہیں وہ ایک پھول کو زیادہ دنوں گلے کا ہار نہیں بنا سکتے...." طیبہ نے حصہ لیا۔

"معلوم ہوتا ہے آپ کو بڑے تلخ تجربے ہوئے ہیں..."

"اس میں کوئی شک نہیں....."

"لیکن کل جن صاحب کے ساتھ آپ سینما گئی تھیں وہ تو آپ کے سچے پرستار معلوم ہوتے ہیں..."

"چھوڑیئے بھی کس کا ذکر لے بیٹھے آپ وہ بھی کوئی آدمی ہیں۔ طیبہ ہنسنے لگی۔ مجھے تو شرم آتی ہے ان کے ساتھ نکلتے.... باپ بیٹی کا فرق ہے مگر کروں کیا۔ دودھ ملی گائے کی دو لات بھی بھلی...."

"مگر آپ کو تو اپنے ہم سن بھی مل سکتے تھے..." سنتوشی نے خیال ظاہر کیا۔

"ان کا بھی تجربہ کر چکی ہوں۔ کیا کہوں آپ سے میں کتنی دکھی ہوں"

طیبہ کے چہرے کا رنگ اچانک بدل گیا معلوم ہوا جیسے چمکتے ہوئے چاند پر گھٹا چھا گئی..."

"آپ اداس ہو گئے... اللہ کے یہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ مجھے دل کا حال بتائیے ممکن ہے میں کچھ کام آ سکوں آپ کے..."

"امید تو بہت کچھ قائم کی ہے آپ سے اور صورت سے یہی سمجھا ہے کہ آپ میرے لئے مسیحا ثابت ہوں گے۔ مگر..."

طیبہ بولتے بولتے رک گئی..."

"آپ خاموش کیوں ہو گئیں۔ آپ نے جو کچھ مجھے سمجھا ہے انشاء اللہ میں اس سے کچھ زیادہ ہی ثابت ہو کر رہوں گا۔ لیکن ذرا ایک بات کا خیال رکھئے گا..."

"کہئے کہئے...." وہ بےچین ہو گئی...."

"میرا مطلب ہے کہ میرے اعتماد کو ٹھیس نہ لگا دیگا۔ میں نے سنا ہے عورتیں بڑی بے وفا ہوتی ہیں...."

"ہوتی ہونگی لیکن میں اپنے بارے میں اتنا کہہ سکتی ہوں کہ وفاداری میری فطرت میں داخل ہے...."

"کاش ایسا ہی ہو...." اس نے طیبہ کے مرمری ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لیکر سہلانا شروع کر دیا۔ رات ہو چکی تھی.... وہ دونوں دریا کنارے ایک سنسان جگہ پر بیٹھ گئے.... اور ایک نے دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالدیں۔

"خدا کرے تم میرے لئے کبھی بے وفا ثابت نہ ہو...." سنتوشی نے چھیڑا۔

"یہ تو وقت ہی بتائے گا۔" طیبہ بولی۔

"کبھی کبھی تجربہ کار ساتھی بھی بتا دیتے ہیں دہلی میں میرا ایک دوست ہے متین اس کا تو کہنا ہے کہ عورتوں کی آنکھوں میں تل نہیں ہوتا وہ آگ لگانا تو جانتی ہیں آگ بجھانا نہیں...."

"کیا آپ متین کو جانتے ہیں...؟"

"کیوں نہ جانوں گا وہ بڑا یار باش ہے...."

"صرف اتنا ہی نہیں۔ وہ جھوٹا، مکار، اور پکا چار سو بیس بھی ہے۔"

"ہاں۔ ہاں" سنتوشی نے اُس کے مُنہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ "ایسا نہ کہو وہ میرا بہت عزیز دوست۔"

"لیکن یہ بھی خبر ہے آپ کو وہ دوستی کے پردے میں سب کے ساتھ دشمنی کرتا ہے.... مجھے تباہ کرنے والی ذات اسی کی ہے۔ جو اپنے محسن کا نہ ہوا وہ

بھلا کسی اور کا کیا ہو سکتا ہے...؟"

"تو تم اس کی محسن ہو....؟"

"میں نے تو خیر جو کچھ اُس کے ساتھ کیا وہ کیا ہی میرا مطلب ہے کہ جس کی بدولت وہ آج راج کر رہا ہے ان کا کب ہوا...؟"

"شاید تمہاری مراد نسیم صاحب سے ہے...."

"جی ہاں انھوں نے اسے بیٹا بنا کر آج اس منزل پر پہنچا دیا کہ وہ رئیس اعظم بنا پھر رہا ہے۔ مگر اس نے ان کے احسان کا بدلا یہ دیا کہ بے موت غریب کو مار ڈالا...."

"تعجب ہے تم کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو۔ ان کو مارنے کا سبب تو ان کی منہ بولی بیٹی نشاط ہے...."

"غلط بالکل غلط...." طیبہ غصہ سے پاگل ہو گئی۔ وہ سچ مچ متین کو چاہتی تھی۔ اس کی بھرپور جوانی دیکھ کر وہ مچل گئی تھی۔ اور اپنے تنگ و تاریک ماحول کے کارن یہ نہ سمجھ سکی تھی کہ انگاروں سے کھیلنے والے ہمیشہ جل جایا کرتے ہیں۔ اس نے بیتابانہ شعلوں کو پکڑ لیا۔ اور پھر اس کا تن من اس طرح جل اٹھا تھا کہ وہ پانی کی تلاش میں ادھر ادھر بھٹکنے لگی تھی.... اور دھوبی کا کتا ہو کر رہ گئی تھی جو نہ گھر کا تھا نہ گھاٹ کا.... اس کے اندر جذبہ نفرت بھڑک اٹھا تھا۔ وہ اب اس سے انتقام لینا چاہتی تھی اور عورت جب انتقام لینے پر آتی ہے تو پاگل ہو جاتی ہے.... وہ بھی پاگل ہو گئی تھی۔ سنتوشی نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھانا چاہا اور تاک کر نشانہ لگایا۔

"صرف غلط اور بالکل غلط کہہ دینے سے بے گناہ کو گناہ گار نہیں ثابت کیا جا سکتا ہے... گواہ کی بھی ضرورت پڑتی ہے..."

"مجھ سے بڑھ کر کون گواہ ہو سکتا ہے..." وہ بیتاب ہو گئی... "میں تو رائی سے رتی تک کا حال جانتی ہوں۔"

"مگر اس کا ثبوت تمہارے پاس کیا ہے کہ اُس نے نسیم صاحب کو بے موت مارا ہے...؟"

"اس سے بڑھ کر ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ میں اس کام میں اس کی شریک تھی..."

"کس کام میں...؟" سنتوشی جنا...

"میرا مطلب ہے کہ ان کی زندگی کا چراغ بجھانے کے سلسلے میں۔ بلکہ سچ پوچھئے تو اس کے کہنے میں آ کر ایک معصوم انسان کو قتل کرنے میں، میں آگے آگے تھی۔"

"تو یوں کہو تم بھی قاتل ہو...؟"

"عورت محبت میں اندھی ہو جاتی ہے اور میں اندھی ہو گئی تھی... کاش مجھے معلوم ہوتا کہ وہ اس نیکی کا پھل مجھے ٹھکرا کر دے گا... خیر کوئی بات نہیں ہے نسوانی محبت کی طرح نسوانی عداوت بھی بڑی سخت ہوتی ہے... یقین کیجئے جن کی موت میرے ہاتھوں سے لکھی ہوئی ہے...؟"

"تم تو بہت پہنچی ہوئی ہو..." سنتوشی نے اسے اپنی طرف کھینچا۔ اور جھکے سے اپنے گرم گرم ہونٹ اس کے دہکتے ہوئے لبوں پر رکھ دیے... شاید بہت دنوں سے جوان مرد کی باہیں ڈھونڈ رہی تھی... ممتاز کے پاس جوانی نہیں

تھی وہ ہوس کے نشے میں ایک نوخیز کلی کو پارہ پارہ تو کر سکتا تھا لیکن آسودہ نہیں... اسی لئے تو وہ پیاسی عورت ہونٹ سے ہونٹ ملتے ہی بے چین ہو گئی اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

"کسی ہوٹل میں چلئے..."

"کیوں...؟" سنتوشی جان کر بیوقوف بن گیا۔

"کیا یہ بھی بتانا ہو گا...؟" وہ مسکرائی۔

"ضرور..."

"تو سنئے انگلیاں تو پکڑ چکے اب پہنچا پکڑ لیجئے..." وہ گھاٹ گھاٹ کا پانی پی کر منہ پھٹ اور بیباک ہو گئی تھی۔

"بڑی شوخ ہو..." سنتوشی کھڑا ہو کر اُس کے نرم نرم گالوں پر ہلکی سی چپت رسید کرتا ہوا بولا۔

"جن کو گھر کے قید خانے میں بند رکھ کر سنجیدہ بنا دیا جاتا ہے وہ جب چھپ چوری گل کھلانے نکلتی ہیں تو شوخ بن ہی جاتی ہیں..."

"اور تم بھی گھر کے قید خانے میں قید تھیں...؟"

"تھی کیا... یوں کہئے کہ آج بھی ہوں... ذرا سا گھر میں اونچی آواز سے بول اٹھتی ہوں تو بے حیائی کا فتویٰ مل جاتا ہے چچا زاد ماموں زاد اور خالہ زاد بھائیوں سے ہنس کر بات کر لیتی ہوں تو اپنے پرائے گھورنے لگتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یہ بزرگ سمجھتے ہیں کہ ہم جوان لڑکیوں کے پہلو میں دل ہے ہی نہیں..." وہ بولتی ہوئی سنتوشی کے ساتھ ساتھ چلنے لگی...

رات بھیگ رہی تھی۔۔۔ چاروں طرف سناٹا چھاتا جا رہا تھا۔ اور وہ دونوں شاید کسی ایسے ہوٹل کی تلاش میں جا رہے تھے۔۔۔ جہاں کوئی نئی بات محسوس کی جائے۔۔۔ جہاں ایسے دھندے روز ہوتے ہوں اور جہاں کسی مرد و عورت کے مل کر آنے کا اور ایک کمرا مانگنے کا مطلب خوب سمجھا جاتا ہو۔

لطیفہ کنکھیوں سے سنتوشی کے داہنے ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی کو بار بار دیکھ رہی تھی۔ چہرے کی چمک اس کی آنکھوں میں بھی چمک پیدا کر رہی تھی۔۔۔ آخر اس سے ضبط نہ ہو سکا اور بول ہی اٹھی۔

"بھئی۔ مجھے اپنی کوئی نشانی دیجئے۔۔۔"

"میں تو تمہیں دل ہی دے دیا ہے۔۔۔ اور دل سے بڑھ کر نشانی کیا ہو سکتی ہے۔۔۔" سنتوشی نے دامن بچایا۔

"یہ تو ہمارے آپ کے درمیان کی نشانی ہے۔۔۔ اسے کون دیکھے گا۔ میں تو ایسی نشانی چاہتی ہوں جسے سب دیکھیں اور ہماری قسمت پر رشک کریں۔۔۔ ہمیں نہ جانے کیوں دوسروں کو چھیڑنے میں مزا آتا ہے۔"

"تو پھر تم جو نشانی مانگو وہ میں دینے کو تیار ہوں۔۔۔"

"مجھے اپنی یہ انگوٹھی دے دیجئے۔۔۔"

"لیجئے۔ بس اتنی بات کچھ اور فرمایئے۔۔۔" سنتوشی نے فوراً انگوٹھی اتار کر لطیفہ کی انگلی میں ڈال دی۔

"ابھی تو اتنا ہی عرض کروں گی۔۔۔"

"عرض نہ کہئے۔۔۔ بلکہ حکم۔"

"بڑے آئے میرا حکم ماننے والے۔۔۔" وہ اٹھلائی۔

"بڑا نہ سہی چھوٹا ہی سہی لیکن ہوں ضرور آپ کا حکم ماننے والا۔۔۔"

"سب کہنے کی باتیں ہیں۔ جب یہاں سے سامان سفر باندھ لیجئے گا تو پھر یاد بھی نہ رکھئے گا۔ کہ کچھ لوگوں سے کبھی صاحب سلامت رہی تھی۔"

"مگر میں اکیلے سامان سفر باندھوں گا کب۔۔۔؟"

"پھر کسے ساتھ لیجئے گا۔۔۔؟"

"آپ کو۔۔۔" وہ سنتوشی کا یہ جواب سن کر کچھ شرما گئی۔۔۔ اور مسکراتی ہوئی بولی۔

"اور اگر میں آپ کا ساتھ نہ دوں تو۔۔۔؟"

"میری زندگی خاک میں مل جائے گی۔ اور مجھے تمہاری وفا پرست طبیعت سے یہ امید نہیں کہ تم کسی کی زندگی تباہ کرو گی۔"

اس نے دکھتی ہوئی رگ پر ہاتھ رکھ دیا اور نفسیاتی اعتبار سے حملہ کر دیا تھا۔

"حقیقت تو یہی ہے۔ میں سچ مچ کسی کی زندگی برباد کرنا نہیں چاہتی۔ مگر تم سے ضرور انتقام لینا چاہتی ہو۔۔۔"

"میں تمہاری یہ تمنا پوری کر کے رہوں گا۔۔۔ لیکن ایک شرط ہے۔۔۔"

"کیسی شرط۔۔۔؟"

"میرا مطلب ہے کہ میں اپنے دوست سے تو اس وقت بگاڑوں جب مجھے یہ یقین ہو جائے کہ تم میرا ہمیشہ ساتھ دو گی۔۔۔؟"

"اگر آپ مجھے گلے کا ہار بنائیں گے تو مرتے مرتے دل کا کنول کھلا ہوا رہیگا۔"

"کاش ایسا ہی ہو..." سنتوشی نے ایک ٹھنڈی آہ کھینچتے ہوئے کہا۔ اور
ایک ہوٹل میں داخل ہو گیا

"مجھے کمرہ چاہیے...."

"مل جائیگا...."

"مگر سارے سامان کے بغیر ٹھگ ہوگیا ہوں بالکل بے سرو سامان ہوں۔"

"اسکی آپ فکر نہ کریں البتہ ایڈوانس پے منٹ کر دیں۔"

"بڑی خوشی سے..." سنتوشی نے جیب سے پرس نکال کر نوٹوں کو گننا شروع کر دیا۔ اور بغل میں کھڑی ہوئی طلیبہ کے منہ میں پانی بھرنے لگا.... وہ پیسہ کی شدت سے مجبور تھی۔ اس کی تمنائیں بہت بڑھی ہوئی تھیں وہ جہالت کے کارن اپنی بساط کے موافق چادر سے پاؤں پھیلانے کی عادی نہیں تھی۔ اسے تو خوشحال گھرانوں کی عورتوں کو دیکھ دیکھ کر ان کے قدم بقدم چلنے کا خیال پیدا ہو گیا۔ اور اس خیال نے اسے اپنے جسم کے بیچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ پھر جسم کے سوا اس کے پاس کوئی دوسری چیز بیچنے کو تھی بھی تو نہیں۔۔؟" بے پردہ کی شدت کی وجہ سے اسکول میں داخل نہ ہونے دیا گیا۔ اور ماں باپ کے پاس اتنا تھا نہیں کہ ان کے ذریعہ سے اپنی آرزوئیں پوری کر سکے.... پھر وہ اپنے حسن شباب کی تجارت کرنے کے علاوہ کوئی اور دھندہ کرتی تو کیونکر...؟

سنتوشی ایڈوانس پےمنٹ کر کے بیرا کے ساتھ کرائے پر لیے ہوئے کمرے کی طرف بڑھا۔ اور طلیبہ اس کے ساتھ ہو گئی....

"پسند آئی یہ جگہ....؟" وہ کمرے میں داخل ہو کر اسکی آنکھوں میں آنکھیں

ڈال کر مسکرایا۔

"بہت مناسب ہے...." طلیبہ نے برجستہ جواب دیا... بیرا مسکراتے ہوئے باہر نکل گیا اور پھر کمرے کا دروازہ بند ہو گیا.... روشنی گل کر دی گئی۔ اور رات کی تاریکی میں دو سائے ایک دوسرے میں سما گئے... مدغم ہوتے گئے
مدغم

(۲۰)

"اور حمید کی آج مدتوں کے بعد اپنے سائے سے مدغم ہونے کو جی چاہ رہا تھا نشاط اس کا سایہ تھا تو تھی نصف بہتر شریک زندگی....
اس کے دل کی رفتار تیز ہو گئی تھی۔ سانس زور زور سے چلنے لگی تھی اور آنکھوں کے سامنے ان گنت ارمان رقص کرنے لگے۔

وہ سوچ رہا تھا۔ نشاط مدتوں کے بعد اسے دیکھ کر خوشی سے پاگل ہو جائے گی نسیم صاحب آئے ہیں۔ لاکر خوشی کے آنسو بہانے لگیں گے۔
اور گھر کے ذرہ ذرہ خوشی کے ترانے الاپنے لگیں گے۔

کھوئی چیز کا مل جانا شادی مرگ سے کم نہیں ہوتا۔ اور وہ بھی تو گم شدہ گنجینہ ہے جو ایک بار پھر نظر آ کر دلوں کی دنیا میں تہلکہ مچا دے گا۔
وہ نشاط پر یقین رکھتا تھا اسے امید تھی کہ وہ اس کی منتظر نہیں ہوگی۔ جو

وہ نشاط پر یقین رکھتا تھا اسے امید تھی کہ وہ ٹھکرائی نہیں جائے گی بیوہ بنی کسی کی یاد کے سہارے مر مر کے جیے جا رہی ہو گی۔ اُسے اپنی آنکھوں پر اعتماد نہیں ہو گا۔ وہ سوچے گی جو مر چکا تھا وہ زندہ کیسے ہو گیا....؟ ضرور نگاہ سے نگاہ ملتے ہی چونک پڑے گی۔ اور کہہ اٹھے گی۔

"یہ حقیقت نہیں دھوکا ہے...."

اور پھر وہ بڑھ کر اس کی نرم نازک کلائیوں کو پکڑ کر کہے گا:

"اتنا جلدی بدل گئیں نشاط....؟"

"تم نے تو بیوہ کی رات مجھ سے کہا تھا کہ میں ہمیشہ تمہاری پجارن رہوں گی...."

"اور پجارن اپنے دیوتا کو بھولا نہیں کرتی...."

"تم مجھ اچھے بھلے انسان کو کیوں مارے ڈالتی ہو....؟"

"یہ ٹھیک ہے کہ میرے ساتھیوں نے مجھے مردہ ہی سمجھ لیا تھا... مگر جسے خدا رکھے اسے کون چکھے۔ اور میں بھی بچ گیا.... شاید یہ تمہاری محبت کی برکت ہے...."

اور وہ کھلکھلا کر ہنس پڑے گی.... ایک ساتھ بہت سے موتی بکھر جائیں گے.... کنکھیوں سے دیکھتی ہوئی کہے گی...."

"آخر ہوئے نا قائل میری محبت کے......؟"

"اگر قائل نہ ہوتا تو تمہارے قدموں میں آتا کیسے.... تمہارے ہی کارن تو میں نے اپنے کو بچائے رکھا ہے.... جانتا ہوں کہ اپنی شان

پاکستان میں لڑائی ہو رہی ہے.... اور میں فوجی آدمی ٹھہرا کہیں کوئی پہچان کر پھر نہ کسی محاذ پر پہنچا دے.... اور اب میں تمہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جانا چاہتا ہوں نشاط...."

"تمہیں اب جانے بھی نہ دوں گی میرے پریتم.... دنیا والے تمہیں مردہ کہہ چکے ہیں۔ تم کو دنیا سے لینا بھی کیا ہے تم تو میرے اور صرف میرے ہو۔ بس میرے لئے تمہیں زندہ رہنا چاہیئے...."

اور پھر دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر ناچنا شروع کر دیں گے۔ پریم و محبت کا والہانہ ناچ....

وہ ہواؤں میں اُڑنے لگا.... گھنٹوں کا راستہ منٹوں میں طے کرنے لگا۔ اور سب کی نگاہوں سے بچتا بچاتا نسیم صاحب کی کوٹھی میں داخل ہو گا۔

"کیا ہے تم کون ہو....؟" نین نے سوال کیا۔

اور ایک نئے آدمی کو دیکھ کر اُس کے جذبات بھڑک اٹھے وہ سوچنے لگا.... "یہ جوان مرد بے سبب تو نہیں رہ سکتا یہاں۔ ضرور دال میں کالا ہے۔ اور اُس نے سر سے پیر تک اُسے دیکھتے ہوئے لوٹنا چاہا۔

"بولتے کیوں نہیں منہ سے کس سے ملنا چاہتے ہو....؟" نین چیخا۔

"میں جن سے ملنا چاہتا تھا وہ نظر ہی نہیں آ رہے ہیں۔ شاید آپ نے یہ کوٹھی کرائے پر لی ہے...." حمید بولا۔

"دیکھئے نہیں میں اس کوٹھی کا مالک ہوں...." اُس کے تیور بگڑ گئے اور حمید کا شک یقین کی حدوں میں داخل ہونے لگا۔

"سچ کہتا ہے... اس نے سوچا... نشاط کو پانے والا اس کوٹھی کا
مالک ہی تو کہلانے لگا۔ جس کو مالک پر قبضہ ہو چکا وہ ہر شے کا مالک ہو سکتا
ہے۔ اور نشاط کے مالک ہونے میں کس کو شک ہو سکتا ہے... نسیم صاحب کی
انوکھی بیٹی......"

اس کا سر گھومنے لگا۔ آنکھوں کے نیچے اندھیرا آنے لگا۔ اور زمین
پیروں کے نیچے سے کھسکنے لگی۔ مگر وہ سنبھلا۔ ایک خیال پیدا ہوا....

"جو کچھ ہوا وہ تو ہونا ہی تھا... جب [illegible] ... کیسی ہوتی... پھر اس کی زندگی
کا کے نام پر نصیب ہو سکتی ہے۔ زمانہ بدل چکا ہے۔ ہر عورت اپنی
دکھ [illegible] سے لگائے تو نہیں رہ سکتی... اور نشاط کے لئے بھی یہ [illegible]
نہ تھا... ان حالات کا تقاضہ تھا... اور پھر اسے جنگ کے نام سے
نفرت پیدا ہونے لگی۔ آنکھوں میں [illegible] تیرنے لگے۔ مٹھیاں بھنچ گئیں۔
اور اس کے اندر کا چھپا ہوا انسان چیخنے لگا۔

"جنگ ایک لعنت ہے...." جنگ جیتے جی انسان کو مار ڈالتی
ہے اور جنگ کے کارن محبوب بچھڑ جاتے ہیں...." حمید کا بے اختیار
جی چاہا کہ وہ دنیا بھر کے جنگ کے پجاریوں کو قبر میں دھکیل دے اور سارے
عالم کو صرف ایک نعرہ لگانے پر مجبور کر دے۔

"ہم امن چاہتے ہیں امن...."

اور اسی وقت ڈرائنگ روم سے [illegible] کی جھنکار سنائی
دی۔ [illegible] لوری [illegible] جگا رہی تھی... حمید کے دماغ

پر پے در پے ہتھوڑے پڑنے لگے.... اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کی زندگی
اس کا مذاق اڑا رہی ہے اور ہنس ہنس کر کہہ رہی ہے۔

"تم نے یہ [illegible] برسوں کے بعد مر کر زندہ ہوئے ہو اور سمجھ رہے
ہو کہ تمہاری دنیا وہی ہو گی جو پہلے تھی.... جاؤ ہوش کے ناخن لو اور
جس طرح نئی زندگی تم نے پائی ہے اسی طرح نیا گھر بھی بساؤ۔ پرانی یادیں
بھول جانے ہی کے لئے ہوتی ہیں انہیں بھول جاؤ...."

وہ بیتاب ہو گیا اور [illegible] غیر ارادی طور پر پوچھ بیٹھا۔

"نسیم صاحب کہاں ہیں....؟"

"ان کو تو ان کی منہ بولی بیٹی نشاط نے قتل کر دیا...." [illegible] طرح
کا [illegible] سمجھتا تھا [illegible] بول اٹھا۔

"منہ بولی بیٹی۔۔؟" حمید کو حیرت ہوئی....

"تو کیا تم اسے ان کی حقیقی بیٹی سمجھتے تھے.... پاگل یہ تو سوچو ایسی اولاد
بھی کہیں اپنے ماں باپ کو مارا کرتی ہے۔ اس کو انہوں نے گود لیا تھا
اور جب اس کا شوہر جنگ میں مارا تو وہ ایک [illegible] کے ساتھ بھاگ گئی۔"

"بھاگ گئی۔ نشاط بھاگ گئی....؟" حمید دیوانوں کی طرح
چیخا......

"کیا تم سمجھتے ہو یہ اس سے ممکن نہیں تھا....؟ لو دیکھو...." تھیلے
سے وہی رسالہ نکال کر [illegible] نے اس کے آگے ڈال دیا جس میں کرنل [illegible]
اور نشاط کی ایک ساتھ تصویر شائع ہوئی تھی.... "اب تو یقین ہو گیا...؟"

عورتوں کا کوئی اعتبار نہیں ان کے قدم ہر وقت بہک سکتے ہیں۔ اور تم سمجھو اُس کے بھی قدم بہک گئے بچارے نسیم صاحب نے جب یہ صورت دیکھ کر اسے عاق کر دیا اور اپنی دولت سے محروم کر دیا تو وہ غصہ میں بھوکی شیرنی کی طرح ان کا خون چوس بیٹھی......"

"بس کیجئے۔ بس کیجئے.... حمید اب زیادہ سننے کی تاب نہیں لا سکتا تھا۔ بڑے بڑے قدم اٹھاتا ہوا بھاگا۔ اس کا چہرا پہلے سے ایسا روشن نہیں رہا تھا.. مصیبتوں کی مار نے آنکھوں کے گرد حلقہ ڈال دیئے تھے۔ داڑھی بڑھی ہوئی تھی۔ ناخن لمبے ہو گئے تھے اور بال گردن پر لہرا رہے تھے... وہ دیوانہ وار راجندرا پارک کی طرف بھاگا... کبھی اس طرف نشاط کے مرمریں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے جایا کرتا تھا... اس کے جوان جسم کا لمس محسوس کیا کرتا تھا۔ اس کی سانس کی بھینی بھینی خوشبو سے معطر ہوا کرتا تھا۔ اور اس کے ساتھ میٹھی میٹھی باتیں کیا کرتا تھا۔

لیکن آج وہ اکیلا پاگلوں کی طرح مارا مارا پھر رہا تھا۔ جنگ نے اس کا سب کچھ لوٹ لیا تھا۔ نشاط کے بعد اس کے لئے بس خدا کا نام تھا.... اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے....؟ اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ اس کی نشاط اس قدر گر سکے گی... اسے اب بھی یقین نہیں آ رہا تھا.. مگر ان نے تو تصویر سامنے رکھ دی تھی... حمید عجب الجھن میں مبتلا ہو گیا تھا... کبھی اس کا جی چاہتا وہ نشاط کو ڈھونڈ نکالے اور اُسے مع اُس کے محبوب کے گلا گھونٹ کر موت کے گھاٹ اتار دے اور

کبھی یہ خواہش پیدا ہوتی کہ اپنی جان دے کر معاملہ ختم کر دے۔ اس کی جان تو جا ہی چکی تھی... یہ تو زبردستی بچ گیا وہ۔ اور جو لوگ زبردستی جینے کی تمنا کرتے ہیں ان کا یہی انجام ہوا کرتا ہے۔

رات بھیگ رہی تھی.... وہ چلتے چلتے تھک کر ایک چائے خانے میں بیٹھ گیا آج اُسے فیصلہ کرنا تھا اہم فیصلہ....

اور ٹھیک اسی وقت تیز رفتار ٹرین کی پیچھے والی سیٹ پر نشاط اچھل پڑی اس کی چیخ نکل گئی تھی...... اُس نے دیکھا حمید زندہ و سلامت واپس آ گیا ہے اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہہ رہا ہے۔

"مجھے بھول گئیں نشاط....؟

میں مرا کب تھا زخمی ہو کر کھڈ میں گر پڑا تھا اور پکڑا گیا تھا یہ ایک لمبی کہانی ہے اطمینان سے سناؤں گا تمہیں.... اس وقت بس اتنا سمجھ لو کہ میں تم سے غافل نہیں رہا۔ مجبوریوں کی بنا پر براہ راست خط نہ بھیج سکا مگر دوسرے نام سے اپنی کہانیاں ضرور لکھ کر بھیجیں۔ وہ تھیں کہ تمہاری نظر سے گزرنے کے بعد تمہیں میری زندگی کا یقین دلا سکتی تھیں.... اور وہ تمہاری نظر سے ضرور گزری ہوں گی پھر بھی تم نے مجھے مردہ ہی سمجھا اور مجھ سے رشتہ محبت توڑ کر دوسرے سے پیار کا رشتہ قائم کر لیا... بڑی بے وفا ہو نشاط.... خیر جاؤ تمہیں دوسرے کی آغوش محبت میں رہنا نصیب ہو.... میں صرف تمہارے لئے آیا تھا... اب پھر واپس جا رہا ہوں محاذ جنگ میں اور ابکے سچ مچ کسی محاذ پر کام آجاؤں

گا..... مجھے اب جینے کی تمنا نہیں رہی ہے نشاط..... خدا حافظ.....

اس کی آنکھیں ساون بھادوں بن گئیں۔ وہ سسکیاں بھرنے لگی۔ اور اوپر کی سیٹ پر لیٹا ہوا خراٹے بھرنے والے کرن سنگھ کی آنکھ کھل گئی..... ڈبے کا [illegible] کوپے [illegible] دونوں منہ بولے بھائی بہن اکیلے تھے.....

"کیا ہوا.....؟" وہ گھبرا کر نیچے کود پڑا.....

"میں نے خواب دیکھا ہے..... وہ زندہ ہیں۔ مجھ سے ملنے آئے تھے۔ اور بدگمان ہو کر پھر جنگ میں چلے گئے..... [illegible] بھیا میں کیا کروں؟"

نشاط کی سسکیاں تیز ہو گئیں..... وہ چیخ چیخ کر رونے لگی..... صبح دہلی میں اس کے مقدر کی [illegible] تھی..... وہ کرن [illegible] کے ساتھ [illegible] ہونے جا رہی تھی۔

"ہوش میں آؤ نشاط بہن..... خواب کی باتوں پر یقین کرکے اپنے کو ہلکان کیا جاتا ہے....." کرن سنگھ پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

"یہ خواب جھوٹا نہیں ہو سکتا..... وہ سنبھلی..... [illegible] اب تک انھیں کوئی نہیں [illegible] سکتا۔ تمہارے رسالے کی [illegible] کہانیوں کو [illegible] پسند کیا تھا وہ ضرور ان ہی کی لکھی ہوئی تھیں..... ایسی باتیں وہ [illegible] لکھ سکتا تھا..... مجھے اُن سے ملا دو میرے بھیا..... ہاں" اس نے چاہا کہ کرن سنگھ کے قدموں کو چھو لے۔

"کیا کرتی ہو نشاط بہن..... میرے [illegible]..... اگر [illegible] تمہارے [illegible] زندہ ہیں تو میں ضرور انھیں تم سے ملا کر رہوں گا..... تم مجھ پر بھروسہ

کرو اور اپنے کو ہلکان نہ کرو....."

"مجھے تم پر بھروسہ ہے بھیا..... لیکن اپنی قسمت پر البتہ بھروسہ نہیں ہے۔"

"اپنی قسمت آپ بنائی جاتی ہے..... اور تم قسمت کے چکر میں نہ پڑو۔ میرا کہا مانو میری بہن۔" کرن سنگھ انتہائی شفقت سے اسے سمجھانے لگا۔

وہ سچ مچ بہن سمجھ کر نشاط سے بے پناہ محبت کرتا تھا۔ اس نے آج تک ہر قدم پر اس کا ساتھ دیا تھا۔ وہ اسے پریشان دیکھنا گوارا نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے جو کچھ کہا تھا بالکل سچ تھا..... وہ واقعی اس کی زندگی باغ و بہار دیکھنا چاہتا تھا۔ گاڑی نے ایک جھٹکے کے ساتھ لائن بدلی چال دھیمی ہوئی۔ اور ایک اسٹیشن پر وہ رک گئی کرن سنگھ دوڑ کر نیچے اترا۔

"کہاں چلے بھیا.....؟"

"تمہارے لئے کچھ پھل لینے....."

"نہیں بھیا [illegible] کی کیا ضرورت ہے میں کچھ نہیں کھاؤں گی۔"

"تمہیں کچھ نہ کچھ تو کھانا ہی پڑے گا۔" اور اس نے گاڑی سے اتر کر تھوڑا سا [illegible] خرید ہی لیا۔ "لو" پھر اندر آ کر نشاط کے سامنے ڈال دیا۔

"مجھ سے کچھ نہیں کھایا جائے گا بھیا۔ صبح ہی تو تمہارے ساتھ کھانا کھا کر گاڑی میں سوار ہوئی تھی۔"

"مگر اسے تو کافی دیر ہو گئی۔ کچھ نہ کچھ تو اب تمہیں کھانا ہی پڑے گا....." اس نے سنگترے کی قاشیں اس کی طرف بڑھا دیں۔

"بہت ضد کرتے ہو بھیا..... نشاط تنگ آ گئی اور مجبوراً اس کی خاطر سے

سگنل ترے کھانے لگی۔ ٹرین نے سیٹی دی۔ پلیٹ فارم سے رینگی۔ اور کرن سنگھ نے بڑی
اور پروائی برتھ پر جاتا ہوا بولا۔ "تو یوں کہو تمہارے پریم نے آخر مردے کو زندہ کر ہی دیا؟"

"میرا پریم امر ہے۔ اور جس کا پریم امر ہوتا ہے اس کا محبوب مرا نہیں کرتا۔"

"یہ تو سچ کہتی ہو۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ جذبات کی رو میں بہہ بھی جاتی ہو۔ جب
تمہیں اپنے پریم کے امر ہونے پر اتنا بھروسہ ہے کہ سمجھتی ہو محبوب مر نہیں سکتا۔ تو یہ
کیوں نہیں سوچتیں کہ وہ تم سے ایک دن مل کر بھی ضرور رہے گا۔"

"سمجھتی تو ضرور رہوں بھیا۔ لیکن کیا کروں اپنے دل کو جو جلد سے نکلا جا رہا ہے۔"

"دل کو سنبھالو بہن۔ اور یقین کرو میں تمہیں تمہارے دیوتا سے ملا کر رہوں گا۔
بلکہ جو ارادہ کر لیتا ہے ہوا، گرو کی قسم اسے ضرور پورا کر کے رہتا ہے۔ اور میں بھی سکھ ہوں۔"
کرن سنگھ نے لبے کس، اور کڑے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ اسکا چہرہ ایک انوکھے اعتماد و
یقین کی آنکھوں سے جھانک رہی تھی۔ اور ہونٹوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ بکھر کر پھیل رہی تھی۔

نشاط کو ایک گونہ سکون میسر ہو گیا۔ اس نے لائٹ آف کی۔ اور اپنی سیٹ پر
دراز ہو گئی۔ کرن سنگھ بھی خراٹے بھرنے لگا۔ اور گاڑی اپنی پوری رفتار کے ساتھ بھاگنے
لگی۔ رات آدھی سے زیادہ بیت چکی تھی۔ حمید احمد ایک پارک کے مختصر سے ہوٹل سے
نکل کر سیدھا اسٹیشن چلا آیا تھا۔ اس کیلئے پردیس میں کہیں ٹھہرنے کی جگہ نہیں تھی۔
تھوڑے بہت روپے ضرور جیب میں تھے۔ اور وہ ایک دو روز کیلئے کوئی کمرا لے بھی
سکتا تھا۔ مگر اب تو اسے دہلی میں رہنا ہی نہیں تھا۔ ایک ایک چیز یہاں کی کاٹنے
دوڑ رہی تھی۔ وہ چاہتا تھا رات اسٹیشن پر گزارے۔ اور صبح کی گاڑی سے کسی جگہ روانہ
ہو جائے۔ اب نہ اسکی کوئی راہ تھی۔ نہ کوئی منزل۔ وہ اسٹیشن کے مسافر خانے میں ٹہل
رہا تھا۔ اسے خیال آیا دوران گفتگو میں نرس نے بتایا ہے کل صبح پہنچی ہے نشاط

بھری میں آ گئی۔ اور نشاط کو دیکھنے کی تمنا انگڑائیوں پر انگڑائیاں لینے لگی۔ وہ پھر
ایکبار اسکے خیال میں ڈوب گیا۔۔۔۔۔ اور اسی کی طرح نشاط بھی خیال و خواب کی دنیا میں
گم ہو گئی۔۔۔ دونوں عالم تصور میں باتیں کرنے لگے۔

"نشاط۔۔۔۔؟"

"میرے سرتاج۔۔۔۔؟"

اور ایک ساتھ انکے دلوں کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ ایک کے سامنے دوسرے
کی تصویر آ گئی۔ اور وہ آنکھوں میں آنکھیں ڈالکر ان گنت باتیں کرنے لگے۔ پیار و محبت
کی باتیں۔ رنجش و ملال کی باتیں۔ اور ہجر و فراق کی باتیں۔۔۔

۲۱

باتوں باتوں میں رات کٹ گئی۔

صبح کی چنچل دیوی نے شوخی و شرارت سے بھرپور انداز میں دنیا والوں کو گدگدی
لگانا شروع کر دی۔ وہ جاگ اٹھے۔ اور ہر طرف چہل پہل ہو گئی۔ لکھنؤ سے آنیوالی
گاڑی دہلی اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر آ کر رک گئی۔ نشاط آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر سے
ادھر تک دیکھنے لگی وہ چاہ رہی تھی کہ کہیں پر میرا حمید نظر آ جائے۔ وہ اسے ایک
بار صرف ایک بار زندہ و سلامت دیکھ لے۔ کہ اسے اپنے خواب پر پورا یقین تھا۔
اور بالکل اسی کی طرح حمید بھی تیزی سے ڈبوں پر نگاہیں دوڑا رہا تھا۔ اترنے والے
مسافروں کو ایک ایک کر کے دیکھ لینا چاہتا تھا۔ دور ہی سے سہی مگر نشاط پر ایک
نظر تو پڑ جائے۔ اس کی بہترین تمنا تھی۔ مگر اسٹیشن کی گھما گھمی میں دو پیاسے جگر
گر رہ گئے۔ سیراب نہ ہو سکے۔ قریب ہوتے ہوئے بھی دور ہی دور رہے۔ کیسے سے

دونوں آگے پیچھے نکلے حمید آگے تھا اور نشاط پیچھے۔ کاش وہ مڑ کر دیکھ لیتا؟ یا وہ اسے پہچان کر آواز دے لیتی۔

"منہ موڑ کر جانے والے ٹھہرو میں بھی آ رہی ہوں۔"

لیکن دونوں دھوکے میں نہ تھے اور سیشن کے احاطہ سے نکل کر ایک پر.... والی سڑک پر چل دیا اور دوسرا پچھم طرف والی شاہراہ پر...."

کرن سنگھ نے ایک ہوٹل میں قیام کیا۔ اور ضروریات سے فارغ ہو کر کچھ پہلے ہی نشاط کے ہمراہ نکل کھڑا ہوا۔ آج وہ بہت پریشان تھا۔ اسے اپیل کے لئے سارے انتظامات درست کر لینے تھے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ پانسہ پلٹا تو ایک بے گناہ کا دامن وقتی طور پر ہی کہیں گرد آلود ہو جائے۔ قانون تو کسی کے ساتھ کوئی رعایت کرتا نہیں ہے.... اور عدالت میں صرف قانون ہی چلا کرتا ہے۔ مستقل جوڑ توڑ کی دنیا ہے یہاں جوڑ توڑ کر خود اٹھا لیتا ہے جیسا اسی کے ہاتھ میں آجاتا ہے صحیح حقدار محروم ہو جاتے ہیں اور غلط دعویدار کامیاب۔ اس کا فولادی کھوکھلی بلیوں اچھل رہا تھا۔ اس نے کورٹ پہنچ کر پہلی منزل پر قدم رکھا۔ تنی ہوئی مونچھیں اور اینٹھی ہوئی داڑھی والے داروغہ پولس ہتھکڑیوں کی جھنکار کے ساتھ رواں دواں تھے.... بالٹی میں کوکا کولا کی برف آلود بوتلیں لئے ہوٹل والے ان لوگوں کے قریب چکر کاٹ رہے تھے جن کے حلق میں.... دے تھے۔ امید کے کانٹے چبھ رہے تھے۔ چائے والے نیم گرم چائے گلاسوں میں بھرے ادھر ادھر دوڑ رہے تھے.... اس نے عدالت کے باہر لگی ہوئی مقدمات کی فہرست پر ایک نظر ڈالی اور سر نمبر پر نشاط کا مقدمہ دیکھ کر کانپ اٹھا.... اسکا بے اختیار جی چاہا کہ وہ اپنا جلال جگائے دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ ہو جائے.... اور ایک بے گناہ معصوم ہستی بار بار نہ بچ جائے....

ٹھیک اسی کی طرح حمید کا بھی جی چاہا۔ ایک بار صرف ایک بار نشاط اپنی صورت دکھا دے اور وہ اس کے جلووں کو نگاہوں میں جذب کئے دور بہت دور چلا جائے۔ اس کا دل نشاط کی باتیں یقین کرنے کو تیار نہ تھا۔ اس کی نگاہوں میں ایک بیچ چکر کاٹ رہا تھا اور وہ سوچ رہا تھا۔

"کیا ایسا ہو سکتا ہے....؟"

"کیا سچ مچ نشاط اتنی گر سکتی ہے....؟"

اس کی طبیعت گوارا نہیں کر رہی تھی۔ وہ بڑی دیر تک سڑک کے ایک کنارے پر کھڑا رہا۔ اور پھر غیر ارادی طور پر آگے بڑھ گیا تو دیکھو کچہری کی طرف اس کے قدم اٹھنے لگے

دن چڑھ رہا تھا۔ نشاط کا مقدمہ پیش ہو چکا تھا اور اس کا اپنا بہت وکیل چاہ رہا تھا کہ آج انتقام لے لے حق کے بجائے کو مشکوک کر دے اور اس پر ہاتھ صاف کرنے میں جو وہ ناکام رہا ہے اس کے نتیجے میں آج دوستی کے پردے میں دشمنی کرے۔ نشاط کی باتیں بھی گول ہوئی تھیں۔ سوچ رہا تھا۔

"مار لیا میدان...."

"خون بھی کیا اور اپنے دامن پر آنچ بھی نہ آنے دی...."

آج وہ فیصلہ سننے آیا تھا اور اپنی بالا نشاط کے سر پر الگ ہمیشہ کے لئے مطمئن ہو جانا چاہ رہا تھا.... حمید ٹھیک اسی وقت عدالت کے کمرے میں داخل ہوا۔ اسکی نشاط پر نگاہ پڑی جو بچھانے کے گھر میں کھڑی تھی۔ آج اس نے ہلکی پیازی رنگ کی ساری باندھ رکھی تھی خواب دیکھنے کے بعد سے وہ نہ جانے کیوں محسوس کرنے لگی تھی کہ جیسے وہ نہیں ہے۔ اس کے سارے بدن میں اعتماد و یقین کی ایک لہر سی دوڑ گئی تھی۔ .... رہا تھا کہ حمید ضرور آئیگا۔ اور ایک دن اسے اپنی محبت بھری بانہوں میں چھپا کر کہیگا "مجھے تمہاری محبت نے دوبارہ زندگی دی نشاط...." اور وہ بیچ چیخ چیخ کر

ساتھ آیا تھا۔ مگر اس کی امیدوں پر تو پانی پھر گیا تھا۔ وہ اپنی نشاط کو رنگین ساری میں دیکھ کر ذہن کی باتوں پر ایمان لانے کیلئے مجبور ہوا جا رہا تھا پھر بھی اس کا پرخلوص دل بدگمان ہونے کو تیار نہ تھا وہ سوچ رہا تھا اگر نشاط نے سچ مچ دوسری شادی کرلی تو خطا کون سی کی؟ جا اسی زندگی تنہا تو نہیں کاٹی جا سکتی۔ "اور میرے لاپتہ ہونے کے بعد وہ کیسے دل اپنے کو محسوس کرتی۔ کوئی اطلاع بھی تو وہ نہ دے سکا تھا۔ یہ بھی تو خبر نہیں پہنچا سکا تھا میں مرا نہیں ہوں نشاط دشمنوں کی قید میں البتہ ہوں۔" اگر اس نے کہانیوں کے روپ میں اپنی زندگی کا نچوڑ بھی دیا تو اخباروں کی باتیں، ذرا عورتیں کم ہی سمجھ پاتی ہیں۔" پھر اگر اس نے جو کچھ بھی کیا ہے صحیح کیا، سارا قصور میرا ہے، اور اس کی سزا مجھے ملنا چاہیئے۔" اس کی محبت انگڑائی لیتی ہوئی بیدار ہو گئی۔ اس کا بے ساختہ جی چاہا کہ آگے بڑھ کر کٹہرے کے پاس چپکے سے کہے۔

"مبارک ہو نشاط ..... خدا تمہاری نئی زندگی سرسبز کرے۔ اور نئے شوہر کے ساتھ چلنا پھولنا نصیب کرے۔"

مگر اس کی نظر رن سنگھ سے ٹکرا گئی۔ جو کٹہرے سے قریب نشاط کے پہلو میں کھڑا تھا حمید کے سارے بدن میں چنگاریاں لگ گئیں۔ رقابت کی آگ بھڑک اٹھی اور اسے خیال پیدا ہوا۔ "یہی ہے وہ ظالم جس نے میری نشاط کو مجھ سے چھینا ہے۔" وہ دیوانہ ہو گیا اس کا جی چاہا اسی عدالت کے اندر اسے اور نشاط کو ایک ساتھ ختم کردے اور اپنے کو پولس کے حوالے کر کے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جھگڑا پاک کردے۔ اس کے قدم خونخوار شیر کی طرح بڑھے۔

ٹھیک اسی وقت سرکاری وکیل نے حاکم سے کہا۔

"مائی لارڈ۔ محکمہ سراغرسانی کے افسر اعلیٰ مسٹر ستوشی جن کے سپرد اس کیس کی تحقیقات تھی کچھ مزید معلومات فراہم کرنا چاہتے ہیں اور ایک گواہ بھی پیش کرنا چاہتے ہیں۔"

نتین کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ نشاط کے بالمقابل وکیل کا منہ اتر گیا اور رن سنگھ

چھپنے سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ ستوشی طیبہ کو لئے ہوئے عدالت کے کمرے میں داخل ہوا آج اس کا رنگ روغن ہی اور تھا۔ نئے عاشق نے جیسے سبز باغ دکھائے تھے وہ بجھ رہی تھی یہ تماشہ دیکھ کے مالامال کر دیا۔ اسی لئے تو اسکے کہنے میں آکر نتین کے خلاف گواہی دینے آگئی تھی۔

ستوشی نے حاکم کے سامنے اپنی رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا۔

"مائی لارڈ نشاط بے گناہ ہے یہ قتل خود نتین نے کیا ہے جو عدالت میں موجود ہے۔"

"کیا کہا۔" وہ حاکم چیخ اٹھا۔

"میں ثبوت پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اس برقعہ پوش عورت کا بیان لے لیا جائے۔"

ستوشی نے طیبہ کی طرف اشارہ کیا جو مستقبل کے سنہرے خواب دیکھنے میں کھوئی تھی۔

"کیا جانتی ہو تم مسماۃ بتاؤ۔" سرکاری وکیل نے فرمائش کی۔

"صاحب تو سچ کہتے ہیں۔" وہ اپنی سیٹ سے اٹھ کر کٹہرے میں آگئی۔ "نسیم صاحب کو میری موجودگی میں نشاط نے نہیں بلکہ نتین نے مارا ہے۔"

"تمہارا کیا واسطہ تھا نتین سے۔" حاکم نے پوچھا۔

"یہ دونوں کپڑے بدکار ہیں۔ لکھنو میں ان لوگوں میں واسطہ تھا۔ یہ عورت زبردست ہے اور اپنی عصمت دے کر لوگوں سے خاطر خواہ پیسے کھینچا کرتی ہے۔ یہ دلی اسی غرض سے آئی تھی اور اس قتل میں شریک تھی اسی لئے بوقت قتل یہ اور نتین جو کپڑے پہنے ہوئے اس پر خون کے دھبے اب تک موجود ہیں۔" مسٹر ستوشی نے گٹھری کھول کر عدالت کے سامنے رکھ دی اور نتین و طیبہ پر ایک ساتھ بجلیاں ٹوٹ پڑیں۔ دونوں کو جبر سے بچا کر وہ خون آلود کپڑے پہنائے گئے بالکل فٹ تھے اور اس دھوبی نے بھی اقرار کیا جس کے حوالے یہ کپڑے کئے گئے تھے حاکم نے حکم دیا۔

"نشاط کو باعزت طور پر رہا کیا جاتا ہے نسیم صاحب کی کل جائیداد کا انہیں جائز وارث قرار دیا جاتا ہے اور نتین و مسماۃ طیبہ کو عمر قید کی سزا دی جاتی ہے....."

جبیں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ سنتوشی طیبہ کو لئے ہوئے عدالت کے کمرے میں داخل ہوا۔ آج اسکا رنگ روغن ہی اور تھا۔ نئے عاشق نے جیسے سنہرے خواب دکھائے تھے وہ سمجھ رہی تھی یہ شخص مجھے مالا مال کر دیگا۔ اسی لئے تو اسکے کہنے میں آ کر زین کے خلاف گواہی دینے آ گئی تھی۔

سنتوشی نے حاکم کے سامنے اپنی رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا۔

"مائی لارڈ! نشاط بے گناہ ہے یہ قتل خود زین نے کیا ہے جو عدالت میں موجود ہے۔"

"کیا کہا۔" وہ حاکم چیخ اٹھا۔

"میں ثبوت پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اس برقعہ پوش عورت کا بیان لے لیا جائے۔"

سنتوشی نے طیبہ کی طرف اشارہ کیا جو مستقبل کے سنہرے خواب دیکھنے میں کھوئی تھی۔

"کیا جانتی ہو تم مسماۃ بتاؤ۔" سرکاری وکیل نے فرمائش کی۔

"صاحب تو سچ کہو تی۔" وہ اپنی سیٹ سے اٹھ کر کٹہرے میں آ گئی۔ "نسیم صاحب کو میری موجودگی میں نشاط نے نہیں بلکہ زین نے مارا ہے۔"

"تمہارا کیا واسطہ تھا زین سے۔" حاکم نے پوچھا۔

"یہ دونوں پرانے بدکار ہیں۔ لکھنؤ میں ان لوگوں میں واسطہ تھا۔ یہ عورت زود بہ سست ہے اور اپنی عصمت دے کر لوگوں سے خاطر خواہ پیسے تلف کیا کرتی ہے۔ یہ دلی اسی غرض سے آئی تھی اور اس قتل میں شریک تھی اسی لئے بوقت قتل یہ اور زین جو کپڑے پہنے ہوئے اس پر خون کے دھبے ابتک موجود ہیں۔" سنتوشی نے گٹھری کھول کر عدالت کے سامنے رکھ دی۔ اور زین و طیبہ پر ایک ساتھ بجلیاں ٹوٹ پڑیں۔ دونوں کو حیرت تھی کہ یہ وہ خون آلود کپڑے پہنائے گئے بالکل فٹ تھے اور اُس دھوبی نے بھی اقرار کیا جس کے حوالے یہ کئے گئے تھے حاکم نے حکم دیا۔

"نشاط کو باعزت طور پر رہا کیا جاتا ہے نسیم صاحب کی کل جائداد کا انہیں جائز وارث قرار دیا جاتا ہے اور زین و مسماۃ طیبہ کو عمر قید کی سزا دی جاتی ہے۔"

کرن سنگھ اچھل پڑا..... بالکل غیر ارادی طور پر اس کے منہ سے نکل گیا۔ "وانیہ دوگی ہے....." اور نشاط کی نگاہیں یکبارگی حمید سے ٹکرائیں..... جو دروازے سے لگا سب کچھ دیکھ رہا تھا.....

"میرے سرتاج.....؟" وہ دوڑی.....

حمید نے حقارت کے ساتھ اسے دیکھا اور کرن سنگھ کی طرف اشارہ کر کے بس اتنا ہی کہہ سکا۔ "اس نام سے تو اب نہ پکارو..... میں تو اپنے اور مردوں سے زندوں کا کوئی واسطہ نہیں ہوتا....."

"خاموش رہو....." کرن سنگھ کے فولادی ہاتھ حمید کے منہ پر پہنچ گئے..... "ایک سچا سکھ گالی نہیں سن سکتا..... تم مجھے گالی دے رہے ہو..... نشاط میری بہن ہے۔ سچی اور نیک بہن....."

"کیا کہا بہن.....؟" حمید کا سر گھومنے لگا..... اور وہ اس کے قدموں پر گر پڑا..... "معاف کر دو میرے بھائی زین نے مجھے دھوکے میں ڈال دیا تھا۔"

اور پھر دوسرے دن نشاط حمید و کرن سنگھ ٹیکسی میں پہلو بہ پہلو بیٹھے نسیم منزل کی طرف جا رہے تھے..... راجندر اور گھر کے بسنے والے انکا سواگت کرنے کیلئے گھروں سے باہر نکل آئے تھے..... پرانے پڑوسی خوشی سے ناچ رہے تھے اور روٹھی ہوئی بہار پھر واپس آ گئی تھی.....

البتہ ممتاز لکھنؤ میں دیوانہ وار اپنی طیبہ کو ڈھونڈتا پھر رہا تھا۔ اسکے بال بچے تباہ ہو رہے تھے۔ جاننے والے نفرت کر رہے تھے..... اور ایک گھر کی بیٹھنے والی خرافت کا لبادہ اوڑھنے والی ہندوستانی "کمیلا" نے اچھے بھلے انسان کو ہمیشہ کے لئے خراب و خستہ کر کے چھوڑ دیا تھا.....